عظمت خیر الانام
صلی اللہ علیہ وسلم
تصنیف
علامہ محمد عمر الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
تقدیم و تحقیق
علامہ پروفیسر محمد اکرم رضا
قادری رضوی کتب خانہ۔ لاہور

گنج بخش روڈ، لاہور 042-37213575

نام کتاب .... عظمت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلف .... علامہ محمد عمر الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

دیباچہ .... علامہ پروفیسر محمد اکرم رضا

ترتیب و تخریج .... محمد نعیم اللہ خاں قادری

طبع .... اول

صفحات 352

تعداد 500

ہدیہ .... 300 روپے

ناشر .... صاحبزادہ منیر احمد مغل (یو۔ایس۔اے)

ملنے کے پتے

(1) منیر احمد مغل (کمشنر ہاؤسنگ اتھارٹی) 13 مارگریٹ ڈرائیو، پائن بروک، نیوجرسی 07058۔یو۔ایس۔اے

(2) قادری رضوی کتب خانہ۔گنج بخش روڈ لاہور

(3) امریکن مسلم ایسوسی ایشن۔604 برچ اسٹریٹ، بون ٹون، نیوجرسی، یو۔ایس۔اے

(4) جملہ برادران، انجینئر محمد اسلم جواد، صاحبزادگان محمد سلیم مغل مرحوم، حاجی محمد امین، عبدالحفیظ ہمایوں، منیر احمد مغل (یو۔ایس۔اے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

مایۂ ناز محقق، حقیقت آفرین نقاد، صاحبِ طرز ادیب، منفرد آہنگ کے حامل خطیب، عظیم مؤرخ، استاذِ مکرم، دورِ حاضر کے عظیم المرتبت نعت گو شاعر، منبع علم و عرفان، سرمایۂ فکر و دانش

حضرت علامہ پروفیسر محمد اکرم رضا (مدظلہٗ العالی)

کے نام کہ جن کی شبانہ روز محنت اور سرپرستی سے مَیں اپنے والد مرحوم کی تصانیفِ عالیہ کو منظرِ عام پر لانے کے قابل ہو سکا۔

نیاز کیش

منیر احمد مغل (یو۔ایس۔اے)

خلف الرشید علامہ محمد عمر الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

فہرست مضامین

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ
64	جو روح زندگی ہے وہ ارماں تمہیں تو ہو	145
65	جسے ساری مخلوق سے زیادہ محبت نہ ہوگی وہ ایماندار نہیں	149
66	باب سوم	150
67	مقام حاضر و ناظر	150
68	حضور ﷺ کو اختیار ہے کہ رحمت تقسیم کریں	151
69	حدیث شفاعت	153
70	حضور ﷺ کی گواہی پر نجات کا دارومدار ہے	154
71	حضور نبی کریم ﷺ رسولوں کے بھی رسول ہیں	156
72	نبی کریم ﷺ کو حاضر و ناظر بیان کرنا شرک نہیں	161
73	حضور ﷺ ساری امت کے اعمال سے باخبر ہیں	165
74	سب انبیاء، مرسلین تارے ہیں تم مہر مبین	167
75	حضور ﷺ کی تشریف آوری سے سب دین چھپ گئے	168
76	حضور ﷺ اہل ایمان کیلئے انکی جانوں سے زیادہ قریب ہیں	170
77	نماز میں حضور ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے	176
78	حشر میں بھی ہوگا ان کا نعرہ یارسول اللہ (ﷺ)	179
79	ملائکہ اور شیطان کا حاضر و ناظر ہونا	181
80	حضور ﷺ کی غیبت کرنے والے کی توبہ قبول نہیں	183

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نذرانۂ عقیدت

میں اپنی اس تالیف کو عاشقِ یزدانی، شیرِ ربّانی، قدوۃُ السالکین، شمسُ العارفین، چشمۂ ولایت، محی الدین والملّت حضرت اعلیٰ قبلہ حضرت میاں شیر محمد صاحب نقشبندی مجدّدی شرقپوری رضی اللہ عنہ کے خلیفۂ برحق اور اپنے پیرومرشد آفتابِ ولایت، مظہرِ روحانیت وہدایت حضرت قبلہ میاں رحمت علی قدس سرہ العزیز والئ گھنگ شریف کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کرتا ہوں۔ جن کے فیوضِ باطنی اور تصرفاتِ روحانی کی بدولت میں اس قابل ہوا کہ ''عظمتِ خیر الانام'' کے نام سے حضور ختمی مرتبت سیّد المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامات قدسیہ پر اپنا ارمغان عقیدت پیش کر سکوں۔

میں دُعا گو ہوں کہ اس کے طفیل اللہ تعالیٰ میرے والدین محترمین کی قبور پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور اُمتِ مُسلمہ کو نجات اُخروی کا مصداق بنائے۔ آمین

غلامِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

الحاج ابوسلیم محمد عمر الدین نعیمی نقشبندی گوجرانوالہ

ہے کلامِ الٰہی میں شمس الضحیٰ

(حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

ہے کلامِ الٰہی میں شمس الضحیٰ تیرے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسم شبِ تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

تیرے خلق کو حق نے عظیم کیا تیرے خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن و ادا کی قسم

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

ترا مسند ناز ہے عرش بریں ترا محرم راز ہے روح الامیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف وعطا ہے تجھی پہ بھروسا تجھی سے دُعا
مجھے جلوۂ پاک رسول دکھا تجھے اپنے عزّ و جلا کی قسم

مرے گرچہ گناہ ہیں حد سے سوا مگر ان سے اُمید ہے تجھ سے رجا
تو رحیم ہے ان کا کرم ہے گواہ وہ کریم ہیں تیری عطا کی قسم

یہی کہتی ہے بُلبل باغِ جناں کے رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ھُدیٰ مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

حبیبِ خدا کا نظارا کروں میں

(از مولانا شاہ مصطفٰے رضا خان نُوری رحمۃ اللہ علیہ)

حبیبِ خُدا کا نظارا کروں میں
دل و جان اُن پر نثارا کروں میں

تری کفشِ پا یوں سنورا کروں میں
کہ پلکوں سے اس کو بہارا کروں میں

مجھے اپنی رحمت سے تو اپنا کر لے
سوا تیرے سب سے کنارا کروں میں

میں کیوں غیر کی ٹھوکریں کھانے جاؤں
ترے در سے اپنا گزارا کروں میں

سلاسل مصائب کے ابرو سے کاٹو
کہاں تک مصائب گوارا کروں میں

خُدا را اب آؤ کہ دم ہے لبوں پر
دم واپسیں تو نظارا کروں میں

ترے نام پر سر کو قربان کر کے
ترے سر سے صدقہ اُتارا کروں میں

یہ اک جان کیا ہے اگر ہوں کروڑوں
ترے نام پر سب کو وارا کروں میں

مجھے ہاتھ آئے اگر تاج شاہی
تری کفشِ پا پر نثارا کروں میں

ترا ذِکر لب پر خُدا دل کے اندر
یونہی زندگانی گزارا کروں میں

دمِ واپسیں تک ترے گیت گاؤں
محمد محمد ﷺ پکارا کروں میں

ترے در کے ہوتے کہاں جاؤں پیارے
کہاں اپنا دامن پسارا کروں میں

مرا دین و ایماں فرشتے جو پوچھیں
تمہاری ہی جانب اشارا کروں میں

خدا ایسی قوت دے میرے قلم میں
کہ بدمذہبوں کو سدھارا کروں میں

جو ہو قلب سونا تو یہ ہے سہاگا
تری یاد سے دل کو نکھارا کروں میں

خدا خیر سے لائے وہ دن بھی نوری
مدینے کی گلیاں بہارا کروں میں

صبا ہی سے نوؔری سلام اپنا کہدے
سوا اس کے کیا اور چارا کروں میں

دو جہاں فِدا ترے نام پر

(حافظ مظہر الدّین)

دو جہاں فِدا ترے نام پر سکوں فزا ترا نام بھی
تیری ذات پر ہو درود بھی، تری ذات پر ہو سلام بھی

مجھے اپنی تابشیں کر عطا، تو ہے میرا ماہِ تمام بھی
ہے لٹی لٹی میری صبح بھی، بجھی بجھی مری شام بھی

ہیں وہی فروغِ رُخِ حرم ہے انہی کی ضَو عرب و عجم
وہ عرب کے بدرِ مُنیر بھی ہیں، عجم کے ماہِ تمام بھی

جہاں درد حد سے گزر گیا، تری یاد وجہ سکوں ہوئی
یہ کُھلا کہ جانِ عزیز سے ہے قریب ترا مقام بھی

ترا راز کیا کوئی پا سکے ترا جلوہ کیا نظر آ سکے
کہ حریم ناز کی خلوتوں میں ہے تجھ کو اذن خرام بھی

جہاں عشق بھی ہے سجود میں جہاں حسن بھی ہے نیاز میں
اسی بارگاہِ جمال کا، میں ہوں ادنیٰ غلام بھی

نگاہِ لطف کے اُمیدوار ہم بھی ہیں

(مولانا حسن رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

نگاہِ لطف کے اُمیدوار ہم بھی ہیں
لئے ہوئے دل بے قرار ہم بھی ہیں

ہمارے دستِ تمنّا کی لاج بھی رکھنا
ترے فقیروں میں اے شہر یار ہم بھی ہیں

کھلا دو غنچہ دِل صدقہ باد دامن کا
اُمیدوار نسیمِ بہار ہم بھی ہیں

تمہاری ایک نگاہِ کرم میں سب کچھ ہے
پڑے ہوئے تو سرِ راہگزار ہم بھی ہیں

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

یہ کس شہنشاہِ والا کا صدقہ بٹتا ہے
کہ خسروؤں میں پڑی ہے پکار ہم بھی ہیں

حسن ہے جن کی سخاوت کی دُھوم عالم میں
انہیں کے تم بھی ہو، اک ریزہ خوار ہم بھی ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

"عظمتِ خیرالانام"

(از پروفیسر محمد اکرم رضا گوجرانوالہ)

اِس کو جہانِ شوق میں حاصل دوام ہو
سب کو عزیز عظمتِ خیرُ الانام ہو

اِس کا مطالعہ ہمیں ذوقِ یقین دے
سرشار رُوحِ فکر ہو ، دل شاد کام ہو

سرکارِ دوجہاں کی نسبت سے یہ کتاب
مقبولِ بارگاہِ خواص و عوام ہو

قاری عمر ہاں صاحبِ تصنیفِ دلپذیر
لُطفِ خُدا و مصطفٰے اِن پر مدام ہو

عشقِ شہِ حجاز ہو مقصودِ زندگی
لیل و نہار لب پہ درود و سلام ہو

ذکرِ نبی سے دل میں اُجالا ہو ہر گھڑی
مرنے لگیں تو لب پہ محمد ﷺ کا نام ہو

ہے اور کون بزمِ دوعالَم میں رہنما
جن کا مِرے حضور سا عالی نظام ہو

اِس کو ڈرائیں کیا بھلا آفاتِ روزگار
جن کو نبیٔ پاک کی مِدحت سے کام ہو

اے کاش کعبؔ وجامیؔ وعطاؔر کی طرح
عُشّاقِ مصطفٰے میں رضاؔ کامقام ہو

دیباچہ
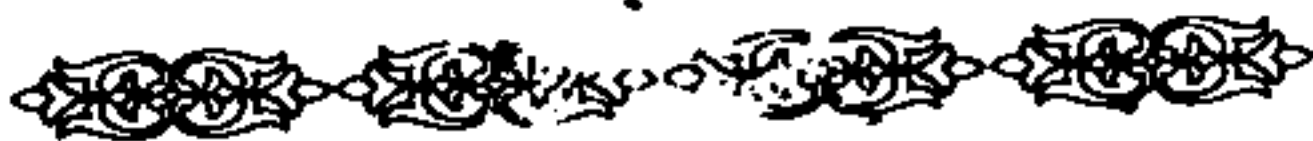
محبتِ رسول ﷺ کی ضوبار کہکشاں

﴿از علامہ پروفیسر محمد اکرم رضا﴾

رب العالمین نے جُملہ انبیائے کرام کو غیر معمولی صفات سے نوازا تا کہ وہ مخلوقِ خداوندی کو کفر کی تاریکیوں سے بچانے کیلئے مؤثر ترین کردار ادا کر سکیں۔ ان انبیاء و مرسلین کو معجزات اور خصائصِ اولیٰ سے نواز کر کائنات کے مختلف گوشوں، علاقوں اور شہروں میں رُشد و ہدایت کے مقدس فریضہ کی ادائیگی پر مقرر کر دیا۔ یہ تمام انبیاء ایک مقررہ مدت اور علاقے کیلئے تھے، بعض انبیائے کرام بلند مرتبہ رُسل کی شریعت اور ان پر نازل ہونے والی کتب کے تابع تھے۔

لیکن جب اللہ کے محبوب ترین ہستی حضور محمد مصطفےٰ ﷺ کی باری آئی تو آپ کا ہر فرمان لامحدود قرار دے دیا۔ آپ کے قرآن کو جامع ترین کتاب قرار دیا۔ ایسی کتاب جس کا پیغام ہمیشہ ہمیشہ کیلئے روشنی بکھیرتا رہے گا، آپ کے اسلام کو اپنا دین قرار دیا۔ وہ اسلام جسے کبھی فنا نہیں اور جس کی تعلیمات بزم ہستی کو تا ابد روحانی و فکری روشنی عطا کرتی رہیں گی۔ آپ کے کردار کو شام ابد تک کیلئے بہترین نمونۂ ہدایت قرار دیا۔ ایسا لازوال نمونۂ ہدایت جس پر عمل پیرا ہونے سے ہر زمانے کے لوگوں کو رُشد و ہدایت کا باکمال پیغام میسر آتا رہے گا اور سب سے بڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدسہ کو بزمِ کائنات کا شاہکار قرار دے دیا۔ ایسا شاہکار جو ہر قسم کے نقائص سے پاک اور ادنیٰ سے عیب سے بھی منزہ ہے، ایسا شاہکار کے جس کے

نُطقِ اقدس کے حوالے سے خدا اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ ایسا شاہکار جو لفظوں کے موتی رولتا اور علم و حکمت کے انوار بانٹتا ہے۔ ایسا شاہکار کہ جس کی ہر تدبیر تقدیرِ خداوندی کا پرتو لئے ہوئے ہے۔ ایسا شاہکار جو بزمِ ازل کا نکھار اور شامِ ابد کا قرار ہے۔ ایسا شاہکار کہ جس کے دامن میں فلاحِ دارین کے جواہر بے بہا جگمگا رہے ہیں۔ یہ ایک ایسا نخلِ نوبہار ہے جس سے پھوٹنے والی خوشبو سے ہر دور کے اذہان اور قلوب مُعطر ہوتے رہیں گے۔ ایسا شاہکار کہ جس کی نظیر چشمِ ہستی کو کسی طور بھی دکھائی نہ دے سکے گی۔

؎ یہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول کار سے دُور ہے، یہی شمع ہے کہ دُھواں نہیں
ترے سامنے ہیں لچے دبے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
یُوں کہ جیسے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

آج جدھر بھی دیکھئے محبوبِ خدا، سرورِ ہر دوسرا، شفیع المذنبین، رحمۃٌ للعالمین، سرور اعلیٰ مقام حضور سیدنا خیر الانام محمد مصطفےٰ ﷺ کے نغماتِ قُدسی گونج رہے ہیں۔ تمام مخلوقاتِ ارضی و سماوی آپ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہیں۔ چودہ صدیاں قبل حضرت رسالت مآب ﷺ کی مدح و ثنا کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا، اس میں کمی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ ہر لحظہ اور ہر آن اضافہ ہو رہا ہے۔ جہاں جہاں ربِ کائنات کا ذکر و فکر اور حمد و ثنا کی خوشبو پھیلی ہوتی ہے وہاں وہاں توصیفِ مصطفوی ﷺ کی بہاریں بھی جلوہ ریز نظر آ رہی ہیں۔ خدا نے آپ کے سرِ اقدس پر

11 8 9 3 4

"وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ" کا تاجِ سرمدی اس شان سے ٹکایا کہ رُوحِ ارضی آج تک اس کی شان ہمایونی کے نغمات الاپ رہی ہے۔ رَبِّ قُدوس نے آپ کو ابدی رسالت اور دائمی شفاعت کا ملبوس اس شان سے عطا کیا کہ آپ کا حُسنِ جہانگیر ہر چار طرف اُجالے بکھیر کر دلوں کے خلوت کدوں کو منور کر رہا ہے۔ آج فضاؤں میں، ہواؤں میں، آسمانوں اور زمینوں پر، خشکی اور تری پر، بحروبر میں، شمس وقمر میں حضور خیر الانام ﷺ کے انوار کی جلوہ گری سے لافانی تجلیات کا سامان پیدا ہو رہا ہے۔

؎ خوشا آں مدرسہ و خانقاہے
کہ دروے بود قیل وقالِ محمد ﷺ

خدائے قدوس نے اپنے محبوب ﷺ کو کیا کچھ نہیں دیا، دنیا بھر کے معجزات و خصائص کو آپ کا اعزاز بنا دیا۔ آپ کے الفاظ کی تاثیر سے پتھر دلوں کو موم بنا دیا۔ آپ کے کردار کو اپنی خوشنودی کا معیار بنا دیا۔ آپ کے قدموں کے فیض سے ویرانوں کو آباد شہروں میں بدل دیا۔ آپ کے لعاب دہن سے تلخ وترش کنویں کو ابد تک کی شیرینی عطا ہو گئی۔ آپ کا معطر پسینہ گل ولالہ کیلئے قابلِ صدرشک قرار دیا۔ ایسا رُخِ روشن عطا کیا کہ جس نے دیکھا وہی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے آپ کا ہو گیا، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان صفات حسنہ کی بدولت زمانے بھر کو تسخیر کر لیا۔ جہاں دو افراد بھی ایک دوسرے کو دیکھنے کے روادار نہ تھے، ان کے دل آپس میں ملا دیئے، اور اس شان سے ملائے کہ دوسروں کی عزت سے کھیلنے والے، زمانے بھر کی عزت وعظمت کے نگہبان بن گئے۔ وہ خطۂ عرب کہ جہاں شیطانیت رقص کرتی تھی،

جہاں ابلیس کی حکمرانی تھی، خونریزی، شراب خوری، حرام کاری، قزاقی وراہزنی کو شعارِ حیات سمجھا جاتا، وہیں ہر خُلق ومروت، محبت وصُلح جُوئی اور رواداری وشفقت نے اس شان سے قدم جمائے کہ جزیرہ نمائے عرب پوری کائنات میں عظمتِ انسانیت کا سب سے بڑا گہوارا بن گیا۔ غرض

جہاں تاریک تھا، ظلمت کدہ تھا، سخت کالا تھا
کوئی پردہ سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اُجالا تھا
زمانہ جُھک گیا تھا آپ کی تعظیم کی خاطر
جدھر دیکھا جہاں میں آپ ہی کا بول بولا تھا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کو خدا نے اپنی محبت قرار دیا، حضور ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا اور خوشنودی کی مہر ثبت کر دی۔ خدا نے اپنے محبوب کو غیب کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائیں۔ آپ کو بشر ہی نہیں بلکہ خیر البشر کے حوالے سے یاد کیا۔ جُملہ انبیاء کرام کو ان کے ناموں سے پکارا مگر جب اپنے محبوب ﷺ کی باری آئی تو آپ کو یاَاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ، یاَاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ، یاَاَیُّھَا النَّبِیُّ، یٰسٓ اور طٰہٰ جیسے القاب سے یاد کیا۔ آپ کی ہر ادا کو بزمِ عالم کی صدا قرار دیا۔ آپ کو بصد ناز عرشِ اعظم پہ بلا کر اپنے دیدار کا وہ انعام عطا کیا جس کیلئے سیدنا موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر رسول تمام زندگی دُعا گو رہے تھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جُملہ محامد ومحاسن کی شان میں جو کچھ بھی کہا جائے کم ہے، آپ کا اعزاز ہمیشہ کاروانِ عزم واستقلال کے عزائم کو سربلندی عطا

کرتا رہے گا کہ خدا نے آپ کو ایسے ایسے عُشاقِ جاں نواز عطا کئے جنہوں نے آپ کے ادنیٰ اشارے پر اپنی زندگیوں کے نذرانے قربان کر دیئے۔ وقت جتنا آگے بڑھتا رہا آپ کے عُشاقِ سرمست کے دلوں میں اتنی ہی زیادہ فکری اور نظریاتی پختگی پیدا ہوتی گئی۔ آپ کے پیغام کو عام کرنے اور آپ کے ارشادات وفرمودات کو اطراف واکناف عالم میں پہنچانے کیلئے آپ کے نام لیوا پوری ایمانی شدت کے ساتھ مصروف عمل ہیں۔ مفسرین، محدثین، سیرت نگاروں اور شارحینِ تعلیمات حضور کا ایک طویل سلسلہ ہے جو اپنے دل وجان میں محبت وعقیدت کے چراغ روشن کر کے مسلسل اس حسنِ تمنا کے ساتھ مصروف عمل ہیں کہ اگر ہماری سعی بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قبول ہوگئی تو دنیا وآخرت کی تمام تر سرفرازیاں ہمارا مقدر بن جائیں گی۔ معروف علمی شخصیت اور متعدد کتب دینیہ کے مصنف حضرت علامہ عمرالدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی انہیں خوش بخت افراد میں ہوتا ہے۔ حضرت علامہ عمرالدین نعیمی کی رہائش قبرستان کلاں گوجرانوالہ شہر کے قریب ایک گلی میں تھی، دینی اور دنیاوی علوم سے بہرہ ور شخصیت تھے، بزرگان دین سے غیر معمولی وابستگی رکھتے تھے، سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ المشائخ حضرت میاں رحمت علی (گھنگ شریف) سے روحانی نسبت استوار ہوئی تو پھر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے انہی کے ہو کے رہ گئے۔ آپ نے ٹھاٹھ دار انداز سے محکمہ ریلوے کی ملازمت کی تھی مگر جب ایک درویش کامل کے آستانہ پر آئے تو زندگی کا مفہوم ہی بدل کر رہ گیا۔ شروع ہی سے دینی تعلیمات کے خوگر تھے۔ پورا خاندان ہی دینی ماحول کی روحانی لذات سے آشنا تھا۔ آپ صاحب مطالعہ شخصیت

تھے۔ پاکباز و نیک خو، نیک طینت اور پرہیز گار، مگر ایک درویش کی آشنائی انہیں روحانی لحاظ سے وہ بلندیاں عطا کر گئی جن کا عام حالات میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کا تعلق ایک کھاتے پیتے اور معزز گھرانے سے تھا۔ جب دینی علوم کے گوشے کھلنے لگے تو محبتِ خداوندی کا جادو سر چڑھ کر بولنے لگا۔

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں، حضرت مولانا محمد عمر الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کثیر المطالعہ شخصیت تھے۔ جب رُوحانیت کے کُوچے میں آگے بڑھنے لگے تو ذہن کی وسعتوں میں تصنیف و تالیف کا شوق مچل اٹھا۔ متعدد کتب مختلف عنوانات اور حوالوں سے سپردِ قلم کر ڈالیں۔ محبتِ رسول اللہ ﷺ کا والہانہ پن آپ کے رگ و پے میں سمایا ہوا تھا۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے بہت کچھ لکھا، اسی بنا پر آپ نے پہلی تصنیف کا نام ''عظمتِ خیرُ الانام ﷺ'' رکھا۔ چونکہ ابھی کمپیوٹر کا دور نہیں آیا تھا، اس لئے کتاب سادہ سے انداز میں چھاپنے کا اہتمام ہونے لگا۔ بس یہیں سے میری ان کے ساتھ بھرپور آشنائی کا دور شروع ہوا جو آپ کے وصال تک دراز رہا۔

آئندہ کی زندگی میں میرے اُن کے ساتھ جو مضبوط تعلقات استوار ہوئے ان میں آپ کے بیٹے صاحبزادہ عزیزم منیر احمد مغل (حال مقیم یو۔ایس۔اے) کا خصوصی دخل تھا۔ صاحبزادہ منیر احمد مغل گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ میں میرے شاگرد عزیز تھے اور میری ادبی، تاریخی اور تحقیقی کاوشوں سے آگاہ تھے۔ حضرت مولانا محمد عمر الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تمام اولاد سے غیر معمولی پیار کرتے تھے مگر منیر احمد مغل

سے ان کا پیار کچھ زیادہ ہی تھا، اس کا سبب مجھے تو یہی نظر آیا کہ منیر احمد مغل نہایت سعادت مندی اور عقیدت کے ساتھ اپنے والد محترم کو موٹر سائیکل پر بٹھا لیتے اور جہاں جہاں وہ کہتے وہاں وہاں پہنچا دیتے۔ اس سعادت مند بیٹے نے بھرپور کوشش کی کہ والد محترم کے احکام کی تعمیل کے سلسلے میں ان سے کوئی فروگزاشت نہ ہونے پائے۔

جب ''عظمت خیر الانام ﷺ'' کا پہلا ایڈیشن چھاپنے کی تیاری ہو رہی تھی تو اُس دَور میں کتاب کی شایانِ شان طریق سے اشاعت کے ظاہری اسباب کم نظر آتے تھے۔ اور پھر کتاب کی اشاعت کی ذمہ داری بھی انہوں نے ایک عالمِ دین پر ڈال دی، جو عالم تو اچھے تھے مگر طباعت واشاعت کے رُموز سے ناآشنا تھے۔ اس عالمِ دین (جو مرحوم ہو چکے ہیں) کی مسجد میری رہائش گاہ سے قریب تھی۔ اکثر ملنا جلنا ہوتا تھا۔ ایک دفعہ اس مسجد میں جمعہ پڑھنے کا اتفاق ہوا تو وہاں صاحبزادہ منیر احمد مغل بھی اپنے والد ماجد کے ہمراہ بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ کتاب کی اشاعت کی بات ہو رہی تھی۔ میں نے ایک نظر کتاب پر ڈالی تو مجھے یہ تصنیف علمی وفکری لحاظ سے نہایت قابلِ قدر نظر آئی۔ مگر میں تمام تر محبت کے باوجود کتاب کی از سرِ نو اشاعت کا ذمہ نہیں لے سکتا تھا۔ جوں جوں میری پسندیدگی بڑھی اسی حوالے سے مجھ پر کتاب کی اشاعت کے ضمن میں اصرار بڑھنے لگا۔ میں نے مصنف کا خلوص دیکھ کر کتاب کے دائیں بائیں کچھ تبدیلیاں کیں اور پھر کتاب ایک اچھے ناشر کے حوالے کر دی۔

''عظمت خیر الانام ﷺ'' اپنے نام کی نسبت سے ایسی خُوش بخت ثابت ہوئی کہ چھپتے ہی اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ مصنف کا مقصود جلبِ زر یا مالی منفعت

نہیں تھا بلکہ انہوں نے تو یہ کتاب محبت رسول ﷺ کے تقاضوں کی بجا آوری کیلئے رقم کی تھی۔ مصنف کے اس جذبہ کو بھی خوب سراہا گیا۔ کتاب کی تعارفی تقریب بھی بڑے اہتمام کے ساتھ منعقد ہوئی جس میں ممتاز قلم کاروں، شعراء اور علماء دین نے خیر مقدمی اور توصیفی جذبات کا اظہار کیا۔

حضرت مولانا محمد عمر الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تو متعدد کتابیں لکھ کر اس دار فانی سے کُوچ کر گئے اور آپ کا خاندان بھی فکر معاش میں معروف ہو گیا۔ اسی دوران میں عزیزم صاحبزادہ منیر احمد مغل بھی بسلسلہ روزگار یو۔ ایس۔ اے میں جا پہنچے اور والد محترم کی دعاؤں سے خوب نام کمایا۔ انہیں وہاں اعلیٰ پایہ کی نوکری مل گئی۔ کئی سال بعد گوجرانوالہ آئے تو اپنے والد محترم اور میری رفاقتوں کا ذکر کرتے ہوئے آبدیدہ ہو گئے۔ اور مجھ سے کہنے لگے کہ آپ والد محترم کی یادگار کتب کی اشاعت کا ذمہ لیں اور انہیں عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق شائع کرنے کا اہتمام کریں۔ میں خود تصنیف وتالیف کی دنیا کا آدمی ہوں۔ اخبارات و جرائد کیلئے مضامین، نظم و نثر اور مقالات بھی فراہم کرنا ہوتے ہیں۔ متعدد جرائد کی نگرانی میں وقت گزر جاتا ہے۔ ادبی و شعری شاگردوں کے وسیع حلقے کو بھی دیکھنا ہوتا ہے۔ میرے پاس جو جنس سب سے زیادہ کمیاب ہے وہ وقت ہی ہے۔ اس لئے میں نے بڑی شدت کے ساتھ معذرت چاہی کہ ذمہ داری میرے سپرد نہ کریں۔ مگر عزیزم منیر احمد مغل کا اصرار بڑھتا گیا اور بالآخر میں نے عزیزم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس ذمہ داری کو سرمایۂ سعادت سمجھ کر قبول کرلیا۔

ان سطور کے رقم ہونے تک میں یہی عرض کرنا چاہوں گا کہ میں نے مرحوم کی کئی کتب کی اشاعت کو روحانی فریضہ سمجھ کر قبول کیا ہے۔ یہی جذبۂ شوق صاجزادہ منیر احمد مغل کے پیشِ نظر رہا ہے۔ ہمارا اول و آخر مقصود یہی رہا ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ہر دل میں گھر کر لے، اور حضور ہی کے وسیلے سے قرب الٰہی کی دولت نصیب ہو جائے تا کہ دنیا کی سرفرازی اور آخرت کی سرخروئی کا سامان مہیا ہو سکے۔ اور آج جب کہ حضرت علامہ محمد عمر الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی متعدد کتب شائع ہو چکی ہیں تو میں اپنے پہلو بہ پہلو صاجزادہ منیر احمد مغل کو بھی روحانی شادکامی کے ساتھ ایک فکر انگیز طمانیت سے آشنا محسوس کرتا ہوں۔

جب مسافرِ شوق منزلِ حق کی طرف بڑھتا ہے تو قدرت کی فیاضی اسے ایسے رُفقائے سفر عطا کر دیتی ہے جو اس مسافر کا ساتھ دیتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہوں گے۔ زندگی کٹھن ساعتوں میں ایسے بلند عزم محبانِ پُر خلوص کا ساتھ ایک نعمت سے کم نہیں ہوتا۔ راقم کو اپنی اور حضرت علامہ عمر الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کے حوالے سے جو آسانیاں فراہم ہوئیں، ان کا تذکرہ کئے بغیر رہ نہیں سکتا کہ یہ خلوص و محبت کا اظہار بھی ہے اور تحدیث نعمت بھی۔ ان محبانِ خاص کے اسماء گرامی تحریر ہیں۔

❁ عزیز مکرم رانا محمد نعیم اللہ خاں میری جانب سے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں۔ میرے شاگرد رشید ہیں۔ اردو کے علاوہ عربی علوم پر گہری دسترس رکھتے ہیں۔ متعدد مضامین میں ماسٹر کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں۔ ان کا تعاون میری جانب سے دراز کئے جانے والے سلسلۂ اشاعت پر ہر گام پر میرے شامل حال رہا ہے۔ اس

کتاب ''عظمت خیر الانام ﷺ'' کے موجودہ ایڈیشن کی تخریج اور ترتیب جدید بھی انہوں نے ہی کی ہے جس کی وجہ سے کتاب کا حسن دوبالا ہو گیا ہے۔

﴿﴾ ممتاز ناشر چوہدری محمد خلیل (پروپرائیٹر مکتبہ حنفیہ، قادری رضوی کتب خانہ لاہور) بھی ہر لحاظ سے جذباتِ تشکر کے حقدار ہیں آپ کے صاحبزادہ عزیزم چوہدری عبدالمجید بھی آپ کے شریکِ سفر ہیں۔ سادہ مزاج مگر دیدہ زیب کتب کی اشاعت کے ضمن میں عقابی نظر رکھنے والے، اپنی شائع کردہ کتب کے ظاہری و باطنی محاسن کو اُجاگر کرنے کے حوالے سے ادبی اور اشاعتی میدان میں سرگرمِ کار ہیں۔

﴿﴾ میرے شاگرد کہ جن کی ایمان افرین جدو جہد کو بے اختیار سلام عقیدت پیش کرنے کو جی چاہتا ہے۔ میری مراد صاحبزادہ منیر احمد مغل (یوایس اے) سے ہے، جنہوں نے اپنے والد گرامی کی تصنیفات کو منظرِ اشاعت پر لانے کیلئے اہم کردار ادا کیا، نہ ستائش کی تمنا اور نہ ہی صلے کی پروا۔ بس یہی دُھن ہے کہ خدا اور رسولِ خدا ﷺ کی محبت عطا ہو جائے۔ انہوں نے والد محترم کی کتب عالیہ کی تصنیف کے سلسلہ میں صرف ہونے والے زرِ کثیر میں کسی مادی اور مالی کمی کا مظاہرہ نہیں کیا۔

﴿﴾ ان شخصیات کے ساتھ محترم محمد اقبال نجمی (ڈائریکٹر فروغ ادب اکادمی) بھی میری محبت و تحسین پر پورا اُترتے ہیں۔ علامہ محمد عمر الدین نعیمی کی کتب کو چھوڑ کر انہوں نے میری متعدد کتب نمایاں انداز میں شائع کی ہیں اور آئندہ کیلئے بھی یہی عزمِ دل کشا رکھتے ہیں۔ خدائے کریم مجھے صحت و خیریت اور میرے اس تلمیذِ ارشد کو جس پر مجھے فخر ہے ہر قسم کی برکات سے نوازے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر بشیر عابد، غلام

مصطفےٰ البسمل، امجد حمید محسن کا تعاون بھی ارتباطِ خاص کی روشن مثال ہے۔

میں ہر گام پر ان معزز و محترم شخصیات کا ممنون ہوں کہ انہوں نے کتب کے سلسلہ اشاعت میں ہر موقع پر میرا بھرپور ساتھ دیا۔ مجھے امید ہے کہ آنے والے ادوار میں بھی ان کا ہر ممکن تعاون میرے راہوارِ فکر وادب کی رفتار کو اور تیز تر کرنے کا باعث بنتا رہے گا۔

رب کریم زندگی کے ہر موڑ پر مجھے اور ان محبانِ خاص کو تمام تر آسانیاں عطا فرمائے۔ آمین بحرمتِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

محمد اکرم رضا

ابتدائیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

؎ تیری ذات پر درود بھی تیری ذات پر سلام بھی
دو جہاں فدا تیرے نام پر ہے سکون فزا تیرا نام بھی

اَمَّا بَعْدُ: آنحضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کا ارشاد ہے۔اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ ۔(مؤطا امام مالک، مسند احمد، مشکوٰۃ کتاب الآداب، باب الرفق والحیاء وحسن الخلق، تیسری فصل) کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔یہی وجہ ہے کہ دربار نبوی میں جب ابوجہل نے حضور نبی کریم ﷺ کی بُرائی بیان کی تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا اور جب اس کے بعد حضور ﷺ کے غلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حاضر خدمت ہو کر شان بیان کی تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا،اور جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اس کی تشریح بیان فرمائیں تو فرمایا کہ میں تو ایک آئینہ ہوں جس میں دیکھنے والا اپنے ہی کردار کو دیکھتا ہے۔ابوجہل دشمن خدا اور رسول ﷺ نے اپنا کردار بیان کیا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور کے غلام نے اپنا مقام بیان کیا،مگر میری حقیقت کو رب کے سوا کوئی نہیں جانتا کیونکہ فرمایا لَمْ یَعْرِفْنِیْ حَقِیْقَۃً سِوَا رَبِّیْ اور یہی حال ہر دور میں ہے۔دورِ حاضر میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو حضور نبی کریم ﷺ کی شان کے خلاف بیان بازی سے باز نہیں آتے۔حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کے کمالات اور اوصاف حمیدہ کی تکذیب،آیاتِ قرآن کریم جن میں حضور ﷺ کی شان بیان ہے اور حضور نبی کریم

ﷺ کے علوم غیبیہ، اسرار و رموز الٰہیہ، مقام حاضر و ناظر کی عطا، نور امام الانبیاء، اختیاراتِ مصطفےٰ اور حیات النبی ﷺ کا مقام بیان ہے، حضور ﷺ کے جملہ معجزات جو نبوت کی دلیل ہیں، ان پر اعتراضات کرنا اور انکار سے باز نہ آنا ان کا دستور ہے، اور جہاں یہ لوگ موجود ہیں وہاں اہل سنت و جماعت بھی موجود ہیں جو حضور نبی کریم ﷺ کے کمالات اور اوصاف حمیدہ کو بیان کرنا اپنے ایمان کی دلیل بیان کرتے ہیں کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد ..... "لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ" (متفق علیہ، مشکوٰۃ کتاب الایمان پہلی فصل) پر ایمان رکھتے ہیں کہ جب تک اپنے ماں باپ اور ساری دنیا سے بڑھ کر حضور کی محبت نہ ہوگی تم میں کوئی ایمان دار نہیں ہوسکتا۔ یہ جماعت حضور نبی کریم ﷺ کی شان کے خلاف کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں نظریات کے لوگ اختلاف رائے کے باعث ایک دوسرے پر بیان بازی سے باز نہیں آتے۔ چنانچہ اہل سنت و جماعت خدا کے فرمان فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (پ۲، سورۃ البقرہ آیت:۱۵۲) کی تعمیل میں ذکر اللہ کرتے ہیں۔ مخالفت کرنے والے اس کو بدعت کہہ کر روکتے ہیں۔ خدا کے فرمان "صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا" (پ۲۲، سورۃ الاحزاب آیت ۵۶) پر عمل کرنے والے ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہیں۔ مخالف اس کی مخالفت میں اسے شرک کہہ کر روکتے ہیں۔ وہ یارسول اللہ زبان پر لانا شرک سمجھتے ہوئے گناہ بیان کرتے ہیں۔ اہل سنت و جماعت... "وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ (پ۱۶، سورۃ مریم آیت ۱۶) وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ (پ۱۶، سورۃ مریم آیت ۵۶) وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ

اِبۡرٰهِيۡمَ (پ ۱۶ سورۃ مریم آیت ۴۱)" کی تعمیل میں نبیوں اور ولیوں کا ذکر بیان کرتے ہیں، مخالفت کرنے والے اس کو بھی پسند نہیں کرتے۔ میلادِ مصطفےٰ ﷺ کو سنت صحابہ اور سنت نبی کریم ﷺ سمجھتے ہوئے اہل سنت اس کو مناتے ہیں، جلوس نکالتے ہیں، جلسے کرتے ہیں۔ مخالفت کرنے والے اس کو کرشن کنہیا کا سانگ قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح اہل سنت تلاوتِ قرآن کرتے ہیں اور اسکا ایصال ثواب کرتے ہیں۔ مخالف اس کو ہندوؤں کے شلوک بیان کرتے ہیں۔ الغرض دینی مسائل میں اور عظمت وشان مصطفےٰ ﷺ کے بیان میں اگر ایک طرف عمل ہوتا ہے تو دوسری طرف اس کی مخالفت میں آوازے کسے جاتے ہیں، گویا تفرقہ، عناد اور نفرت کی فضا ایک ایسا ناسور ہے جس کا علاج اُمت کی اصلاح کے لئے بہت ضروری ہے تاکہ کلمہ گو مسائل دینیہ کے اندر محبت رسول ﷺ کا جذبہ رکھتے ہوئے اسی طرح عمل کرے جس طرح سے چودہ سو سال پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل تھا، کیونکہ ارشاد نبوی کے مطابق محبت مصطفےٰ ﷺ ہی ایمان کی دلیل ہے۔ مطالعہ قرآن کریم سے اس سوال کا جواب سورۂ مریم میں بیان ہے کہ اگر ماں پر اعتراض ہو تو بیٹا جواب دے جیسا کہ حضرت مریم علیہا السلام پر قوم نے سوال کیا تو انہوں نے خدا کے حکم کے مطابق نوزائیدہ بچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا تو انہوں نے جواب دیا اور کہا "قَالَ اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰهِ ۟ؕ اٰتٰنِیَ الۡكِتٰبَ وَجَعَلَنِیۡ نَبِیًّا" (پ ۱۶، سورۃ مریم آیت ۳۰) کہ اللہ کا بندہ ہوں، صاحب کتاب نبی ہوں اس لئے تمہارا میری ماں پر سوال اور ان کی عصمت پر شک بے سود ہے۔ کیونکہ جس کا بیٹا نبی ہو اس کی عصمت پر شک کرنا ایمان کی دلیل نہیں۔ وہ ولیہ ہیں جو خدا کی

رگزیدہ بندی ہیں اس سے یہ دلیل واضح ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اگر اعتراض ہو تو
ستی اس کا جواب دے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنا بھی ایمان نہیں کیونکہ غیر
کامل انسان کا کامل واکمل رسول کو غیر کامل کہنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض
خدا کی شان پر اور اس کی عطا پر اعتراض اور قرآن کریم پر اعتراض ہے۔ یہ بھی واضح
ہو گیا کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدائشی نبی تھے پیدا ہوتے ہی نبوت کا مقام پا
چکے تھے اور اس سے باخبر تھے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ماں کے پیٹ سے نبی ہی آئے
ور روز ازل سے نبی آخر الزماں کہلائے مگر اعلان نبوت چالیس سال کے بعد فرمان
الٰہی کے مطابق ہوا، اور جو کہتے ہیں کہ چالیس سال تک حضور کو پتہ نہ تھا کہ نبی ہیں وہ
قرآن کریم کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور علم میں ادھورے ہیں، ان کو اپنے نظریہ پر نظر ثانی
کی ضرورت ہے۔ انصاف کا یہی تقاضا ہے کہ اخلاق سے کام لیں جس کی تعلیم کے
لئے حضور تشریف لائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کے بغیر تعلق بالرسول قائم
نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (پ۲۱ سورۃ
الاحزاب آیت ۲۱) پر عمل کا نام اسلام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں خدا کی اطاعت
ہے جس کے لئے مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (پ۵ سورۃ النساء آیت ۸۰) کا
فرمان الٰہی موجود ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام دل میں
ہو اور اس طرح ہو جس طرح کہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کلمہ طیبہ مثل پاکیزہ
درخت کے دل کے اندر ہو یعنی مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ
وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ۔ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا۔ (پ۱۳، سورۃ ابراہیم

آیت ۲۴۔۲۵) کیونکہ بے ادب ایمان سے محروم ہوتا ہے مگر باادب صاحب ایمان ہوگا جس کی وجہ سے اس کا حُسنِ خاتمہ ہوگا۔ قبر میں وحشت دور ہوگی اور حشر میں کامیابی کہ اس کا ہر عمل اور ضابطۂ حیات اُسوۂ حسنہ پر ہوتے ہوئے مقبول بارگاہِ الٰہی ہوگا کہ اس کا عروج آسمانوں کے اندر ہوتا ہے جیسا کہ صحابہ کرام کا مقام تھا۔ اسی لئے ارشاد نبی ﷺ ہوا۔ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۰۔۳۱۔ باب الاعصام بالکتاب والسنۃ دوسری فصل۔ ابو داؤد ج ۲ ص ۲۷۹۔ ابن ماجہ ص ۵ وترمذی ص ۹۲ ج ۲) کہ میری سنت اور سنت خلفائے راشدین کو لازم پکڑو، اور اس پر عمل کرنے والے جماعت اہل سنت ہیں کیونکہ صحابی ہمیشہ حضور ﷺ پر فدا ہوتے رہے کبھی بے ادب نہ ہوئے۔ لہٰذا اہل سنت و جماعت کا نظریہ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ۔ (پ ۱۷ سورۃ الحج آیت ۳۲) کے مطابق ہے اور اس کے خلاف دیوبندی اور غیر مقلد وغیرہ حضرات کے نظریہ پر تبصرہ عوام کے سامنے پیش کیا جارہا ہے، تاکہ امت کی اصلاح کا پہلو نمایاں ہوسکے اور بجائے تفرقہ عناد اور نفرت کی فضا کے عوام اصلاح کی طرف مائل ہوں اور یہ کام پیرومرشد اعلیٰ حضرت میاں رحمت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ والیؒ گھنگ شریف خلیفۂ برحق عاشقِ ربّانی شیرِ یزدانی، قدوۃُ الواصلین، شمسُ العاشقین، چشمۂ ولایت، محی الملّت والدّین حضرت قبلہ میاں شیر محمد صاحب نقشبندی مجددی شرقپوری قدّس سرہٗ کی نظرِ کرم کا صدقہ ہے، جسے ''عظمتِ خیرُ الاَنام'' میں پیش کیا جارہا ہے۔

؎ میری طلب بھی کسی کی نظر کرم کا صدقہ ہے

قدم یہ اٹھتے نہیں اٹھائے جاتے ہیں

عارفِ اکمل، عالمِ باعمل، مجسمۂ ہدایت کی نظرِ کرم سے جو بصیرت عطا ہوئی اسکو عوام تک پہنچانا اور اسرارِ قرآن کی ایک جھلک دنیا کے سامنے لانا، مکارمِ اخلاق کی تکمیل کی طرف متوجہ کرنا اور گستاخی اور بدخلقی اور نفرت کے خلاف ایک مستحسن اقدام کا راستہ دکھانا خدمتِ دین ہے۔

ملتِ بیضا کی ہو تعمیر کا مقصد جس میں
ایسے ہر کام اور اقدام کی تائید کریں
دعوٰی ایماں کا ہے تو پھر بے خوف و خطر
سچ کی تائید جھوٹ کی تردید کریں

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ۔

فقیر پر تقصیر : ابوسلیم حاجی محمد عمرالدّین نعیمی نقشبندی
(الجامعۃ الغوثیہ) گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قدمِ مصطفےٰ ﷺ کا مقام

؎ وہ اک آنسو جو اس کی یاد میں آنکھوں سے ٹپکتا ہے
وہی آنسو ستارہ ہے میرے حُسنِ مقدر کا

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کا مقام پارہ ۳۰، سورۃ البلد میں بیان فرمایا ہے.....

"لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ○ وَاَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ (پ۳۰، سورۃ البلد آیت ا۔۲) کہ مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔ یہ ارشاد فرما کر حضور نبی کریم ﷺ کا مقام خداوند تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ میں نے اس شہر کی قسم اس لئے کھائی ہے کہ اس شہر میں تمہارے مبارک قدم لگے ہیں اور اس واسطے نہیں کہ یہاں پر خانہ کعبہ ہے، مقام ابراہیم ہے، حجر اسود اور صفا و مروہ کی پہاڑیاں ہیں، اس واسطے نہیں کہ یہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم لگے۔ اس واسطے نہیں کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کی تعمیر کی۔ اس واسطے نہیں کہ یہاں پر آب زمزم ہے۔ ان میں سے کسی کے واسطے سے قسم نہیں کھائی۔ صرف اپنے محبوب کے واسطے سے قسم کھائی ہے کہ اس شہر کو حضور نبی کریم ﷺ سے نسبت ہو گئی ہے۔ وَاَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ کی وجہ سے اس شہر کا مقام بڑھ گیا ہے کہ اس شہر کو حضور سے نسبت ہے۔ جس کی وجہ سے اس شہر کی گلیوں، بازاروں، راستوں، پہاڑوں اور اس کی غاروں کا مقام صدقہ قدم مبارک کے یہ اعلیٰ مقام ہے، اور اس شہر کی مٹی کو جس پر قدم مبارک لگ گئے، یہ مقام ملا کہ خدا نے اس کی قسم کھائی ہے۔ صفا اور مروہ کی قدر و منزلت حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے

قدم مبارک سے ہوئی کہ اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام شیر خوار بچے کے لئے پانی کی تلاش میں دوڑ لگائی تو اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (پ۲، سورۃ البقرہ آیت ۱۵۸) ہوگئیں۔ نشانی اپنی اصل منزل کا پتہ دیتی ہے تو معلوم ہو گیا کہ پہاڑیوں کے ذریعے سے بھی خدا کا پتہ لگ جاتا ہے اور متلاشی خدا تک پہنچ جاتا ہے کیونکہ پہاڑیاں بتلاتی ہیں کہ یہاں پر حضرت ہاجرہ دوڑی تھیں اور حضرت ہاجرہ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کی والدہ تھیں اور حضرت اسماعیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لختِ جگر تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جد الانبیاء، خلیل اللہ ہیں، لہٰذا پہاڑیاں خدا تک رسائی کا وسیلہ ہیں۔ اس لئے شعائر اللہ ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے صفا اور مروہ پر دوڑنے سے پتھروں کا مقام شعائر اللہ کا حامل ہے اور حکم خداوندی ہو گیا کہ جب تک حاجی لوگ صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان سات دفعہ دوڑ نہ لگائیں گے ان کا حج قبول نہ ہوگا کیونکہ یہ مناسک حج میں سے ہے، تو اس زمین کا کیا مقام ہے جہاں پر خدا کا محبوب بنفسِ نفیس آرام فرما ہے جہاں پر حضور سید عالم ﷺ کا جسم اطہر پشت مبارک ہاتھ اور پاؤں جلوہ افروز ہیں۔ جس غار کے اندر خدا کا محبوب ہجرت کی رات ٹھہرا اور حضور کا غلام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ساتھ تھا، اس کا ذکر قرآن پاک میں اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (پ۱۰، سورۃ توبہ آیت ۴۰) ہو گیا تو جہاں حضور ﷺ خود لیٹے ہوئے ہیں، اس کا مقام عرشِ معلیٰ سے بڑھ کر کیوں نہیں کہ عرشِ معلیٰ کا وجود بھی صدقۂ مصطفےٰ ﷺ کے لئے قائم ہوا تھا۔ لہٰذا روضۂ اقدس کا مقام وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ۔ (پ۱۷، سورۃ الحج آیت ۳۲) میں جو بیان ہوا ہے کہ جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے

ہے، لہٰذا ظاہری عبادات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ جسم کا تقویٰ ہے مگر دل میں شعائر اللہ کی تعظیم، بزرگانِ دین اور اُن کے تبرکات کی تعظیم دل کا تقویٰ ہے۔ پتھر کو حضرت ہاجرہ اللہ کی ولیہ سے نسبت ہوگئی تو شعائر اللہ کا مقام حاصل ہوا، اس کی تعظیم کا حکم ہوگیا تو جس کے صدقہ میں حضرت ہاجرہ علیہا السلام مقبول بارگاہِ الٰہیہ ہوئیں۔ اُس ہستی کا کیا مقام ہے اوران کے روضۂ اقدس کا کیا مقام ہے۔

زمیں محترم آسماں محترم ہے
مدینے کا سارا جہاں محترم ہے

جس ذات پر خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور ساری امت صلوٰۃ وسلام پڑھے۔ جس کے روضۂ اقدس پر ستر ہزار فرشتے ہر وقت صلوٰۃ وسلام پڑھیں اور جس کی ایک بار حاضری ہو جائے قیامت تک اس کی باری نہ آئے اس کے مقام کا اندازہ اُمتی نہیں لگا سکتا۔ ہر مسجد میں پہلی صف میں درجہ زیادہ ہے، بلکہ دائیں جانب اور بھی زیادہ۔ لہٰذا نمازی اس مقام پر کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو درجہ بڑھتا ہے مگر مسجد نبوی میں بائیں جانب درجہ زیادہ اس لئے ہے کہ روضۂ اقدس کے قریب ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مومن کے درجات قربت مصطفےٰ ﷺ اور حضور کے قدموں کے صدقہ میں بڑھتے ہیں۔

تیری معراج ہے کہ تو لوح وقلم تک پہنچا
میری معراج ہے کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

حضور ﷺ کا ارشاد ہے مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَ مِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ کہ میرے حجرہ مبارک سے منبر رسول ﷺ تک زمین کا ٹکڑا جنت کے ٹکڑوں میں سے

ایک ٹکڑہ ہے۔ پتہ چلا کہ حضور جس کو چاہیں جنت کا مقام عطا کر دیں۔ صاحب اختیار نبی ہیں کیونکہ اس حدیث پر امت کا اجماع ہے۔ لہٰذا جو ٹکڑا ئے زمین حضور نبی کریم ﷺ کے قریب ہو وہ جنت کا ٹکڑا بن جاتا ہے۔ تو جو شخص خدا کے محبوب کے قریب ہو جائے وہ جنتی کیوں نہ ہوگا بلکہ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ جس کا تعلق حضور ﷺ کے غلاموں یعنی ولیوں سے ہو گیا اور وہ ان کے قریب ہو گیا وہ بھی جنتی ہو جاتا ہے اگر چہ کتا ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ پارہ ۱۶، سورۃ کہف میں اصحابِ کہف کے کتا کا ذکر بھی موجود ہے کہ جب دقیانوس بادشاہ کے حکم کے مطابق خدا کا نام لینا جرم قرار پا گیا۔ چند اولیاء اللہ شہر چھوڑ کر ایک غار کی طرف روانہ ہو گئے اور راستہ میں ایک کتا ساتھ ہو گیا، ہر چند اس کو روکا گیا مگر وہ باز نہ آیا اور ساتھ ہی چلا گیا۔ اس نے زبان حال سے وعدہ کر لیا کہ نہ بھونکے گا نہ شور مچائے گا تا کہ دشمن کو خبر نہ لگے۔ اولیاء اللہ غار کے اندر اللہ اللہ کرنے لگے اور کتا غار کے منہ پر بیٹھ گیا تا کہ ولیوں کے گستاخوں کو روک دے۔ پہریدار بن گیا۔ ولی اللہ ذکر کرتے کرتے تھک کر سو گئے تو خداوند تعالیٰ نے اُن کو ۳۰۹ سال تک سلائے رکھا، اس دوران فرشتوں کو حکم تھا کہ ان کی کروٹیں بدلتے رہیں۔ وَّ نُقَلِّبُھُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ (پ۱۵، سورۃ کہف آیت ۱۸) کا ارشاد خداوندی اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اس دوران انہوں نے نہ کچھ کھایا نہ پیا مگر زندہ رہے۔ کتا بھی غار کے منہ پر پڑا رہا۔ وَ کَلْبُھُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْہِ بِالْوَصِیْدِ (پ۱۵، سورۃ کہف آیت: ۱۸) کہ ان کا کتا غار کے منہ پر اپنی کلائیاں بچھائے پڑا رہا اور وہ بھی ۳۰۹ سال تک زندہ رہا مگر نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ کتا ولیوں کی صحبت سے فیض پا گیا

اورَ کَلۡبُھُمۡ ولیوں کا کتا کہلایا۔اور خدا کے محبوب نے فرمایا کہ اصحاب کہف کا کتا انسانی شکل میں جنت میں جائے گا۔کتا ایک جانور ہو کر ولیوں کی قربت سے جنتی ہو سکتا ہے تو انسان نبیوں اور ولیوں کی قربت سے کیونکر محروم ہوسکتا ہے اور جس نے دامن مصطفےٰ ﷺ کو تھام لیا وہ مقبول بارگاہِ رب العزت کیوں نہ ہوگا۔ایسے لوگوں کا نجات پر ایمان کیونکر ممکن ہے جو حضور کو اپنی اور امت کی نجات سے بے خبر بیان کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح لوہا آگ کی قربت پا کر آگ کی صفت اختیار کر لیتا ہے۔رنگ بھی آگ کی طرح سرخ ہو جاتا ہے اور جلانے کی صفت بھی پا لیتا ہے، پھر بھی لوہا ہی رہتا ہے آگ نہیں کہلا سکتا۔انبیاء اور اولیاء بھی خدا کی قربت پا کر اللہ کا رنگ صِبۡغَةَ اللّٰهِ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبۡغَةً (البقرہ: آیت ۱۳۸) کا مقام پا لیتے ہیں۔اسی لئے خدا نے فرمایا اَلَآ اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ (پ ۱۱، سورۃ یونس آیت ۶۲) کہ خبردار اولیاء اللہ کو نہ خوف ہوتا ہے نہ غم۔اور حدیث قدسی میں ارشاد ہے مَنۡ عَادَلِيۡ وَلِيًّا فَقَدۡ اٰذَنۡتُهٗ بِالۡحَرۡبِ۔(بخاری ج ۲ ص ۹۶۳، مشکوٰۃ باب ذکر اللہ والتقرب الیہ فصل پہلی) کہ جس کسی نے میرے ولی سے دشمنی کی اس کے ساتھ میرا اعلانِ جنگ ہے، کیونکہ جب ولی خدا کا دوست ہو جاتا ہے تو خدا کا اعلان ہوتا ہے۔اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا (سورۃ البقرہ آیت ۲۵۷) کہ اللہ بھی ایمان والے ولیوں کا دوست ہو جاتا ہے۔

ولی اللہ خدا کی قربت میں عبادت کرتے تھکتے نہیں۔خدا نے پانچ نمازوں کا

حکم دیا ہے اور وہ پانچ کی بجائے دس پڑھتے ہیں۔ تہجد، تحیۃ الوضو، اشراق، اوابین وغیرہ۔ خدا ایک حج کا حکم دیتا ہے وہ بار بار حج کرتے تھکتے نہیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے پچیس حج کیے اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے چالیس حج کیے، اولیاء اللہ نوافل پڑھتے اور زائد عبادت کرتے تھکتے نہیں تو خدا اُن کا ہو جاتا ہے۔ اس لئے جب وہ خدا سے سوال کرتے ہیں تو خداوند تعالیٰ ان کی سنتا ہے اور ان کی دعائیں قبول کرتا ہے اور اُن کی مرادیں پوری کرتے ہوئے تھکتا نہیں۔ جب اولیاء اللہ کا یہ مقام صدقۂ امام الانبیاء کے ہو جاتا ہے تو فخر موجودات، سرور کائنات، آقائے نامدار، مدنی تاجدار، امام الانبیاء، ہادی خیر الوریٰ، حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا مقام کتنا بلند ہے۔ ان کی فضیلت تک کون پہنچ سکتا ہے، پھر حضور رسول اکرم ﷺ کے مقام پر نکتہ چینی اور اعتراضات کی حقیقت کیا ہو سکتی ہے جب خدا کی ذات حضور ﷺ کو مقام عطا کرنے والی ہو۔ نہ عطا کرنے والے میں کمی کا امکان، نہ عطائیں حاصل کرنے والے میں کسی کمی کا امکان اور جو کتاب عطا ہوئی نہ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہو سکتی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے خود اعلان فرما دیا ہے۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (پ ا، سورۃ بقرہ آیت ۲) کہ بلند مرتبہ کتاب قرآن پاک میں کوئی شک کی جگہ نہیں کہ اس میں ہدایت ہے متقین کو۔ چونکہ تقویٰ دو طرح کا ہے۔ جسمانی اور قلبی، لہٰذا جسمانی تقویٰ والا، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جملہ فرائض کی ادائیگی والا جب تک قلبی تقویٰ۔ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (پ ۱۷، سورۃ الحج آیت ۳۲) کے مطابق خدا کے مقبول اور برگزیدہ محبوب کی عزت وتوقیر وحرمت اور تکریم۔ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ

(پ۲۶، سورۃ الفتح آیت ۹) پر عمل نہ کرے گا تو نہ متقی ہو سکتا ہے نہ ہدایت پا سکتا ہے۔

معلوم ہو گیا کہ خدا کے فرمان کے مطابق مقبولان بارگاہِ الٰہی، اولیائے کرام اور انبیاء کرام کی تعظیم تقویٰ القلوب ہے۔ جو لوگ اس حکم کی نافرمانی کرنے والے ہیں وہ ہدایت والے نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ دین کے اندر تفرقہ اور عناد کا بیج بوتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس تفرقہ اور عناد سے منع کیا ہے اور وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران: ۱۰۳) کا حکم دے کر امت مسلمہ کو تفرقہ اور عناد سے باز رہنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ اور عناد سے باز رہو۔ اس حکم میں واضح کر دیا ہے کہ اے ایمان والو اس رسی کے ساتھ مل کر رہنا اور کبھی الگ نہ ہونا اور اپنے حبیب نبی کریم ﷺ کو ارشاد ہوا کہ اے حبیب جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں۔ لست منهم فی شیء۔ اے حبیب رحمت عالم ﷺ آپ کسی بھی معاملہ میں ان سے نہیں۔ پھر فرمایا کہ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ (سورۃ آل عمران: ۱۰۳) کہ لوگو تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تم آپس میں دشمن ہوا کرتے تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں کو باہم پیوست کر دیا اور فرمایا فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا (آل عمران: ۱۰۳) تو تم اللہ تعالیٰ کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔

یہ اخوت اور باہم بھائی ہونے کا تصور وہ ہے جو صرف دین اسلام نے قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو باہم محبت کرنے، اس کو گہرا کرنے اور ہمہ گیر رکھنے

کے لئے دیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ (مسلم ج۲ص ۳۱۷۔ مشکوٰۃ ص ۴۲۲) کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے کیونکہ ان کا قرآن ایک، نبی ایک اور خدا ایک۔ سبھی امت کو یگانگت اور اتحاد و یک رنگی کا درس دیتے ہیں۔ اس سے خدا کی عطا کردہ برکتوں کی عطا ہوتی ہے جس میں پوری امت مسلمہ کی بھلائی اور عروج مظہر ہے۔ ان برکتوں سے بہرہ ور ہونا امت کا فرض ہے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ قرآن کریم پر عمل ہو اور شعائر اللہ کی تعظیم کرے جس سے ہدایت ملتی ہے کہ اس کا حکم.... ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (پ ۱، سورۃ آیت ۲) کہ ہدایت ان متقین کے لئے ہے جو دل کے بھی متقی ہیں۔ لہٰذا جسمانی اور قلبی تقویٰ والا دونوں پر قائم ہو کر ہی ہدایت پالیتا ہے۔ اس سے منکر کیونکر ہدایت والا ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں برکتوں سے بہرہ ور رکھنے کے لئے ملی اخوت پر قائم رکھے اور خدا کے نبی کے اس فرمان پر ہمارا عمل قائم رہے۔ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ کتاب الایمان پہلی فصل) کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے اور اس پر عمل تَقْوَی الْقُلُوْب (سورۃ الحج: ۳۲) کے ارشاد خداوندی پر عمل کے بغیر ناممکن ہے۔

لہٰذا عوام کے سامنے خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین حضرات کا نور ایمان جوان کے اندر پرتو فگن تھا پیش کیا جا رہا ہے کہ وہ خدا کے فرمان لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (سورۃ الاحزاب آیت ۲۱) پر عمل پیرا تھے اور انہوں نے جس طرح سنت رسول اللہ ﷺ کو اپنا نصب العین بنایا تھا پیش کیا جا رہا ہے تاکہ موجودہ نسل اس پر قائم رہے اور وہی جذبہ ایمان قائم رکھے اور ساتھ ہی ان

لوگوں کے نظریہ تضاد کی بھی نشاندہی کی گئی ہے جو انتشار کا شکار ہیں تاکہ عوام ان کے عقائد باطلہ سے متاثر نہ ہو سکیں اور ان کی تصانیف میں قرآن و سنت کی جو خلاف ورزیاں نمایاں ہیں۔ اس سے بچ سکیں کیونکہ ایمان خدا کے فرمان وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (پ ۲۶، سورۃ فتح آیت ۹) پر عمل کا نام ہے مگر حضور ﷺ کی توہین سے اعمال صالحہ برباد ہو جاتے ہیں اور دعویٰ ایمان باطل ہو جاتا ہے کہ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ (پ ۲۶، سورۃ الحجرات: ۲) کا حکم نافذ ہو جاتا ہے اور توہین کرنے والے خدا کے نزدیک خبیث کہلاتے ہیں کہ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۔ (پ ۴، سورۃ آل عمران آیت ۱۷۹) کا نزول ایسے لوگوں کے خلاف ہوا ہے، بلکہ ولید بن مغیرہ کی گستاخی پر عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ (پ ۲۹، سورۃ القلم آیت ۱۳) کا ارشاد بتاتا ہے کہ خدا نے ایسے لوگوں کی نشان دہی کی ہے اور بتا دیا ہے کہ ہمیشہ حرامی ہی حضور ﷺ کی گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا پردہ فاش ہو جاتا ہے اور ان کے عیوب گن گن کر بیان کرنا خدا کا کام ہے۔ ایسے لوگ ناپاک ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے مگر دنیا میں وہ عذاب سے اس لئے بچے ہوئے ہیں کہ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (سورۃ الانفال: ۳۳) کے فرمان کی رو سے حضور کی رحمت کے سایہ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ہدایت عطا فرمائے اور حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ۔ (مسلم، مشکوۃ باب الامر بالمعروف، کتاب الاداب، پہلی فصل) کہ تم میں سے اگر کوئی برائی دیکھے تو اس کو ہاتھ سے

روکے اور اگر یہ طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے بُرا جانے اور یہ کمزوری ایمان ہے۔اس پر عمل کرتے ہوئے عقائد باطلہ کا رد پیش کیا جا رہا ہے تا کہ اصلاح ہو سکے۔

اور خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ (سورۃ الزمر :۱۷۔۱۸) کہ خوشخبری دو میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنتے ہیں پھر سب میں بہتر کی پیروی کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی اور یہی عقل والے ہیں۔ان مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس پر عامل ہوں اور تعصب اور طرفداری کو بالائے طاق رکھ کر اس کی اتباع کریں کیونکہ اسی کا نام ہدایت ہے۔یہی دانش مندی ہے۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور کا ادب واحترام کیا۔خدا نے ان کے حق میں آیات کا نزول فرمایا جس میں خدا کے محبوب کے صدقہ میں مومنوں کے لئے دنیا میں حضور نبی کریم ﷺ سے خوشخبری، مرتے وقت فرشتوں سے خوشخبری، قبر میں ملائکہ کی اور حشر میں ملائکہ اور رضوان کی خوشخبری کہ جو حضور ﷺ کی بشارت کے اہل ہیں وہ آخرت کی تمام بشارتوں کے حقدار ہیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو آپ نے حضرت عثمان بن عفان، حضرت عبدالرحمان بن عوف، حضرت زبیر بن طلحہ، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہم کو اپنے آپ کی خبر دی اور دعوت پیش کی تو ان کی تبلیغ سے یہ سارے حضرات ایمان لائے۔مبارک ہے وہ درخت جس کے پھل ایسے ہوں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ دین سے حضور نبی کریم

ﷺ کی اتباع اور حضور ﷺ کے فرمان پر عمل سے مقبول بارگاہِ رب العزت ہوئے کہ جملہ فرمان نبی احسن ہیں اور عمل کرنے والے عقل کامل والے ہیں کہ جس سے دین ملے وہی عقلِ کامل ہے۔ محض دنیا کے حصول والی عقل ناقص، غیر کامل ہے کہ دنیا فانی ہے۔ اس لئے ایسی عقل غیر کامل، ناکارہ ہے۔ لہٰذا سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ ہی تمام مخلوق میں بڑھ کر عزت و احترام کے لائق ہیں' جو حضور نبی کریم ﷺ کا بے ادب و گستاخ ہے اس کے اعمال برباد اور اس کا دعویٰ ایمان بھی باطل ہے اور خدا نے ایسے لوگوں کو خبیث اور عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ (پ۲۹، سورۃ القلم آیت ۱۳) کہہ کر پکارا ہے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کے عقائد باطلہ کی نشاندہی کرنا خدا جل جلالہٗ کے فرمان پر عمل ہے کہ خداوند تعالیٰ نے خود گن گن کر ان کے عیوب ظاہر فرمائے ہیں اور ان کا پردہ فاش کیا ہے تا کہ عوام ان سے بچیں کیونکہ ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے، اگرچہ دنیا میں وہ رحمۃ للعالمین ﷺ کے صدقہ میں عذاب سے بچے ہوئے ہیں۔

بخشش کہاں ہے صاحبِ قرآں ترے بغیر
ملتی نہیں ہے دولت ایماں تیرے بغیر
لاریب ہر بشر نے تسلیم کر لیا
انساں کبھی نہ بن سکا انساں تیرے بغیر
کیا دیر ہے برسنے میں ابر کرم برس
دھوئے گا کون دامن عصیاں تیرے بغیر
میں ہوں وہ پر گناہ کہ محشر میں میرے پاس

کوئی نہیں نجات کا ساماں تیرے بغیر

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، کتاب الایمان پہلی فصل)

جس نے نبی کی یاد کو دل میں بسا لیا
اللہ نے اس پہ آتشِ دوزخ حرام کی

اللہ ہی جانتا ہے محمد ﷺ کا مرتبہ
انسان کو کیا خبر ہے اُن کے مقام کی

☆☆☆☆☆☆

حیات النبی ﷺ

امت کے اولیاء ادب میں ہیں دم بخود
یہ بارگاہِ سرور دیں ہے سنبھل کے آ
سوز و گداز ذکر میں گر چاہتا ہے تو
عشق نبی کی آگ کو ذرا دل میں لے کے آ
پایا جسے حضور کی عظمت سے بے خبر
لاریب وہ ایمان سے محروم ہی رہا

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (پ۱۴، سورۃ النحل آیت ۹۷) کہ جو کوئی اچھا کام کرے، مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ایمان والا ہو ہم اسے ضرور اچھی زندگی حیات طیبہ عطا کرتے ہیں اور اس کو ضرور نیک اجر کی جزا دیتے ہیں جو اس کے بہتر کام کے لائق ہے۔

اس آیت میں ہر نیک کام کے لئے ایمان کو شرطِ اولیں قرار دیتے ہوئے اس کا اجر حیات طیبہ قرار دیا ہے اس طرح مطلق بیان کر کے واضح کر دیا ہے کہ نہ صرف دنیا میں حیات طیبہ عطا ہوتی ہے بلکہ بعد از وفات بھی اسے حیات طیبہ عطا ہوتی ہے کیونکہ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (سورۃ الانبیاء:۳۵) کا مطلب یہ ہے کہ موت کا ذائقہ محض وقتی اور عارضی ہے نفس مخلوق ہے، خالق کی ذات نے اسے تخلیق کیا ہے اور جیسے چاہا اسے تخلیق کیا مگر مومن عمل صالح والا مر کر بھی زندہ رہتا ہے کہ اسے

دولت ایمان ملی ہے جسے فنا نہیں۔اسی لئے تو مومن دنیا میں مالدار نہ بھی ہو، وہ غریب ہو کر بھی آرام سے ہوتا ہے، مگر کافر مالدار ہو کر بھی مصائب اور تکلیف میں مبتلا کہ وہ ہوس کا بندہ ہے جس کا کبھی پیٹ نہیں بھرتا مگر مومن صاحب قناعت ہوتا ہے وہ رضا بالقضا اور عبادت میں لطف اندوز ہوتا ہے کیونکہ خدا کا فرمان ''اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ''(پ۸، سورۃ الاعراف آیت ۵۸) کہ اللہ کی رحمت نیکو کاروں کے قریب ہوتی ہے اور وہ اس کی رحمت کے سایہ میں ہوتا ہے جس کو خدا کی ذات نے فرمایا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (پ۱۷، سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۷) کہ ہم نے اے محبوب آپ کو عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، اور مومن صالح اس رحمت کے سایہ میں ہوتا ہے۔ کتاب الشفا میں بیان ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ مصدرِ رحمت اور مظہرِ رحمت ہیں اور مومن کے لئے ہدایت کا سرچشمہ اور نجات اُخروی کے ضامن ہیں، کروڑوں فرزندانِ اسلام پر اس رحمت کا یہ اثر کہ دولت ایمان کی بدولت کہ جس کو فنا نہیں ایمان والا بھی ذائقہ موت چکھنے کے بعد حیات طیبہ والا ہو جاتا ہے کہ وہ محسنین سے ہوتا ہے کہ اس کے دل کے اندر حضور نبی کریم ﷺ کا مقام ہوتا ہے جو سراسر رحمت ہیں بلکہ رحمت للعالمین ہیں کیونکہ کلمہ طیبہ مثل پاکیزہ درخت کے اس کا دل موجود پاتا ہے اور خدا کا فرمان اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ تُؤْتِیْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا۔(سورۃ ابراہیم:۲۴۔۲۵) کہ محبوب کیا آپ نے نہیں دیکھا مثال کلمہ طیبہ کی مثل پاکیزہ درخت کے ہے جس کی جڑیں ثابت اور مضبوط ہوں اور شاخیں آسمان کے اندر

گئی ہوں اور وہ ہر وقت پھل دیتا ہے۔ خدا کے اذن سے یہ فرمان اس امر کی دلیل ہے کہ مومن کے دل میں کلمہ طیبہ مثل پاکیزہ درخت کے حاضر و ناظر اور موجود ہونا اس کی حیات طیبہ کا ثبوت ہے۔ لہٰذا مومن وہی ہے جس کے دل میں مقام مصطفےٰ ﷺ ہے اور وہ حضور کے مقام حاضر و ناظر پر ایمان رکھتا ہے۔ اسی لئے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے وَاَحْضِرْ فِیْ قَلْبِكَ النَّبِیَّ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَشَخْصَهُ الْكَرِیْمَ وَقُلْ السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کہ اپنے دل میں حضور ﷺ کو حاضر و ناظر جان کر اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ پڑھو۔ حضور نبی کریم ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں اور نماز کے اندر حضور نبی کریم ﷺ کو حاضر جان کر سلام پڑھنا، دل میں حاضری کا مقام اس کی نماز کی قبولیت کے لئے ہے اور قبر میں ایسے مومن کی حیات طیبہ کے لئے ہے کہ جہاں خدا اور اس کے رسول کا مقام ہے۔ خدا کا اعلان ہے کہ حیات طیبہ اسے عطا ہوتی ہے۔

(احیاء العلوم جلد اول باب چہارم)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا۔ (پ ۵، سورۃ النساء آیت ۶۹) کہ جن پر اللہ کا انعام ہوا وہ نبی، صدیق اور شہید اور صالحین کی جماعت ہے۔ انہی میں سے تیسرے درجے والا شہید جو مقام رکھتا ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے اعلان ہوا... وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (پ ۲، سورۃ البقرہ آیت ۱۵۴) کہ جو خدا کی راہ میں شہید ہو

جائیں اُن کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم کو شعور نہیں کہ ان کی زندگی کو سمجھ سکو، بلکہ فرمایا کہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۚ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (پ۴، سورۃ آل عمران آیت ۱۶۹) کہ اے ایمان والو تم شہیدوں کو دل میں بھی مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور خدا کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں۔ ان احکامات کی موجودگی میں ایک تیسرے درجہ والا مومن قتل ہو کر بھی دائمی زندگی پا لیتا ہے، حالانکہ وہ لوہے کی تلوار سے قتل ہوا، اور جو عشق کی تلوار سے یہ مقام پا لیتا ہے وہ زندہ کیوں نہیں۔ لہٰذا امام الانبیاء ﷺ جن کے صدقہ میں نبیوں کو نبوت ملی، صدیق اور شہید اور صالحین کا مقام عطا ہوا ان کی حیات طیبہ میں شک کرنا ایمان کی دلیل نہیں۔ رحمت خداوندی کے بغیر جب کائنات کا ظہور ہی ناممکن ہے اور خدا نے خود اس کو رحمۃ للعالمین کہہ کر پکارا ہے تو عالمین کا وجود اس امر کی دلیل ہے کہ رحمت زندہ ہے اور نہ صرف زندہ بلکہ رحمت کا وجود سب سے پہلے ظہور پذیر ہوا ورنہ اس کے بغیر عالمین کا وجود ہی ناممکن تھا، جس طرح دنیا کے اندر حکومت کی طرف سے ڈاک تقسیم کرنے والا جب تک زندہ نہ ہو، اسے ڈاک تقسیم کرنے کا اختیار نہ ہو، وہ علم نہ رکھتا ہو کہ کس کس کو ڈاک تقسیم کرنا ہے اور ان کے قریب پہنچ کر ڈاک تقسیم کرے گا تو وہ ڈاک تقسیم نہیں کر سکتا۔ خدا کا محبوب، رحمت کی ڈاک تقسیم کرنے والا، زندہ ہے، حیات النبی ﷺ ہے۔ با اختیار ہے کہ اس کا مقام وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ (پ۲۸، سورۃ الحشر آیت ۷) ہے کہ رسول جو کچھ تم کو عطا کریں اسے لے لو وہ علم رکھتا ہے کہ اس کا مقام ہے۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (پ۵ سورۃ النساء: ۱۱۳) کہ خدا

کی عطا سے رازدانِ ماکان ومایکون ہیں وہ اس لئے رازدانِ ماکان ومایکون ہیں کہ خدا نے فرمایا۔ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى (پ۲۷ سورۃ النجم آیت۱۰) کہ شب معراج قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰى کے مقام پر پہنچا کر خدا نے اپنے محبوب کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی کہ بغیر وسیلہ جبریل کے کلام ہوا اور وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ (پ۳۰، سورۃ التکویر آیت۲۴) کا ارشاد بھی موجود ہے کہ محبوب غیب بیان کرنے میں بخیل بھی نہیں ہے۔ اس لئے کائنات کا علم خدا کی عطا سے رکھتے ہوئے ڈاک تقسیم کرنے والے ہیں اور اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ (پ۸، سورۃ الاعراف آیت۵۶) کا مقام پانے والے، حاضری کے ساتھ قربت کے ساتھ رحمت کی ڈاک تقسیم کرتے ہیں۔ اسی لئے ارشاد خداوندی ہے۔ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ (پ۲۶، سورۃ فتح آیت ۸،۹) کہ ہم نے آپ کو کائنات کا شاہد بنا کر بھیجا ہے۔ جنت کی بشارت دینے والا اور جہنم سے ڈرانے والا تا کہ لوگ ایمان لائیں اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کی عزت و توقیر کریں، تکریم کریں۔ کہیں فرمایا۔ لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ (پ۲۶ ،سورۃ الحجرات آیت۱) اور کہیں فرمایا۔ لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ (پ۲۶، سورۃ الحجرات آیت۲) امام قسطلانی نے مواہب لدینہ میں بیان کیا ہے کہ خدا کے محبوب نے فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهَا وَاِلٰى مَا هُوَ کَائِنٌ فِیْهَا اِلٰى یَوْمِ الْقِیَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّیْ هٰذِهٖ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو میرے سامنے کر دیا اور میں اسے دیکھ رہا ہوں اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے

لا ہے، اسے دیکھ رہا ہوں جیسے اس ہتھیلی کو... دیکھ رہا ہوں۔ اور مرقاۃ میں حضرت ملا
علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر صلوٰۃ و سلام بھیجو کہ
میں اس کو سنتا ہوں اور تم کو پہچانتا ہوں، کیونکہ پاک نفس جب طہارت اور صفائی قلب
سے دنیا کے علائق و سائق سے انقطاع مکمل کر لیتا ہے اور خالی ہو جاتا ہے تو ملاء اعلیٰ
کے مقام پر ہو کر اس کے حجابات دور ہو جاتے ہیں اور یہ ہی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے
شاگرد قاضی ابوبکر بیان کرتے ہیں اور آج دنیا میں ایجادات زمانہ نے اس مسئلہ کا حل
ٹیلی ویژن اور رڈار سسٹم میں دکھا دیا ہے کہ گھر گھر میں مقرر موجود اور باتیں کرتا ہوا
دکھائی دیتا ہے حالانکہ سینکڑوں میل کے فاصلہ میں اس کا مقام ہوتا ہے اور رڈار سسٹم
سے بند کمرے میں بیٹھے ہوئے ایک انسان دشمن کے جہازوں کی نگرانی کرتا ہے کہ جو
نہی وہ رڈار میں ظاہر ہوتا ہے وہ خبردار ہو جاتا ہے کہ رڈار ایک بلند مقام پر بھانپنے والا
آلہ اسے بتا دیتا ہے۔ اگر ٹیلی ویژن اور رڈار کا نظام وغیرہ مصنوعی سیارے جو انسان کی
ایجاد ہیں حاضر و ناظر لہروں سے مشاہدہ کرا سکتے ہیں تو خدا کے نبی کے مقام حاضر و ناظر
کا انکار کرنے والا کیونکر قرآن کریم کی آیات پر ایمان لانے کا دعویدار ہو سکتا ہے۔
اسے اس پر غور کرنا چاہیئے کہ جو مقام خدا کی عطا سے حضور نبی کریم ﷺ کو ملا ہے وہ
شرک نہیں کہلا سکتا وہ تو خدا کی قدرت اور شان کا اظہار ہے جس نے عطا کیا ہے، اور
اسی لئے خدا نے حکم دیا ہے کہ میرے محبوب کہ جس کا مقام نیابت الٰہیہ ہے۔ اس کی
عزت و توقیر و تکریم کے بغیر کوئی کلمہ گو ایماندار نہیں ہو سکتا۔ ان کے مقام سے سبقت نہ
کرو اور نہ ان کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرو، نہ اپنے جیسا خیال کر کے بات کرو۔

ان کے ادب اور احترام کے منافی کوئی عمل ایمان کی دلیل نہیں ہوسکتا اور صحابہ کرام کی زندگیاں حضور نبی کریم ﷺ کے احترام بلکہ حضور پر قربان ہونے کا زندہ ثبوت ہیں۔ صحابہ کرام نے اپنے مال و جان و اولاد اور ہر قسم کی قربانیاں پیش کر کے اپنی غلامی کا حق ادا کر کے وہ مقام پالیا کہ قیامت تک قرآن کریم اس کا گواہ ہے...... کہ ان کے حق میں رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ (پ۳۰، سورۃ البینہ آیت:۸) کا فرمانِ الٰہی ہے کہ خدا ان سے راضی ہوگیا اور وہ خدا سے راضی ہوگئے۔ ہر مومن قرآن کریم میں پڑھ سکتا ہے۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو کفارِ مکہ نے محض اس وجہ سے سولی دی کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے غلام، کلمہ گو، حضور ﷺ کے جانثار تھے۔ وہ سُولی پر چڑھ گئے مگر دربار رسالت کی غلامی سے منہ نہ موڑا بلکہ یہ اعلان کرتے ہوئے سُولی قبول کی۔

رسول اللہ ﷺ توں صدقے جان میری
ایہہ فانی زندگی قربان میری

ادھر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سُولی دی جا رہی تھی تو خدا کے محبوب ﷺ نے مدینہ منورہ میں بیٹھ کر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی سُولی کا منظر اور ان کا پیغام صحابہ کرام کو سنا دیا۔ جب انہوں نے اپنی محبت رسول ﷺ اور تعلق کو بیان کرتے ہوئے یوں کہا اور اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ (پ۲۱، سورۃ الاحزاب آیت ۶) کا مفہوم یوں پیش کر دیا۔

دو گھڑیاں ٹھہر جا تقدیرے سانوں لکیاں توڑ نباہ لین دے
میں جان حوالے کر دیساں اس جان دا مالک آ لین دے

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو یہ مقام عطا فرمایا کہ مدینہ میں بیٹھ کر مکے میں سولی پر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہے تھے اور اپنے غلام کے ایمان کے گواہ تھے۔ اسی کا نام مقام حاضر و ناظر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی مقام کو پارہ ۲ آیت ۱۴۳ سورۃ بقرہ میں وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔ فرمایا ہے کہ بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں سب امتوں سے افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول ﷺ تمہارے نگہبان اور گواہ ہیں۔ جس سے نہ صرف یہ واضح ہو گیا کہ مسلمان جس کو ولی کہیں وہ ولی ہے بلکہ جس کو وہ مستحب جانیں وہ مستحب ہے۔ غوث پاک کی ولایت اور اولیائے کرام کی ولایت کے گواہ، خلفائے راشدین کی خلافت کے گواہ کہ وہ برحق ہے، بلکہ حضور امام الانبیاء ﷺ امت کے تقویٰ و طہارت کی بھی گواہی دیں گے کہ یہ لوگ قیامت میں گواہی کے لائق ہیں فاسق نہیں کہ علیکم کا ارشاد ہوا، اور سب سے بڑھ کر یہ حضور نبی کریم ﷺ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا کے ساتھ شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ کے مقام والے تمام انبیاء کرام کے حالات اور ان کی امتوں کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے، اور اپنی امت کے ہر ظاہر و باطن کا مشاہدہ کرنے والے، سب پر عینی گواہ ہونگے اس لئے کہ جب سابقہ نبیوں کی امتیں ان کی تبلیغ کا انکار کریں گی تو حضور ﷺ کی امت انبیاء کے حق میں گواہی دے گی اور حضور نبی کریم ﷺ امت کی گواہی کی تصدیق فرمائیں گے اور فیصلہ حضور ﷺ کی عینی گواہی پر صادر ہوگا کہ حضور نبی کریم ﷺ نبیوں کی نبوت کے گواہ، مومنوں کے ایمان اور منافقوں کے نفاق اور کفار کے کفر کے عینی گواہ ہوں

گے۔

تیری یاد ہماری شمع یقین ، تیرا نام ہمارا نقش نگیں
تیرے ذکر کی خوشبو جان چمن اے پاک نبی رحمت والے
اے پاک شجر کے پاک ثمر، تارے ہیں نبی اور تو ہے قمر
اے ماہ جبیں تری ایک کرن اے پاک نبی رحمت والے

جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ مقام کہ حضور پر فدا ہونے والے، رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ (البینۃ :۸) کا مقام پانے والے وہاں حضور ﷺ کے عیب بیان کرنے والے منافقین بھی تھے۔ وہ کلمہ گو بھی تھے، نمازیں بھی پڑھتے تھے، جہاد میں شریک بھی اور بظاہر اہل ایمان میں ملے جلے مگر دل میں حضور ﷺ کی شان کے منکر ،عیب گو، بات بات میں حضور ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرنے والے تھے۔ حضور ﷺ کے علم پر اعتراض ، کمالاتِ عطائیہ کا انکار، مقام حاضرو ناظر، علم غیب، حضور ﷺ کے اختیارات نبوت اور حیات النبی ﷺ کا انکار ان کا شیوہ تھا۔ ایک مجلس کے اندر دوران وعظ شریف حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری ساری امت کو مجھ پر پیش فرمایا اور مجھے علم دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا، کون کافر ہوگا کون منافق ہوگا ان کی پیدائش سے پہلے ہی اپنی صورتوں پر دکھائے گئے۔ اس پر منافقوں نے حضور ﷺ کی توہین کی اور کہنے لگے کہ ہم در پردہ کافر ہیں مگر حضور ﷺ ہم کو مومن سمجھتے ہیں۔ ہمارا پتہ نہیں اور دعویٰ یہ ہے کہ لوگوں کی پیدائش سے پہلے ہی آپ مومن، کافر اور منافق کو پہچانتے ہیں۔ اس پر حضور نبی کریم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور

فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ ہمارے علم پر اعتراض کرتے ہیں۔ فرمایا کہ قیامت تک ہونے والے واقعات میں سے جو چاہو پوچھ لو۔ اس پر حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ تو فرمایا کہ حذافہ۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دربارِ نبوی میں عرض کیا رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا (بخاری، کتاب العلم ج ا ص ۱۹۔۲۰، بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ ص ۷۷) کہ ہم اللہ کے رب ہونے پر، آپ کے نبی ﷺ ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہیں۔ اس پر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ اس قسم کے اعتراضات سے باز رہو۔ (تفسیر خازن ج ا ص ۳۸۲) اس پر (پ ۴ آل عمران آیت ۱۷۹) نازل ہوئی۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ...... اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ہو کہ مومن اور منافق ملے جلے رہیں بلکہ عنقریب منافقوں کو چھانٹ دیں گے، یہ کہ جدا کر دے گا گندے کو ستھرے سے۔ لہٰذا حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں جو کہے کہ مخلص اور منافق کی پہچان نہ تھی وہ اس آیت کا انکار کرتا ہے کہ "اللہ کی شان نہیں کہ عوام کو علم غیب عطا کرے ہاں اللہ چن لیتا ہے اس کے لئے وہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر"۔

معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو قیامت تک ہر واقعہ کی خبر دے دی اور اپنے خاص علم غیب پر مطلع فرما دیا۔ لہٰذا حضور اکرم نور مجسم ﷺ کے علم پر

اعتراض کرنا منافقوں کا کام ہے، اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے تمام اوصاف حمیدہ اور کمالات عطائیہ کو مانے، کیونکہ منافقوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے علم غیب کا انکار کیا تو اسی آیت میں فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ کا ارشاد کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ یہ بتا رہا ہے کہ وہ ایمان والے نہ رہے اور اس کے بعد وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (سورۃ آل عمران: ۱۷۹) کہ اگر ایمان لاؤ اور پرہیز گاری کرو تو تمہارے لئے بڑا ثواب ہے۔ یہ واضح کرتا ہے ایمان کے ساتھ تقویٰ ہدایت کے لئے ضروری ہے اور جو تقویٰ القلوب کے خلاف شعائر اللہ کی تعظیم کا منکر ہے وہ ہدایت والا نہیں ہوسکتا جیسا کہ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۔ (پ ۱۷ سورۃ الحج آیت ۳۲) میں ذکر ہو چکا ہے اور اس آیت سے واضح ہوگیا کہ اس میں خبیث کا لفظ منافقوں کے لئے آیا ہے۔ جنہوں نے حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کے علم پر اعتراض کیا ان کو چن چن کر علیحدہ کر دیا گیا اور مومن اور منافق کی پہچان اور تمیز کرادی کہ قیامت تک یہ پہچان اور تمیز قائم رہے گی کہ حضور نبی کریم ﷺ کے علم کا انکار اور جملہ کمالاتِ عطائیہ کا انکار خباثت، منافقت کی دلیل ہے۔

اس دور کے اندر عوام کے لئے مدارِ اُلوہیت کی وضاحت بہت ضروری ہے کیونکہ جو لوگ مدار الوہیت کو نہیں سمجھتے وہ حضور نبی کریم ﷺ کے جملہ کمالاتِ عطائیہ اور اوصاف حمیدہ اور خصائص النبوۃ پر شرک کا اظہار کر کے عوام کو غلط فہمی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ اظہار بالکل حقیقت کے خلاف ہے کیونکہ اس سے آیات قرآن

کریم کا صریح انکار ہوتا ہے جو کفر ہے اور ایسا غلط تاثر عوام کے لئے گمراہ کن ہے مگر افسوس کہ یہ غلط فہمی امتِ مسلمہ کے اندر فرقہ بندی اور نفرت وعناد تک پہنچ جاتی ہے کیونکہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک خدا کے نبی پر اعتراضات ایمان کی دلیل نہیں ہے جس کو دیوبندی اور غیر مقلد حضرات جزو دین پیش کرتے ہیں اور ان کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ کمالات کو ماننا شرک کہلاتا ہے، مگر کیا وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات پر اعتراض ایمان کی دلیل ثابت کر سکتے ہیں اور کیا ان کے نزدیک آیات قرآن کریم کا انکار کفر نہیں؟ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو ان کو اپنے نظریہ پر نظر ثانی کرنا ضروری ہے جبکہ ان کے درمیان اس خلیج کو جو حائل ہے اس کا ایک حل پیش کیا جارہا ہے اور وہ ہے مدارالوہیت، جس کے مطابق اگر مسائل پر غور وفکر کیا جائے تو تفرقہ اور عناد کی فضا ختم ہوسکتی ہے کیونکہ خدا کا حکم ہے کہ مومن اس کی کلام میں غور وفکر کرے۔ لہٰذا یہ نہ خیال کرے کہ اس کی طرف متوجہ کرنے اور دعوت دینے والا کون ہے بلکہ تحقیق جہاں سے ملے حاصل کرلے کہ متوجہ کرنیوالا بھی افرادامت سے ہے جس کی تمنا یہ ہے کہ عوام کے اندر یک جہتی کا جذبہ اس امر پر ہو کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں کیونکہ غلام کو آقا پر جرح کا حق نہیں۔ جنہوں نے غلامی کا حق ادا کردیا وہ مقبول بارگاہِ ربُّ العزت ہوگئے کیونکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف ایک لفظ تک نہ نکالا جو حکم ملا اس پر عمل کر کے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ (سورۃ البینۃ ۸) کا مقام پالیا اور وہ جماعت صحابہ کرام ہے جس کے متعلق خدا کے محبوب نے فرمایا: اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ۔ (مشکوٰۃ ص ۵۵۴۔ مرقاۃ ص

۱۸۰) کیونکہ وہ حضور کے ادب میں کامل نمونہ تھے۔ مدارِ الوہیت خدا کے مقام اَللّٰہُ الصَّمَدُ پر ہے کہ وہ بے نیاز ہے۔ چنانچہ سورۃ اخلاص کا مطالعہ عوام کے لئے ضروری ہے تا کہ مدار الوہیت کو سمجھا جا سکے، جس کا بیان ہے پارہ ۳۰ میں۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تم فرماؤ کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ اللہ بے نیاز ہے لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے۔ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے تشریف لانے سے قبل عرب کے اندر کفار بہت قسم کے تھے۔ دہریہ، مشرک، رب کی صفات کے منکر۔ رب تعالیٰ کی اولاد ماننے والے وغیرہ۔

مدارِ اُلوہیت

حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور خداوند تعالیٰ نے کلام پاک میں اپنی توحید کا اعلان قُلْ کے ارشاد سے نبی کریم ﷺ سے کرادیا تاکہ عوام جان لیں کہ توحید کے مقام اور خدا کی شانِ بے نیازی اور جملہ صفاتِ الٰہیہ سے قبل قُــــلْ کے مطابق ایمان لانا ہے تاکہ حضور ﷺ کے مقام نبوت اور رسالت پر ایمان ہو، مقدم ہے کیونکہ توحید وہی قبول ہوگی جس کی تعلیم خدا کا محبوب ﷺ بیان کرے۔ اس لئے حضور نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک کے اظہار کے بغیر نہ خدا کا پتہ لگ سکتا ہے نہ اس کی توحید کا، نہ شان بے نیازی کا، نہ ہی جُملہ صفاتِ الٰہیہ کا۔ لٰہذا مومن وہی ہوسکتا ہے اور خدا کے نزدیک اس کا ایمان قبول ہوسکتا ہے جو رب تعالیٰ کی شان اور اس کی صفات کو خدا کے محبوب کی تعلیم سے مانے مگر حضور کو چھوڑ کر اور دامن مصطفےٰ ﷺ سے تعلق توڑ کر کسی کا توحید پر ایمان قابل قبول نہیں ہوسکتا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیم سے خدا کی شان یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے نہ اجزا ہیں، نہ اس کا کوئی شریک، نہ اس کی کوئی مثل، جس سے تمام کفارِ عرب کے عقائد باطلہ کی تردید ہوتی ہے کیونکہ کفار عرب خدا تعالیٰ کے بارے میں حضور ﷺ سے سوال کرتے تھے کہ کیا اللہ سونے کا ہے یا چاندی کا، وہ کیا کھاتا پیتا ہے اس کا حسب نسب کیا ہے؟ ان کے جواب میں یہ سورۂ شریف نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان) اور اگلی آیت میں بیان ہے کہ وہ بے نیاز ہر چیز سے غنی ہے، نہ کھائے، نہ کسی کام میں کسی کا حاجت مند، اور اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو کہتے تھے کہ اکیلا خدا اتنے بڑے

جہاں کو نہیں سنبھال سکتا۔ اس نے اپنی مدد کے لئے شرکاء چن لئے ہیں اس لئے وہ ان کی پوجا کرتے تھے۔ اس کے بعد ان لوگوں کے عقیدے کا رد ہے۔ جو خدا کے اولاد ماننے والے تھے۔ کیونکہ اولاد باپ کی جنس سے ہوتی ہے مگر رب تعالیٰ جنس و مثل سے پاک ہے، اور جو کسی سے پیدا ہو وہ حادث ہوتا ہے مگر رب تعالیٰ ہمیشہ سے ہے، اولاد کی ضرورت بقاء نسل کے لئے ہوتی ہے جس کا محتاج فانی ہے۔ جو ہمیشہ باقی ہو اسے نسل سے کیا کام۔ لہٰذا اس میں مشرکین اور یہود اور نصاریٰ سب کا رد ہے کہ مشرکین فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں کہتے۔ یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے اور پھر فرمایا کہ اس کا کوئی جوڑ ذات میں، نہ صفات میں ہے کیونکہ وہ واجب ہے، خالق ہے، باقی سب ممکن مخلوق، اور حادث ہیں۔ اس کی ذات میں صفات ذاتی، قدیم، غیر محدود ہیں مگر مخلوق کی صفات عطائی حادث اور محدود ہیں۔

معلوم ہوا کہ خدا کے محبوب کے لئے علم غیب کا ماننا، حاضر و ناظر ماننا شرک نہیں کہ اس میں رب تعالیٰ کی ہمسری نہیں بلکہ اس کی عطا کا اظہار ہے جیسے انسان کو سمیع و بصیر بنایا ہے کہ یہ اس کی قدرت کا اظہار ہے۔ انسان اس میں خدا کی ذات کا محتاج اور نیاز مند ہے مگر خدا خود ذاتی طور پر سمیع و بصیر ہے، جس میں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اسی طرح سے حضور پاک ﷺ کے اختیارات اور حیات طیبہ بھی خدا کی عطائی ہیں مگر خدا تعالیٰ کی صفات ذاتی اور وہ ذاتی طور پر اختیارات کا مالک حَیٌّ و قَیُّوْم ہے، وہ اس میں کسی کا محتاج نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی نورانیت اس کی عطا سے ہے مگر خدا

تی طور پر بے مثل و بے مثال نور ہے۔ لہٰذا خدا کے محبوب ﷺ کے جملہ کمالات اور
صاف حمیدہ سب خدا نے عطا کئے ہیں اور آیات قرآن کریم سے اس کا اظہار ہوا
ہے۔ ان پر ایمان لانا عین دین ہے کہ خدا کے فرمان کی تعمیل ہے اور شرک نہیں۔ لہٰذا
ن کا انکار کرنا ان آیات مقدسہ کا انکار ہے۔ ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی شان
بوت و رسالت کو حضور ﷺ کے جملہ کمالات اور اوصاف حمیدہ کے ساتھ جس کا
دا نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے ماننا ہی دین اور ایمان ہے۔ بازار میں اسی نوٹ
لی قدر و قیمت ہے جس پر حکومت کی مہر ہوتی ہے۔ حضور نبی پاک ﷺ کی شان اور
کمالات اور اوصافِ حمیدہ پر آیات قرآن کریم کی مہر ثبت ہے۔ شیطان بھی موحد مگر
لعون اس لئے ہوا کہ اس نے مقام نبوت اور اس کے احترام کا انکار کیا۔ لہٰذا مقام
بوت کا انکار جس پر مہر خداوندی قرآن کریم کی آیات کریمہ سے ثبت ہے دین داری
نہیں، نہ ایمان کی دلیل ہے کیونکہ اس کی حقانیت پر جب تک ایمان نہ ہوگا قیامت کے
بازار میں خالی توحید کا دعویٰ قبول نہ ہوگا کہ جو پہلے ہی مردود ہو چکا وہ بعد میں کیونکر قبول
ہو سکتا ہے۔ خدا کی ذات کو خدائی میں بے نظیر و بے مثال ماننا دین ہے تو اس کے محبوب
کو مصطفائی میں بے نظیر و بے مثال ماننا بھی دین ہے کیونکہ خدا کی ذات کا خدائی میں
کوئی شریک نہیں اور اس کے محبوب کا مصطفائی میں کوئی شریک نہیں۔

قرآن کی روشنی ہے بیانِ رسول ﷺ میں
اللہ بولتا ہے زبانِ رسول ﷺ میں

سورۂ اخلاص میں اللہ تعالیٰ نے اپنی شان بے نیازی کے اعلان سے مدارِ
اُلوہیت کو بیان کر کے تمام غلط فہمیوں کو دور کر دیا ہے۔ جس کے باعث امت مسلمہ

کے اندر انشقاق وافتراق اور نفرت وعناد کی جو فضا قائم کی جاتی ہے۔ اس کے ردّ میں ہر مسئلہ کا حل عوام کے لئے آسان کر دیا ہے، جس کے نتیجہ میں یک جہتی کا جذبہ قائم ہو سکتا ہے کیونکہ نہ ہی علم غیب نہ حاضر و ناظر کا مقام، نہ اختیارات نبوت اور نہ ہی حیات النبی کے مقام کو شرک کہا جا سکتا ہے جب کہ یہ تمام کمالات اور اوصاف حمیدہ خدا کی عطا سے حضور نبی کریم ﷺ پانے والے ہیں جس میں حضور ﷺ ان کے حصول میں اللہ تعالیٰ کے محتاج اور حاجت مند ہیں اور خدا عطا کرنے والا بے نیاز اور ہر شی کی عطا پر قادر اور علی کل شی قدیر کے مقام والا ہے۔ اس نے حضور نبی کریم ﷺ کو رحمۃ للعالمین کا مقام عطا کیا ہے، جس شان کا آپ مطالعہ کر چکے ہیں کہ آپ ﷺ کو جملہ علوم غیبیہ، اسرار و رموز الٰہیہ، جزئیات کلیات، حقائق و معارف کی عطا ہے اور حضور راز دانِ مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْنُ کا مقام رکھتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ (پ ۵ النساء آیت ۱۱۳) کہ محبوب ہم نے آپ کو وہ علوم عطا فرمائے جو آپ نہ جانتے تھے یہ اللہ کا بڑا فضل ہے آپ پر۔ جس کے متعلق تفسیر جلالین میں بیان ہے کہ اس آیت میں لفظ ما عموم پر آیا ہے کہ جو آپ کو عطا ہوا وہ مِن الاحکام والغیب دونوں ہیں اور آیات پر ایمان لانا ہی ایمان کی دلیل ہے مگر کافر اس لئے کافر ہوا کہ اس نے احکاماتِ الٰہیہ کا انکار کیا اور منافق اس لئے منافق ہوا کہ دعویٰ ایمان کے بعد خدا کے نبی کے کمالات عطائیہ کا انکار کیا۔ صرف مومن ہی احکامات الٰہیہ پر اور حضور نبی کریم ﷺ کے کمالات اور اخلاق حمیدہ پر ایمان رکھتا ہے اور اعتراض نہیں کرتا۔

یارسول اللہ ﷺ کا ثبوت

تخت ہے اُن کا تاج ہے اُن کا دونوں جہاں میں راج ہے اُن کا
جن و ملک ہیں اُن کے سپاہی خدا کی خدائی میں اُن کی ہے شاہی

سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کا یہ مقام ہے کہ خداوند تعالیٰ نے سابقہ نبیوں کے نام لے کر پکارا۔ کبھی فرمایا ۔ یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ۔ (پ ۱، سورۃ بقرہ آیت ۳۵)۔ کہیں فرمایا فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى۔ (پ ۱۶، سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱) کہیں فرمایا يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ (پ ۳، آل عمران ۵۵) مگر اپنے محبوب سرور کائنات ﷺ کو القابات کے ساتھ پکارا ہے اور تحفظ ناموس مصطفےٰ ﷺ اور منصب رسالت کا درس دیا ہے۔ کہیں فرمایا يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۔ (پ ۶، سورۃ المائدہ آیت ۴۱) کہ یارسول اللہ تمہیں غمگین نہ کریں وہ جو کفر پر دوڑتے ہیں۔ کہیں فرمایا يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (پ ۶، سورۃ المائدہ آیت ۶۷) یارسول اللہ آپ پہنچا دو جو کچھ اُتارا تمہاری طرف تمہارے رب نے۔ کہیں فرمایا يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا (پ ۲۲، سورۃ الاحزاب آیت ۴۵) یا نبی اللہ ہم نے آپ کو بھیجا ہے شاہد بنا کر حاضر و ناظر کی شان کے ساتھ۔

ان آیات سے معلوم ہو گیا کہ خدا کے محبوب ﷺ کو نام لے کر یا معمولی الفاظ سے نہ پکارا جائے کہ خدا نے ایسا نہیں کیا بلکہ سابقہ نبیوں کے نام لے کر پکارا مگر حضور نبی کریم ﷺ کو اچھے القابات کے ساتھ پکارا ہے اور منصب رسالت کو تحفظ دیا ہے جیسا کہ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ (المائدہ: ۴۱) کا ارشاد بتا رہا ہے کہ اس کا ترجمہ یارسول

اللہ ﷺ ہے۔ لہٰذا یا رسول اللہ ﷺ کا خطاب قرآن میں ان آیات میں واضح ہے اور یہ اس لئے ہے کہ مومنوں کو ادب مصطفےٰ ﷺ سکھایا گیا ہے کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کو ادب کے ساتھ یا رسول اللہ ﷺ کے خطاب سے یاد کریں اور ناموس مصطفےٰ ﷺ کو دل میں جگہ دیں۔ اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں حضور نبی کریم ﷺ کے ادب میں گزریں۔ ہمیشہ جب بھی خطاب فرماتے پہلے کہتے فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ۔ اور ہجرت کے موقع پر جب خدا کا محبوب مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور نبی کریم ﷺ کا ادب واحترام کیا۔ یُنَادُوْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ کہا۔ (مسلم ج ۲ ص ۴۱۹) وہ پکارتے یا رسول اللہ ﷺ۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا جلوس مدینہ منورہ کے بازاروں اور گلیوں سے گزرا۔ صحابہ کرام یا رسول اللہ پکارتے، بچیاں گیت گاتیں طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا کہ چودہویں کا چاند آ گیا ہے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۵۰۷، البدایہ والنہایہ ص ۱۹۵ ج ۳، الوفا/ص ۲۵۲) خدا کے محبوب ﷺ نے کسی بھی موقع پر صحابہ کرام کو یا رسول اللہ کے خطاب سے منع نہ فرمایا کیونکہ جب خداوند تعالیٰ کا بھی یہی فرمان قرآن میں موجود ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ (سورۃ المائدہ:۴۱) سے خطاب فرمایا ہے۔ جماعت اہل سنت بھی وہی خطاب زبان پر لاتے ہیں جو سنت صحابہ کرام ہے اور خدا کا فرمان ہے اور اسی لئے خدا کے فرمان صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (سورۃ الاحزاب:۵۶) کی تعمیل میں اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ پڑھتے ہیں۔ کہ خدا کے فرمان یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ (سورۃ المائدہ:۴۱) کے مطابق یا رسول اللہ کے الفاظ ہی اس کے مصداق ہیں مگر اس حقیقت کو جھٹلانے والے حضرات

یوبندی اور غیر مقلد وغیرہ، زبان پر یارسول اللہ کے الفاظ کا لانا شرک اور گناہ سمجھتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ سے منہ موڑتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور (معاذ اللہ) یارسول اللہ مردہ باد کہتے ہیں۔ ان کی زبان پر مرتے دم تک یارسول اللہ نہیں آسکتا کیونکہ نعرۂ رسالت ان کے نزدیک نہ دین ہے نہ اسلام ہے مگر جماعت اہل سنت نعرہ تکبیر، اللہ اکبر اور نعرۂ رسالت، یارسول اللہ، دونوں پر ایمان رکھتے ہیں مگر جو لوگ سنت صحابہ کو چھوڑ کر نجات کے متمنی ہیں۔ قرآن کریم کی تعلیمات سے بے بہرہ ہیں جو سورۃ مائدہ کے رکوع نمبر ۶ تا ۹ میں واضح طور پر بیان ہے جس کا انکار کفر ہے۔ اور ہر قوم کی پہچان ہوتی ہے اور یارسول اللہ اہل سنت و جماعت کی پہچان ہے بلکہ اس پر اس کا ایمان ہے کہ یہی خدا کا فرمان ہے اور حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اسی پر اجماع ہے کہ یہی سنت صحابہ کرام ہے۔

اسم احمد کی تعظیم کے منکرو ان کی عظمت کو قرآن میں دیکھ لو
بے لقب ان کا نام مبارک کہیں انکے معبود نے بھی پکارا نہیں

اِس حقیقت کی موجودگی میں جماعت اہل سنت خدا کے فرمان صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (سورۃ الاحزاب:۵۶) کی تعمیل میں اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ پڑھتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام دونوں کے پڑھنے کا حکم ہے۔ ہر مجلس میں اور جب بھی حضور نبی کریم ﷺ کا نام سنے اس فرمان کی تعمیل کرے۔ اِس لئے نماز کے اندر حضور ﷺ کی تعلیم کے مطابق پہلے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِی

وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ' (الخ) پڑھتے ہیں اور پھر درود ابراہیمی اور حضور ﷺ جواب دیتے ہیں کہ وہ ہمارا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں جو جواب نہ دے سکے اسے سلام کرنا ہی منع ہے۔ جیسے کہ سونے والا یا نماز پڑھنے والا یا استنجہ کرنے والا کہ خدا کا فرمان ہے۔ وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَآ اَوْ رُدُّوْھَا۔ (پارہ ۵ سورہ النساء آیت ۸۶) اور جب تمہیں کوئی سلام کرے تو تم اس سے بہتر الفاظ میں جواب میں سلام کہو یا وہی کہہ دو۔

اور ہر نماز میں سلام کیا جاتا ہے اور جواب دینا بھی فرض ہے اس لئے حضور نبی کریم ﷺ سنتے اور جواب دیتے ہیں جس سے نماز کی قبولیت ہوتی ہے۔ جن کا عقیدہ حضور ﷺ کے مقام، حاضر وناظر پر نہیں وہ نہ تو یا رسول اللہ زبان پر لاتے ہیں نہ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب:۵۶) کی تعمیل میں اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ پڑھتے ہیں بلکہ ہمیشہ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس کو شرک کہہ کر عوام کو فریب دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ نماز کے اندر اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ (بخاری ص ۱۱۵ ج ۱، مسلم ج ۱ ص ۱۷۳) پڑھ کر بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کو حاضر وناظر سمجھ کر نہیں پڑھا، نہ وہ سنتے ہیں، نہ جواب دیتے ہیں اس لئے وہ صرف درود ابراہیمی پڑھتے ہیں۔ حالانکہ درود ابراہیمی صرف نماز کے اندر پڑھنے کا حکم ہے نماز کے باہر درود ابراہیمی غیر کامل ہے کیونکہ قرآن کریم میں صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (سورۃ الاحزاب:۵۶) دونوں کے پڑھنے کا حکم ہے اور درود ابراہیمی میں صرف درود پاک ہے سلام نہیں۔ لہٰذا وہ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا پر عمل نہیں کرتے اور جو لوگ عمل کرتے ہیں ان کو اس سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بدعت اور شرک ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ یارسول اللہ زبان پر نہ لانے والے خدا کے فرمان یَآاَیُّھَا الرَّسُوْلُ کو یا تو سمجھتے نہیں یا پھر اس کا انکار کرتے ہیں جو کفر ہے۔ دوسرے یہ کہ اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ کی مخالفت کر کے خدا کے فرمان صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (سورۃ الاحزاب:۵۶) کی تعمیل کی بجائے اس کا بھی انکار کرتے ہیں جو کفر ہے۔ تیسرے یہ کہ نماز کے اندر اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِی پڑھ کر بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور کو حاضر و ناظر سمجھ کر نہیں پڑھا، نہ وہ سنتے ہیں، نہ جواب دیتے ہیں۔ ان کی نماز کیونکر قبول ہوتی ہے جب وہ خدا کے فرمان صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب:۵۶) کی تکذیب کرتے ہیں بلکہ خود کو دربار خدا میں حاضر سمجھ کر اور خدا کے نبی کو خدا کے دربار میں غیر حاضر سمجھ کر جب کہ وہ واصل باللہ ہیں، کیا نبی کریم ﷺ کی توہین نہیں کرتے؟ جبکہ خود نبی کریم ﷺ سے عمل میں آگے بڑھتے ہیں حالانکہ خدا کا حکم ہے۔ لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ (پ۲۶، سورۃ الحجرات:۱) اس لئے خود کو خدا کے دربار میں حاضر مانتے ہیں مگر حضور نبی کریم ﷺ کو حاضر نہیں مانتے۔ اس لئے ان حالات میں ان کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور وہ نبی کریم ﷺ کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں، بلکہ جو سلام کو نہ سنے نہ جواب دے سکے اسے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ پڑھ کر حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں کہ اس کو سلام کرنا ہی منع ہے۔ لہٰذا ان کا عقیدہ سراسر باطل ہے۔ کیا ان کی نماز سے حضور ﷺ کی توہین نہیں ہوتی۔ جس کی سزا لعنت اور عذاب جہنم ہے کہ ارشاد ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔ (پ۲۲ سورۃ

الاحزاب آیت ۵۷)

خدا کے نبی ﷺ کا یہ مقام ہے کہ شب معراج جنت میں پہنچ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی آواز کو سن لیا حالانکہ بلال رضی اللہ عنہ مکہ کی گلیوں میں چل رہے تھے۔ جن کا مقام یہ ہے وہ ہمارا صلوٰۃ وسلام بھی سنتے ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ رسول ﷺ ہو کر مسجد نبوی میں منبر رسول ﷺ پر کھڑے ہو کر خطبہ کے دوران فرمایا۔ یَا سَارِیَ الْجَبَلَ اور لشکر اسلام کے سپہ سالار نے ملک نہاوند میں سینکڑوں میل کے فاصلے پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز کو سن لیا اور اس پر عمل کر کے دشمن پر فتح پائی۔ جبکہ مشکوٰۃ شریف میں بیان ہے فَجَعَلَ یُصِیْحُ یَا سَارِیَ الْجَبَلَ (مشکوٰۃ باب الکرامات، تیسری فصل ص ۵۴۶، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۳۷۰، تاریخ الخلفاء ص ۱۲۵) مگر ان لوگوں کے ایمان کا کیا حال ہے جو خود (ریڈیو) بی بی سی لندن کا پروگرام سنتے ہیں مگر عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا کا نبی ہمارا سلام نہیں سنتا حالانکہ مدینہ منورہ لندن سے نصف فاصلہ پر ہے۔ یہ انسان کی ایجاد ہے کہ گھر گھر میں ریڈیو، ٹیلی ویژن پر بولنے والے کی آواز سنی جاتی ہے اور ٹیلی ویژن سیٹ میں وہ نظر بھی آتا ہے، گھر گھر میں موجود ہوتا ہے مگر خدا کے نبی ﷺ کی شان میں یہ عقیدہ سراسر گستاخی ہے۔ آج بھی یہ لوگ نہیں سمجھتے اور یہی کہتے ہیں کہ نہ سنتے ہیں نہ حاضر و ناظر۔ ایک معمولی آدمی تو سن لے اور دیکھ لے مگر خدا کا نبی نہ سنے اور نہ دیکھے، کیا یہ سراسر حضور ﷺ کی توہین نہ ہوگی کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا روحانی سیٹ خدا کی عطا سے انسان کی ایجاد سے بدرجہا کمال پر ہے۔ ان لوگوں کے ایمان کا یہ حال ہے تو نماز کیسے قبول ہوگی۔ اس دور کے اندر جب یہ مسئلہ ایجاد زمانہ کے باعث حل ہو چکا ہے پھر بھی انکار کرنے

والے اپنے آپ کو عالم کہلانے اور مفتی کہلانے کے کیونکر حق دار ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ علم کی سراسر توہین ہے۔ سائنس دانوں کو اسلام کا پیغام یہ لوگ کیونکر پہنچا سکتے ہیں جب یہ خود اس کے نااہل ہیں۔ اس دَور میں مصنوعی سیارے، رڈار اور ٹیلی ویژن کی ایجاد نے ثابت کر دیا ہے کہ انسان کمرے میں بیٹھ کر ہزاروں میل دور سے پیغامات سنتا ہے اور پیغام رساں کو دیکھتا ہے مگر یہ لوگ اپنے نبی کے بارے میں منفی عقیدہ رکھتے ہیں اور پھر دعویٰ ایمان بھی ہے۔ ایسا عقیدہ عوام کو فریب دینے والا کیوں نہیں؟ ان کو توبہ کرنی چاہئے ورنہ سخت پکڑ ہوگی۔ اندریں حالات یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ایسے لوگ آیاتِ قرآن کے خلاف عقیدہ رکھنے والے گمراہ ہیں۔

خدا کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی کیونکہ اس کا فرمان ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (پ ۵، سورۃ النساء آیت: ۸۰) مگر منافقین اور نبی پاک کے گستاخوں نے اس کے جواب میں کہا کہ کیا ہم آپ کو رب مان لیں۔ یہی باتیں ہر دَور میں نظر آتی ہیں کہ جہاں مومن ایمان لانے والے حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت میں خدا کی اطاعت پر یقین رکھتے ہیں۔ بعض لوگ شرک بیان کر کے وہی مفہوم ظاہر کرتے ہیں جو سراسر حقیقت کے خلاف ہوتا ہے مگر عوام میں اس کا تاثر یہ ہوتا ہے کہ یک جہتی کا جذبہ مجروح ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں قرآن کریم کا مطالعہ کیا جائے تو ایسے لوگوں کا محاسبہ قرآن کریم کے فرمان سے سامنے آجاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ یہ سنگدل لوگ نُور سے محروم گمراہ ہیں اور موجب عذاب ہیں۔

ذِکرُ اللہ کا ثبوت

اللہ کریم کا ارشاد مبارک ہے۔ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ (پ۲۳، سورۃ الزمر آیت ۲۲) کیا جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا اور وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے اس جیسا ہے جو سنگدل نور سے محروم ذکر اللہ سے روکتا ہے اس کا ٹھکانہ ویل جہنم ہے کہ وہ کھلی گمراہی میں ہے۔

اس آیت میں اللہ کے فضل وکرم سے نورِ قلبی کا ذکر ہے کہ اسؑ سے مومن کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا ہے۔ خدا کے محبوب ﷺ کا شرح صدر ہوا تو مثل آفتاب کے سراجاً منیراً بن کر کائناتِ عالم میں مشرق ومغرب میں ہر طرف ہر مقام پر نورانیت کی کرنیں بکھیرنے والا تجلیات الٰہیہ کا کھلا ہوا دروازہ بن کر عطائیں تقسیم کرنے والا، قیامت تک تصرف کرنے والا ہوگیا، بلکہ جہاں آفتاب اپنا تصرف نہ کر سکے حضور ﷺ وہاں بھی اپنی نورانی کرنیں پہنچا کر دلوں کی سیاہی دُور کرتے اور قبر کی تاریکی کو دُور کرتے ہیں۔ صحابہ کرام نے اس نورانیت سے جو فیض حاصل کیا اس سے ان کی زبان پر ذکر اللہ جاری ہوگیا۔ وہ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ورد کرنے لگے۔ خدا جل شانہٗ نے فرمایا۔ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (پ۲ سورۃ البقرہ آیت ۱۵۲) کہ تم میرا ذکر کرتے ہو میں تمہارا ذکر کرتا ہوں۔ کفر مقابلے پر آ گیا۔ اس نے روکنے کی کوشش کی مگر مومنین کے دل اللہ کے ذکر سے چین پانے والے ہوگئے کیونکہ خدا جل شانہٗ نے فرمایا۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ (پ۱۳، سورۃ رعد: ۲۸)

خبر دار دل اللہ کے ذکر سے چین پاتے ہیں۔ جماعت اہل سنت صحابہ کرام کے اس عمل کو جاری رکھنے کے لئے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ آج اس کی مخالفت کرنے والے اس کو بدعت کے نام سے موسوم کر کے ان کو بدعتی کہہ کر پکارتے ہیں مگر خدا کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس کا خاتمہ کلمہ طیبہ پر، اللہ کے ذکر پر ہو گیا اس پر جنت واجب ہو گئی اور مومن حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کے فرمان پر ایمان رکھتے ہوئے اپنے حسن خاتمہ کے لئے اس ورد کو زبان پر جاری رکھنا نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں جس پر اسلام کی بنیاد ہے کیونکہ جس کے دل میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کا مقام ہے، وہی مومن ہے کہ اس کا دل پاک ہو گیا اس کا تزکیہ نفس ہو گیا اور پاک کا مقام جنت ہے، مگر اس سے روکنے والا خدا اور رسول کے ذکر سے نفرت کرنے والا تزکیہ نفس سے محروم ہو کر نا پاک ہی رہا کہ وہ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (سورۃ البقرہ:۱۵۲) کو نہیں سمجھتا کہ خدا فرمائے کہ جو میرا ذکر کرتا ہے میں اِس کا ذکر اور چرچا کرتا ہوں۔ جس کا خدا ذکر کرے اُس پر رحمتوں کا نزول ہوتا ہے جس سے اس کو اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے۔

ثابت ہوا کہ اہل سنت و جماعت کا یہ عمل باعث رحمت اور باعث نجات ہے۔ روکنے والا محروم رہا، نہ اس کا تزکیہ نفس ہوا، نہ وہ پاک ہوا اور زبان سے اس کی مخالفت کر کے اسلام کے مخالف ٹولہ کی تائید کفار اور منافقین کی تائید والا ہو گیا۔ صحابہ کرام نے ذکر اللہ کرتے ہوئے اپنی جان، مال، اولاد اور وطن کی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ جس کا صلہ یہ ملا کہ ان کے عمل اور یقین محکم کی بنا پر خدا نے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (سورۃ البینۃ آیت:۸) کا مقام عطا فرما دیا جو ان کے عمل کی تصدیق پر

مہر ہے اور قیامت تک یہ مہر جاری ہو گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے خدا کے محبوب ﷺ اور نبی کی محبت اور ایمان کی نگاہ سے زیارت کی، اصحاب کا درجہ پالیا کہ خدا کے محبوب ﷺ نے اعلان فرمادیا اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمُ اهْتَدَیْتُمْ۔ (مشکوٰۃ باب مناقب صحابہ تیسری فصل ص ۵۵۴، مرقاۃ ص ۲۸۰) کہ میرے صحابہ مثل ستاروں کے ہیں جنہوں نے ان کی اقتداء کی ہدایت پا گئے۔ لہٰذا اہل سنت صحابہ کے اس عمل سے ہدایت والے ہیں۔ مخالف ہدایت والا نہیں ہو سکتا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف کافر کی مار کھائی، اس کے ظلم برداشت کرنے لیے مگر اللہ سے منہ نہ موڑا۔ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا لونڈی تھیں، اس نے ذکر اللہ نہ چھوڑا مگر ابو جہل کے ہاتھوں قتل ہو گئیں اور شہادت پائی۔ ایک وقت آیا کہ وہی امیہ کافر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں غزوہ بدر میں واصل جہنم ہو گیا۔ گویا دنیا میں ہی ذکر اللہ کی مخالفت کی سزا پالی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس کی مبارک دی کہ دشمن خدا اور رسول اللہ ﷺ کے ذکر کو روک کر نامراد دنیا سے رخصت ہوا۔ اس پر پابندی لگانے والا کیونکر نجات پا سکتا ہے۔

صلوٰۃ وسلام کا حکم

اہل سنت و جماعت خدا کے محبوب ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کا تحفہ پیش کرتے رہتے ہیں کیونکہ خدا کے حکم صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (سورۃ الاحزاب:۵۶) پر عمل کرتے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان اَكْثِرُ الصَّلٰوۃَ کہ صلوٰۃ وسلام کی کثرت کرتے ہیں کہ یہ عمل قیامت کے روز کام آئے گا اور میزان کے وقت نیکیوں کے وزن کو بڑھا کر جنت کا مقام دلوادے گا، اور خداوند تعالیٰ نے اعلان فرمادیا کہ خدا کے محبوب ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کا یہ مقام صدقہ حضور ﷺ کے ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہمیں کیسے نوازا جاتا ہے تو آیت نازل ہوئی کہ مومنوں کو بھی انعام ملے گا اور وہ (پارہ۲۲) میں ہے۔ هُوَ الَّذِیْ يُصَلِّیْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا○ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا۔ (پ۲۲،سورۃ الاحزاب ۴۳۔۴۴) کہ وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے کہ تمہیں اندھیرے سے اُجالے کی طرف نکالے کہ وہ ایمان والوں پر مہربان ہے، ان کے لئے ملاقات کے وقت کی دعا سلام ہے اور ان کے لئے عزت کا اجر وثواب تیار ہے۔ اس آیت کی رو سے خدا کے نیک بندوں صحابہ کرام اور ان کی سنت پر عمل کرنے والوں کے لئے خدا کا سلام بوقت نزع، قبروں سے نکلتے وقت، جنت میں داخلہ کے وقت اور بالآخر جنت کے اندر ملے گا۔ کفار اور منافقین اس کی مخالفت کرتے تو صحابہ کرام اس کی پرواہ نہ کرتے۔

میلادُ النبی ﷺ

آج اہل سنت و جماعت صحابہ کرام کی سنت پر عمل کرتے ہیں، خدا کے حکم کو مانتے ہیں۔ مخالف لوگ روکتے ہیں مگر ان کا روکنا خدا اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پارہ ۱۱ سورۃ یونس میں فرمایا ہے۔ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (آیت: ۵۸) کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کی آمد پر خوشیاں مناؤ یہ تمہارے دھن دولت سے بہتر ہے۔ اس پر عمل کرتے ہوئے جماعت اہل سنت خدا کے محبوب کا میلاد کا دن مناتے ہیں کیونکہ حضور اللہ کا فضل ہیں کہ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ہیں (پ ۵، سورۃ النساء: ۱۱۳) حضور نبی کریم ﷺ اللہ کی رحمت ہیں کہ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء: ۱۰۷) ہیں۔ اس حکم خداوندی کی تعمیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کی تو ہجرت کے موقع پر حضور نبی کریم ﷺ کا ورود مسعود جب مدینہ منورہ میں ہوا تو حضور ﷺ کی آمد پر خوشیاں منائیں، جلوس نکالا، جس میں خدا کا محبوب بنفسِ نفیس اونٹنی پر سوار تھا اور طلع البدر علینا کے گیت گائے گئے تھے، جلسے ہوئے جس میں حضور ﷺ تشریف فرما تھے اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر جلوہ افروز ہوئے تھے اور اپنے صدیوں سے منتظر یمن کے بادشاہ، حضور نبی کریم ﷺ کے غلام جمال حمیری لقب تبعہ کا رُقعہ طلب فرمایا جو صندوق میں پڑا تھا۔ صدیوں سے بند حضور ﷺ کی آمد کا منتظر تھا۔

جماعت اہل سنت خدا کے محبوب ﷺ کا یوم میلاد مناتے، خوشی محسوس کرتے، جلسے اور جلوس نکالتے ہیں اور خدا تعالیٰ جل شانہٗ کے فرمان کے مطابق خوشی مناتے ہیں۔ مخالف لوگ اِس کو بدعت کہتے ہیں بلکہ براہین قاطعہ صفحہ ۱۴۸ کے اندر مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی نے بیان کیا ہے کہ" پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا مثل ہنود کے سانگ کرشن کھنیا کے ہے ہنود اس کو ایک مرتبہ مناتے ہیں اور یہ لوگ جب چاہتے مناتے ہیں۔اس میں قیام کرتے ہیں جو حرام ہے"۔

یہ ہے جذبہ محبت مصطفیٰ جس کا اظہار ان الفاظ میں ایک دیوبندی مولوی نے کیا کہ اہل اسلام کو مثل ہنود کے اور خدا کے محبوب کو مثل کرشن کھنیا کے بیان کیا ہے اور صلوٰۃ وسلام کو کھڑے ہو کر پڑھنے کو حرام قرار دیا ہے۔ حالانکہ صلوٰۃ وسلام کا پڑھنا ....صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب:۵۶) پرعمل ہے۔خدا تعالیٰ جل شانہٗ کے فرمان کی تعمیل ہے اور اس حکم میں کوئی پابندی نہیں کہ کھڑے ہو کر نہ پڑھو نہ ہی اس کی ممانعت پر اس کے مخالفین کے پاس ثبوت ہے مگر اس کا جواز حضور ﷺ کے اس عمل سے ملتا ہے کہ حدیث پاک میں بیان ہے کہ جب بھی سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا پیارے آقا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں حضور ﷺ کھڑے ہو کر سیدہ فاطمہ کے آنے پر خوشی کا اظہار فرماتے اور ایسے ہی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بھی حضور نبی کریم ﷺ کے تشریف لانے پر کھڑے ہو کر استقبال کرتیں۔ اگر کھڑا ہونا حرام ہوتا تو حضور نبی کریم ﷺ اس کی ممانعت فرماتے مگر حضور ﷺ نے قیام فرما کر حرام کہنے والوں کی گستاخی اور دین میں غلط بیانی کا ثبوت فرما دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے

کہ ایسے منہ زور لوگ ہی دین کے اندر فتنہ کا دروازہ کھولتے ہیں جو عوام کے جذبۂ یک جہتی کو ٹھیس پہنچاتا ہے اور قابل افسوس ہے بلکہ مشکوٰۃ باب فضائل النبی میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر اپنی ولادت پاک کا ذکر فرمایا۔ قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ اَنَا کہ کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں کون ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ تب آپ نے فرمایا۔ اَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ کہ حضور ﷺ نے اپنا نسب نامہ بیان فرمایا کہ میں محمد بیٹا حضرت عبداللہ کا پوتا حضرت عبدالمطلب کا ہوں۔ پھر فرمایا کہ جب مخلوق کو پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہتر مخلوق سے پیدا کیا اور اس کا شکر ہے اس نے عرب اور عجم کے دو حصے کیے اور ہمیں عرب سے پیدا کیا۔ عرب کے قبائل بنائے تو ہمیں قبیلہ قریش سے پیدا کیا۔ قریش کے خاندان بنائے تو ہم کو خاندان بنو ہاشم سے پیدا کیا۔ تب فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خاتم النبیین بنایا۔ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول کی اور ہم اس کی دعا سے ہیں جب انہوں نے دعا کی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلاً۔ (پ۱، البقرہ آیت ۱۲۹) ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہیں کہ انہوں نے وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (پ۲۸، سورۃ الصف:۶) کی بشارت قوم کو سنائی۔ ہم اپنی والدہ کی خواب کی تعبیر ہیں کہ انہوں نے فرمایا خَرَجَ مِنِّیْ نُوْرٌ کہ خواب میں دیکھا کہ ان سے نور نکلا جس کی روشنی ساری دنیا پر چھا گئی جس کے اندر شام کے محلات اور بصرہ میں اونٹوں کی قطاروں کی گردنیں نظر آ گئیں۔

اِس حدیث سے حضور نبی کریم ﷺ کے نسب نامہ کا ذکر اور عظمت کا بیان اور ولادت کا بیان واضح ہے۔امت کے لئے میلاد کا منانا سنت رسول ﷺ ہے اور قیام بھی سنت ہے اور فرمان الٰہی فَلْیَفْرَحُوْا (سورۃ یونس:۵۷) پر عمل بھی ہے اور صحابہ کرام کی سنت ہے۔اس کے باوجود توہین مصطفےٰ ﷺ سے باز نہ آنے والے مثل کرشن کہنیا کے سانگ اور حرام کہتے ہوئے اپنے ایمان کی فکر نہیں کرتے۔حضور نبی کریم ﷺ کو ایذا دینا خدا کے نزدیک قابل گرفت ہے کہ ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ۔(پ۲۲،سورۃ الاحزاب:۵۷) کہ جو خدا اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور اس کے ساتھ جہنم کا عذاب بھی ہے۔
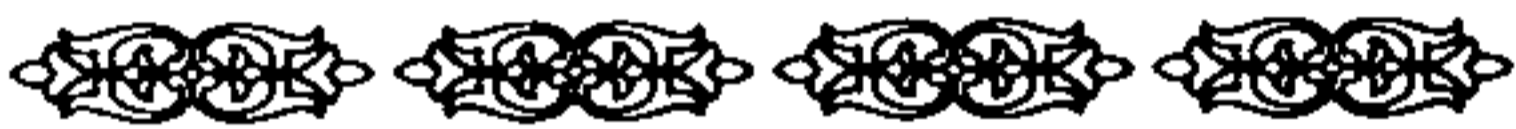
نبیوں اور ولیوں کا ذکر

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے حکم فرمایا ہے کہ ولیوں اور نبیوں کا ذکر جو میں نے قرآن کریم میں بیان کیا ہے اس کو بیان کرو تا کہ لوگ ہدایت پائیں۔

مطلوب دو عالم بھی ہیں مطلوب خدا بھی
اک ذات میں ان کی ہمیں کیا کیا نظر آیا

چنانچہ ارشاد ہوا.... وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا (پ۱۶ سورۃ مریم آیت ۱۶) کہ مریم کا ذکر کرو کہ اپنے اہل سے الگ جا پڑی مکان شرقی میں۔ پھر فرمایا وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا۔ (پ۱۶ سورۃ مریم: ۴۱)۔ کہ ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرو کہ صدیق تھا اور غیب کی خبریں بتانے والا نبی۔ کہیں فرمایا۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (سورۃ مریم: ۵۶) کہ موسیٰ کا ذکر کرو کہ وہ خدا کا مخلص بندہ، اس کا رسول اور نبی تھا اور یہ بھی فرمایا۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ (سورۃ مریم: ۵۶) کہ ادریس کا ذکر کرو۔ یہ تمام آیات سورۃ مریم میں بیان ہیں۔ جن کے بیان کرنے کا حکم دے کر فرمایا کہ ان کے بیان کرنے سے لوگوں کو ہدایت ہوتی ہے۔ اس لئے اس پر عمل کرو۔ اس پر عمل کرنے والے صحابہ کرام تھے مگر کافر اور منافق اس کی مخالفت کرتے رہے۔ ہر دور میں اور آج بھی اہل سنت و جماعت اِس پر عمل کرتے ہیں۔ اس کی مخالفت کرنے والے بھی موجود ہیں۔ جو اس کو روکنے کیلئے بدعت اور شرک کہہ کر غلط بیانی کرتے ہیں اور عوام میں یک جہتی کے خلاف ہوا دیتے ہیں۔
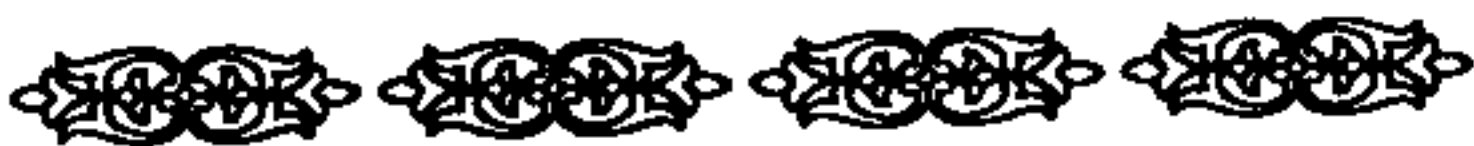
ایصالِ ثواب کا ثبوت

اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے قرآن کریم نازل فرمایا تا کہ اس کی تلاوت کی جائے کیونکہ اس کے ایک ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں جیسا کہ فرمایا ہے ۔مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (پ۸،سورۃ انعام آیت ۱۶۰)اور سورۃ مزمل میں ارشاد ہوا وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا۔(پ۲۹،سورۃ مزمل :۴) کہ قرآن کریم کی تلاوت کرو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا اور اہل سنت و جماعت خدا کے حکم اور صحابہ کرام کی سنت اور نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے تلاوت کرتے ہیں اور اس کا ثواب ایصال کرتے ہیں اور بے شمار نیکیوں کا حصول بزرگان دین کو پیش کر کے اظہار محبت کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔قُلْ لَّآ اَسْـٴَـلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۔(پ۲۵سورۃ الشوریٰ آیت ۲۳) کہ محبوب آپ کہہ دیں کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے قربیٰ اہل بیت بزرگان دین سے محبت کا اظہار کرو بلکہ صدقہ اور خیرات کر کے اس کا ثواب بھی ایصال کرتے ہیں اور کلام اور طعام کا تحفہ پیش کر کے خدا کے محبوب ﷺ کو اور حضور ﷺ کے منظورِ نظر مومنوں کو ایصال ثواب کرتے ہیں مگر یہ عمل بھی مخالفین کو بُرا لگتا ہے اور" براہین قاطعہ" کے اندر مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے بیان کیا ہے کہ جیسا ہندوؤں کے شلوک ہیں ۔ یہ لوگ بھی ان کی طرح شلوک پڑھتے ہیں۔ گویا کلام الٰہی کو ہندوؤں کے شلوک کہہ کر اس کی توہین کر کے اہل اسلام، جماعت اہل سنت کو ہندوؤں کے مشابہ قرار دیتے ہیں جس کلام کے پڑھنے کا حکم خدا کرے اور صحابہ کرام اور نبی کریم ﷺ کا عمل ہو۔ اس کی توہین کر کے ایسے لوگ عوام کو گمراہ کرتے اور فساد کا بیج بوتے ہیں......... یہ ہے دیو بندی مولویوں کا عقیدہ اور

اس کے ماننے والوں کا تلاوت قرآن کے خلاف بغض وعناد۔ افسوس کہ جو کام کافر اور منافق کا تھا۔ آج اسی کا اظہار ہو رہا ہے۔ یہ نہیں سوچتے کہ سورۃ توبہ پ اا میں ارشاد خداوندی ہے۔ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ سَیُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ۔ (پ اا سورۃ توبہ آیت ۹۹) اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں کہ اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کریں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول خدا ﷺ کی دعا لینے کا وسیلہ سمجھیں ہاں ان کے لئے باعث قربت ہے۔ اللہ جلد انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔

اس آیت میں خیرات کرنے میں اللہ کی رضا کے ساتھ خدا کے نبی کی دعا کو باعث قربت اور قبولیت عمل کا فرمان فاتحہ کے ثبوت کے لئے دلیل ہے۔ جس عمل کو خدا نے رحمت قرار دیا ہے کہ یہ سنّت صحابہ کرام ہے اور حضور ﷺ ان کے لئے دعا کرنے والے دعا بھی سنت رسول ﷺ ہے۔ اس کی مخالفت وہی کرتے ہیں جن کو قرآن کی سمجھ خدا نے عطا نہیں کی۔ اِس لئے ہندوؤں کے شلوک کہہ کر قرآن کی توہین خدا کے نبی کی توہین اور صحابہ کرام کے عمل کی توہین کرتے ہیں۔ اگر ان کو مخالفت میں اتنی جرأت ہے تو قرآن کریم سے اور شارع علیہ السلام کی طرف سے اس کی ممانعت پر ثبوت کیوں نہیں پیش کرتے، بغیر ثبوت کے اس قدر دل آزاری کرنے والے تو حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کو بھی نہیں سمجھتے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ مَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ کہ جس کو ایمان والے مسلمان اچھا عمل سمجھتے ہیں وہ خدا کے نزدیک بھی اچھا عمل ہے۔ (مرقاۃ باب الاعتصام)

☆☆☆☆☆

دعا کا ثبوت

مزید برآں دعا کرنا خدا نے قرآن کریم میں بیان کر کے صلوٰۃ الرسول کے ارشاد سے سنت رسول ﷺ قرار دیا ہے اور دعا مانگنا، اس حکم کی رو سے خدائی حکم کی تعمیل ہے۔ جس کو صحابہ کرام نے کیا۔ لہٰذا سنت رسول ﷺ اور سنت صحابہ اور فرمان خداوندی ہے۔ مگر یہ لوگ نماز کے بعد دعا مانگنا بھی اچھا نہیں سمجھتے اور اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ حالانکہ دعا نماز کا مغز ہے کہ یہ خدا کے آگے انکساری، اپنے حسنِ خاتمہ کی طلب اور دین و دنیا میں کامیابی کا سوال ہے۔ دین کی سمجھ نہ ہونے کے باعث ایسے لوگ نہ خدا کے فرمان کی پرواہ کرتے ہیں نہ سنت رسول اللہ ﷺ کی نہ صحابہ کرام کی، نہ بزرگان دین کا احترام، نہ قرآن کریم کا احترام، مگر خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ادب سکھانے کے لئے مبعوث فرمایا۔ مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے حضور علیہ السلام تشریف لائے۔ جیسا کہ ابتدا ہی میں ذکر ہو چکا ہے کہ فرمایا۔ اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ (مشکوٰۃ، موطا امام مالک، مسند احمد) کوئی صاحب عقل بے ادبی اور گستاخی برداشت نہیں کر سکتا تو جو خدا کے فرمان کا بے ادب ہو۔ اس کے رسول ﷺ کا بے ادب، اولیاء کرام اور بزرگان دین کا بے ادب ہو، وہ دنیا کے سامنے دین کی عظمت اور شان کیا پیش کر سکتا ہے، اور جب ماں باپ کے بے ادب اور گستاخ کی عبادت قبول نہیں، خدا اور اِس کے رسول ﷺ کے بے ادب اور گستاخ کی عبادت کیونکر قبول ہو سکتی ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جنت تمہاری ماں کے قدموں کے نیچے ہے اور خدا نے فرمایا۔ فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا

کَرِیْمًا (پ ۱۵۔ بنی اسرائیل آیت ۲۳) کہ ان کو اُف تک نہ کہو بلکہ ان کے ساتھ نرمی سے کلام کرو اور ان کو ہرگز نہ جھڑکو۔ اور حضور ﷺ کے صحابی حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے کہ باوجودیکہ وہ صحابی رسول حضور ﷺ کے پیچھے نمازیں پڑھنے والے تھے، روزے رکھنے والے، غزوات میں شرکت کرنے والے، نمازی مگر نزع کے عالم میں ان کی زبان پر کلمۂ طیبہ اس لئے جاری نہ ہوا کہ وہ اپنی ماں کے بے ادب ہوئے اور حضور ﷺ بنفس نفیس تشریف لائے اور ماں سے کہا کہ اس کو معاف کر دو اور جب تک ماں نے معاف نہ کیا۔ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کی زبان پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے کلمات نہ آ سکے اور نہ وہ جنت کا حقدار ہوا تو ایسے لوگ احکام الٰہی کی مخالفت نبیوں اور ولیوں کے بے ادب اور گستاخ ہو کر کیونکر نجات کے حق دار ہو سکتے ہیں۔

تقویۃ الایمان سے اقتباسات

اہل سنت و جماعت کے نزدیک بے ادبی اور گستاخی ایمان کی دلیل نہیں کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (مشکوٰۃ، کتاب الایمان، پہلی فصل، متفق علیہ) کہ جب تک تم حضور ﷺ کو اپنے ماں باپ اور تمام اہل جہاں سے زیادہ محبوب نہ مانو تم میں کوئی اس وقت تک ایمان والا نہیں ہو سکتا ...... مگر جن کے دل سخت ہو چکے ہیں وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ اس لئے خدا نے بھی اعلان فرما دیا ہے۔ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ (پ ۲۳، سورۃ الزمر: ۲۲) کہ وہ اللہ کے ذکر اور اس کے فرمان سے سخت دل ہو چکے ہیں اس لئے ان کے لئے ویل کا ٹھکانہ بوجہ ان کی گمراہی کے ہے۔

اس سے قبل براہین قاطعہ کے بارے میں اقتباس پیش ہوا تھا۔ اب تقویۃ الایمان سے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس کے اندر جو تحریر ہے۔ اِس کے صفحہ ۴۳ پر لکھا ہے "اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے۔"

ص ۵۹ پر لکھا ہے کہ..... "انبیاء غیب دان نہیں، بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر اور نادان ہیں"۔

ص ۶۳ پر لکھا ہے کہ..... "اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی، ولی، جن فرشتے اور محمد کے برابر پیدا کر دے"۔

ص ۸۲ پر لکھا ہے کہ ..... "جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"۔

ص ۱۱۱ پر لکھا ہے کہ..... "معلوم ہوا کہ انبیاءؑ اولیاء امام زادے پیر شہید جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں سب انسان عاجز اور ہمارے بڑے بھائی ہیں"۔

یہ بیانات نجدی وہابی مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کے ہیں جن پر دیو بندی حضرات فخر کرتے ہیں مگر جماعت اہل سنت کے نزدیک یہ سراسر بے ادبی اور گستاخی ہے کیونکہ ارشاد نبوی کے مطابق محبت مصطفےٰ ﷺ ہی ایمان کی دلیل ہے اور چمار سے زیادہ ذلیل کہنا بے خبر اور نادان کہنا، وہ کسی چیز کا مختار نہیں، بڑا بھائی کہنا اور یہ کہ محمد کے برابر کروڑوں پیدا کر دے سراسر گستاخی ہے۔

؎ محبت ہے جسے غار حرا میں رونے والے سے
وہ انساں ہے خدا کا راز داں ایماں ہے میرا

تقویۃ الایمان تبلیغ دین کے لئے پیش کی گئی ہے مگر خداوند تعالیٰ نے تبلیغ دین

کے لئے جو حکم دیا ہے وہ سورۃ النحل پ ۱۴ میں اس طرح پر بیان ہے۔ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔ (سورۃ النحل: ۱۲۵) کہ خدا کے رستے کی طرف اچھی تدبیر اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ۔ کیا صحابہ کرام کا یہی طریقہ تھا کہ انہوں نے دنیا کے سامنے اسلام کو ایسی صورت میں پیش کیا تھا جیسا کہ ان اقتباسات میں پیش ہوا ہے۔ کیا اسی کا نام دلائل اور رغبت دین ہے کہ چمار سے بھی ذلیل کہا جائے حالانکہ فرمانِ الٰہی ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (پ ۲۶، سورۃ الحجرات: ۱۳) کہ تم میں خدا کے نزدیک عزت و اکرام والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہو۔ متقی ہونے کے اعتبار سے خدا کے ہاں عزت اور اکرام کا دارومدار ہے نہ کہ پیشہ پر، لہٰذا چمار سے زیادہ ذلیل کہنے والا مبلغ دین نہیں ہوسکتا۔ البتہ بدکلام کہلا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے فرمایا ہے۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ (پ ۱۵، سورۃ الاسراء: ۷۰) کہ ہم نے بنی آدم کی تکریم کی ہے۔ کہیں فرمایا ہے۔ وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (سورۃ البقرۃ: ۳۰) کہ جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں، جس کو نیابت الٰہیہ کا مقام اور خلیفۃ اللہ کا مقام خدا عطا کرے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کو بھیجا اور ان سب کے بعد حضرت امام الانبیاء ﷺ کو بھیجا ہے جن کے متعلق فرمایا ہے۔ یٰسٓ۔ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ۔ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (پ ۲۲، سورۃ یٰسین آیت ۱ تا ۳) کہ اے سردار حکمت والے قرآن کریم کی قسم بیشک آپ صراط مستقیم پر ہیں جس کا مقام اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ہے اور جس کا یہ مقام

ہے کہ ہم آئے تو اپنے ہر کام کے ذمہ دار ہیں مگر حضور کا مقام رسول ہے کہ بھیجے گئے خدا کی طرف سے اور حضور ﷺ کے ہر کام کا خدا ذمہ دار ہو اس کو چمار کی طرح ذلیل قرار دینا بلکہ چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہنا کیا اسلام کی تعلیم ہے یا دین اسلام کی توہین ہے۔ خدا نے فرمایا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ (پ ۳۰، سورۃ التین آیت ۴) کہ ہم نے انسان کو اچھی صورت پر بنایا اور اچھی ترکیب بھی دی۔ اپنے دست قدرت سے بنایا۔ رب کے ہاتھ سے بنایا ہوا بتایا۔ اس کی عظمت و شان و خلافت کا اعلان کر دیا اور فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ انوکھی صورت بخشی کہ جنات و فرشتے بھی اس پر فریفتہ ہوئے اور اللہ کا محبوب بنا، کھانے کے لئے ہاتھ دیئے تاکہ کھانے کے آگے نہ جھکے، جسم ایسا کہ قیام رکوع سجدہ قعدہ ساری عبادتیں ہو سکیں جو دوسری مخلوق میں نہیں۔ جب یہ بیٹھتا ہے تو محمد بنتا ہے سر میم، کندھا ح، کمر میم، زانو دال، آنکھ ایسی کہ اس سے اشارے بھی کرتا ہے، دیکھتا بھی ہے اور رو کر گناہ بھی بخشوا لیتا ہے۔ زبان سے چہکتا بھی ہے اور بولتا بھی ہے، اور اس کا دل یار کا آستانہ ہے۔ عقل ملی ہے جس کے وزیر نفس و قلب ہوئے اور ہدایت کے لئے شریعت کی روشنی مگر جس نے قدر نہ کی کفر و بدعملی اختیار کی تو جانوروں سے بدتر ہوا، جس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جس سے بچنے کے لئے ایمان اور اس کے بعد عمل کا مقام عطا ہوا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ انبیاء کرام اور ایمان والے اور عمل صالح والے کو چمار سے زیادہ ذلیل کہنا اسلام کے خلاف، قرآن کریم کے احکامات کے خلاف ہے۔ بانیٔ دین اسلام کی توہین ہے کہ اس سے جذبہ نفرت و حقارت کا اظہار ہوتا ہے اور خدا کے فرمان۔ وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ

وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ (پ۲۸، المنافقون: آیت ۸) کا صریح انکار ہے کہ عزت والا اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والے ہیں جس کا صریحاً انکار ہے۔

بلکہ متعدد دیگر آیات کا بھی انکار ہے جیسا کہ پ ۳ میں ارشاد ہے......

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۔(سورۃ البقرہ: آیت ۲۵۳)

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان کو ایک دوسرے پر فضیلت عطا کی۔ ان میں سے کسی سے کلام فرمایا اور کسی کے درجات بلند کئے۔ اور معراج کا معجزہ عطا کر کے کائنات عالم سے بالا.... وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔(پ۳۰۔ الم نشرح: ۴) کا مقام عطا کیا۔

اللہ جل شانہٗ نے سورۃ البینۃ میں ارشاد فرمایا۔اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ۔(پ۳۰، سورۃ البینۃ آیت: ۷) بیشک مومن عمل صالح والے تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔ مومن متقی کا یہ مقام ہے تو انبیائے کرام بالخصوص امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام خدا ہی جانتا ہے۔

چنانچہ پ ۲۶۔ سورۃ فتح میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ۝۔(پ۲۶۔ سورۃ الفتح: ۸،۹)

ترجمہ: کہ بیشک ہم نے آپ کو اے محبوب حاضر ناظر، موقع کا گواہ اور شاہد بنا کر بھیجا ہے۔ خوشخبری دیتا ڈر سناتا تا کہ ایمان لائیں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور اس کی عزت و تکریم اور توقیر کریں اور صبح و شام خدا کی تسبیح کریں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور کو شاہد کا مقام حاضر و ناظر اور موقع کا گواہ بیان کر کے پھر ایمان والوں کو جنت کی خوشخبری اور کفار کو ڈرانے والا بیان کیا ہے تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائیں اور اپنے محبوب کی عزت و تکریم و توقیر کریں اور پھر عبادت کریں۔ یعنی صبح و شام حکم کے مطابق کریں۔ گویا اعمال صالح کا حکم بعد میں ہوا پہلے ایمان لا کر حضور نبی کریم ﷺ کی عزت و تکریم کا حکم ہوا کہ حضور سب سے پہلے عارف باللہ کے مقام والے ہیں، ان کی تعظیم و تکریم و توقیر مومن پر واجب ہے جس میں کوئی قید نہیں سوائے اِس کے کہ حضور ﷺ نہ اللہ ہیں نہ اس کے مثل ہیں مگر خدا کے برگزیدہ رسول ﷺ ہیں۔ ان کی تعظیم ایمان کی دلیل ہے۔ جس کا انکار کرنا اور ذلیل قرار دینا ایمان کی دلیل نہیں۔ شاہد کا مقام عطا کر کے واضح کر دیا کہ وہ خالق اور مخلوق کو جاننے والے اور مخلوق کو خالق سے ملانے والے ہیں۔ قیامت کے روز سب کے عینی گواہ ہوں گے۔ مومن کے ایمان کافر کے کفر اور منافق کے نفاق کے عینی گواہ ہوں گے۔ حضور مومنوں کے دل میں حاضر و ناظر بغیر دیکھے کروڑوں حضور پر ایمان لانے والے، حضور نبی کریم ﷺ کے فراق میں رونے والے، صلوٰۃ و سلام کا ہدیہ پیش کرنے والے ہیں۔ کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کے فراق میں تو استن حنانہ کھجور کا تنا رویا۔ پتھروں نے حکم مانا اور کلمہ پڑھا۔ جانوروں نے حضور سید عالم ﷺ کی نبوت کو پہچانا اور ادب اور احترام کیا، سلام کیا اور دربار رسالت میں اپنی فریادیں پیش کر کے فریاد رسی کرائی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی شان بلند کر کے خدا نے عزت و تکریم اور توقیر کو جزو ایمان قرار دیا مگر کہیں یہ نہیں فرمایا کہ ان کی شان میں

بے ادبی کی جائے کیونکہ اسلام ادب سکھاتا ہے اور جو ادب کے خلاف بے ادبی کرے وہ دیندار نہیں بلکہ مخالف دین اسلام ہے۔

اللہ کریم جل شانہ نے ارشاد فرمایا.... یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۔(پ۲۶۔سورۃ الحجرات آیت:۱) اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے آگے نہ بڑھو، نہ سبقت کرو بلکہ اللہ سے ڈرو کہ بیشک اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے۔

اس آیت میں بھی حضور ﷺ کی عزت و تکریم اور ادب کا حکم ایمان والوں کے لئے ہے کہ حضور کی اتباع میں ایمان ہے جس نے اِس کے خلاف کیا، سبقت کر کے اتباع چھوڑ دی، آگے بڑھا بات کرنے میں، راستہ چلنے میں اور عمل صالح کرنے میں، اس نے خدا کے فرمان کی مخالفت کی۔ اللہ ان کو جانتا اور ان کی باتوں کو سنتا ہے۔ جو حضور نبی کریم ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس کی سزا پائیں گے کہ حضور ﷺ کی اتباع چھوڑنے والا امتی نہیں رہتا، ایمان سے محروم ہوتا ہے۔

اس سورۃ کی دوسری آیت میں ارشاد ہے..... یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۔(پ۲۶ سورۃ الحجرات:۲) کہ ایمان والو اپنی آوازوں کو غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اونچی نہ کرو۔ ان کے حضور بات چلا کر نہ کرو جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے سے چلاتے ہو، ان کا ادب کرو ورنہ تمہارے اعمال صالح اکارت اور برباد ہو جائیں گے اور تم کو اس کی خبر بھی نہ

ہوگی۔

اس آیت میں بیان ہوا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کی ادنیٰ بے ادبی حتیٰ کہ حضور ﷺ سے بلند آواز سے پکارنا بھی کفر ہے جس سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں۔ اس سے ماوریٰ دوسری بے ادبی کا ذکر ہی کیا ہے۔ چمار سے زیادہ ذلیل کہنا حد درجہ کا کفر ہے۔ جس سے ایمان برباد کیوں نہ ہوگا۔ نہ نماز نہ روزہ نہ حج نہ زکوٰۃ نہ تلاوت قرآن نہ توحید پر ایمان کا دعویٰ قبول نہ نبوت پر ایمان قبول، اس لئے کہ آواز حضور سے بڑھ گئی۔ حضور ﷺ کی توہین نا قابل برداشت فعل ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔(پ ا،سورۃ بقرہ آیت ۱۰۴) اے ایمان والو میرے رسول کو لفظ رَاعِنَا سے بھی خطاب نہ کرو بلکہ کہو اُنْظُرْنَا کہ خدا کے رسول ﷺ ہم پر نظر کرم فرمائیں۔ البتہ پہلے ہی سے حضور کا فرمان غور سے سنو۔ کفار کے لئے جو حضور ﷺ کی بے ادبی کرنے والے ہیں، دردناک عذاب ہوگا جو رَاعِنَا کی جگہ راعی نا کہہ کر پکارتے ہیں۔ اس آیت میں ظاہر ہے۔ لفظ رَاعِنَا کے دو پہلو نکلتے ہیں۔ صحابی حضور کو رَاعِنَا کہہ کر سوال کرتے، کفار اس کی بجائے راعینا سے حضور ﷺ کی توہین کرتے۔ خدا کے ہاں ایک ہلکا لفظ جس کے دو پہلو ہوں حضور ﷺ کے لئے کہنا حرام اور کفر قرار دیا گیا کیونکہ اعمال کافر کے برباد ہوتے ہیں اس لئے کافر کے لئے دردناک عذاب ہے کیونکہ دربار رسالت کا ادب ہر حال میں مقدم ہے۔ اس لئے ادب سکھایا گیا ہے کہ جب بھی حضور ﷺ کو پکارو یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُنْظُرْ حَالَنَا کہو۔ اُنْظُرْ حَالَنَا اور اِسْمَعْ قَالَنَا سے یاد کرو اور بے ادب گستاخ

کو بتایا گیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی گستاخی کفار کا طریقہ ہے۔

لہٰذا ہر چھوٹا یا بڑا ذلیل نہیں ہے بلکہ خدا کے مقرب بندے عزت واکرام والے بھی ہیں اور ان کی عزت کا حکم ان کے قربِ الٰہی کا سبب ہے، نہ ماننے والا کفر کا مرتکب ہے اس لئے وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (سورۃ البقرہ:۱۰۴) کا حکم صادر ہو گیا مگر منافقین نے جن کے دل میں خدا کے محبوب کا ادب اور احترام نہ تھا خدا کے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے زبان سے جو الفاظ نکالے سورۂ منافقون کے اندر اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے۔

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (پ۲۸، المنافقون:۸) کہتے ہیں کہ ہم مدینہ واپس گئے تو ضرور عزت والے اس میں سے ان کو نکال دیں گے جو ذلت والے ہیں مگر عزت تو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) اور ایمان والوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو اس عزت کی خبر نہیں۔

یہ واقعہ غزوہ مریسیع سے واپسی پر ہوا کہ منافقوں نے کہا کہ ہم عزت والے ہیں مدینہ پہنچ کر ہم مسلمانوں اور ان کے نبی ﷺ کو (معاذ اللہ) جو ذلیل ہیں وہاں سے نکال دیں گے۔ اس پر خدا کا اعلان ہوا کہ ہر مومن عزت والا ہے کیونکہ ان کا نبی عزت والا اور خدا جل شانہٗ عزت والا ہے۔ ان کو ذلیل کہنا یا کمین کہنا حرام اور کفر ہے۔ یہ عزت ایمان کی بدولت ہر مومن کے لئے ہے تو خدا کا نبی بدرجہ اولیٰ عزت والا ہے کہ خدا کا رسول ﷺ نیابت الٰہی کے مقام والا ہے۔ جو ذلیل کہے اور چمار سے

ذلیل کہہ کر خطاب کرے، منافق کے عقیدے کا اظہار کرتا ہے کہ ابن ابی منافق تھا، حضور ﷺ کا بے ادب اور گستاخ تھا، کتے کی موت مرا۔ ذِلّت کے عذاب میں مبتلا ہوا اور تقویۃ الایمان والے کا کیا حال ہے کہ بے ادب اور گستاخ رسول ہے کیونکہ اس نے منافق کی بات کی تائید کی ہے۔ خدا کے محبوب ﷺ کا یہ مقام کہ جب تک حضور علیہ السلام نے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى۔ (سورۃ النجم:۱) کی زبان سے اعلان نہ فرمایا امت کو خدا کی پہچان نہ ہو سکی اور خدا نے بھی حدیث قدسی میں بیان فرمایا ہے۔ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ مُحَمَّدًا۔ کہ میں ایک مخفی خزانہ تھا چاہا کہ پہچانا جاؤں تو محمد کو پیدا کر دیا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ (مؤطا امام مالک، مسند احمد، مشکوٰۃ، کتاب الاداب) کہ میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے آیا ہوں اور امتی ہونے کا دعویدار کہلانے والا خدا کے محبوب ﷺ کو جس کے ذریعہ سے خدا کی پہچان ہوئی اس کو چمار سے زیادہ ذلیل کہے۔ یہ اخلاق کا اظہار ہے یا اخلاق کی توہین ہے؟ کیا غیر اقوام کے سامنے اسلام کی یہی تصویر ہے؟ کیا حضور ﷺ کے مقربین صحابہ کرام، تابعین، یا تبع تابعین کی زبان سے کبھی ایسے نازیبا الفاظ نکلے، اگر نہیں تو پھر ایسے مبلغ دین ہونے کے دعویدار کو خلق نبی کی توہین کرنے والا نہ کہا جائے گا کہ اس نے دنیا کے سامنے اخلاق نبوی کی توہین کی ہے کہ بانیٔ اسلام بھی اس کی بدزبانی سے بچ سکا۔

بانیٔ اسلام کی توہین بے دینی ہے

جس طرح اس بے ادب نے حضور نبی کریم ﷺ کی توہین کی ہے۔ کیا یہ خدا کے فرمان... اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ وَلِسَانًا وَّ شَفَتَیْنِ (سورۃ البلد آیت ۸،۹) کے مطابق عمل ہے یا اس کے خلاف اس کا انکار ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ کیا ہم نے انسان کو دو آنکھیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہ دیئے ہیں۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ دو آنکھیں اس لئے دی ہیں کہ اس سے حضور ﷺ کے بارے میں کتاب و سنت کا مطالعہ کیا جائے اور حضور ﷺ کی شان کا اظہار ہو جو خدا نے بیان کیا ہے اور زبان ایک دی ہے تا کہ اسے ایک رکھے۔ باقی اعضا دو دو مگر زبان صرف ایک اس لئے کہ دو زبان والا نہ بنے کہ جس زبان سے خدا کا رسول اور بھیجا ہوا کہے اسی سے اس کی توہین نہ کرے۔ کیا اس نے دو ہونٹ کے پھاٹک اس لئے نہیں لگائے تا کہ زبان پھاٹک کے اندر بند رہے اور اس پر بتیس دانتوں کا پہرہ بھی لگایا ہے تا کہ پہرے کے اندر رہے؟ اس کے باوجود جس کی زبان پر کنٹرول نہ ہو اور خدا کے رسول ﷺ اور اس کے بھیجے ہوئے کو چمار سے زیادہ ذلیل کہے تو کیا یہ دو زبان نہ کہلائے گا؟ کیا اسلام کے نظریہ کے مطابق دو زبان والا منافق نہیں کہلاتا؟ تو پھر ایسے کہنے والے کو کیا کہا جائے گا؟ کیا وہ مومن ہے؟ اس کا جواب مطلوب ہے؟

جس طرح اس قابلِ اعتراض کتاب میں حضور نبی کریم ﷺ کی شان کے خلاف بے ادبی کا مظاہرہ چمار سے زیادہ ذلیل کہہ کر ہوا ہے، یہ بھی لکھا ہے کہ سب بندے چھوٹے ہوں یا بڑے یکساں بے خبر اور نادان ہیں۔ کیا یہ مقام حضور نبی کریم ﷺ کا ہے کہ حضور بے خبر اور نادان ہیں؟ کیا حضور خدا کے نبی نہیں ہیں جس

کے معنی ہیں غیب کی خبریں دینے والا۔ کیا خدا کے رسول نہیں ہیں؟ کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ (پ۲۶، سورۃ فتح ایت ۲۹) کا اعلان خدا نے خود کیا ہے۔ اگر حضور نبی اور رسول ہیں، وحی الٰہی حضور پر ہوئی اور تعلق باللہ کے اس بلند مقام پر ہیں جہاں تک کسی اور کی رسائی نہیں تو پھر ایسے الفاظ قابل گرفت کیوں نہیں؟ اسی لئے ''الشفا فی حقوق المصطفٰے'' میں اور اس کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کو عمداً برا کہے۔ حضور ﷺ کی تحقیر کرے عیب لگائے وہ واجب القتل ہے، اور اسی بنا پر غازی علم الدین شہید نے لاہور میں حضور ﷺ کے گستاخ راج پال ہندو کو جس نے ''رنگیلا رسول'' لکھا تھا، قتل کر دیا تھا۔ اگر قصد نہ ہو اور حضور ﷺ کی برائی اور بدگوئی اور تحقیر ہو تو ایسا لفظ زبان سے نکالنے والا کفر کا مرتکب ہے کیونکہ اس نے آیات قرآن کریم کا انکار کیا ہے وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ (سورۃ النساء: آیت ۱۱۳) وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (سورۃ التکویر: ۲۴) کا، عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (سورۃ جن: ۲۶) کا، وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ (سورۃ آل عمران: ۱۷۹) اور فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى (سورۃ النجم: ۱۰) کا انکار کیا ہے۔ اس نے اس کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ خدا چاہے تو ایک آن میں کروڑوں نبی، ولی، جن، فرشتے اور محمد (ﷺ) کے برابر پیدا کر دے۔ کیا یہ بیان خدا کے فرمان..... وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (سورۃ الاحزاب: ۴۰) کے خلاف نہیں کہ خدا نے خود اعلان کیا ہے کہ اس کا محبوب خاتم النبیین ہے اور خود ہی اپنے

برابر نبی پیدا کر دے۔ کیا ایسے کلمات خدا کی شان کے خلاف نہیں کہ وہ اپنے فرمان پر بھی قائم نہیں رہنے والا، جب چاہے اپنی کلام بدل سکتا ہے؟

اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ..... "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"۔ کیا یہ بیان کسی صحابی یا تابعی، یا تبع تابعین میں سے کسی کا تھا؟ کیا کسی مومن نے، کسی کلمہ گو نے اور حضور ﷺ کے کسی غلام نے، کسی ولی، قطب یا ابدال نے ایسے الفاظ زبان سے نکالے تھے؟ اگر نہیں اور صرف کفار اور منافقین نے کہا تھا تو یہ بیان بھی سراسر دین اسلام کے خلاف صحابہ کرام اور مومنین کے عقیدہ کے خلاف ہے کہ ایک یہودی اور ایک منافق کے جھگڑے کا فیصلہ خدا کے نبی نے کیا۔ منافق نے فیصلہ کو نہ مانا کیونکہ اس کے خلاف تھا جب یہ معاملہ دوبارہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس برائے فیصلہ پیش ہوا اور یہودی نے بتا دیا کہ خدا کا نبی ﷺ فیصلہ فرما چکا ہے مگر یہ کلمہ گو نمازی، اُمتی کہلانے والا کہتا ہے کہ محمد کسی چیز کا مختار نہیں اور وہ فیصلہ کا اہل نہیں۔ لہٰذا میں اس کا فیصلہ نہیں مانتا۔ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ چاہتا ہوں۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سن کر منافق کو قتل کر کے اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور اعلان کر دیا کہ جس کا عقیدہ ہو کہ خدا کا نبی کسی چیز کا مختار نہیں، اِس کے فیصلہ پر ایمان نہیں رکھتا، عمر کی تلوار اس کا یہی فیصلہ کرتی ہے کہ اِس کی زبان ہمیشہ کے لئے بند کر دی جائے تا کہ وہ زبان دوبارہ گستاخی نہ کر سکے۔ جب یہ خبر حضور نبی کریم ﷺ تک پہنچی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان کیا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر حاضر ہو گئے۔ پارہ ۵ النساء میں ارشاد ہوا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (سورۃ النساء آیت ۶۵) کہ اے محبوب تیرے رب کی قسم وہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے جب تک وہ آپ کو خدا کی طرف سے حاکم مان کر ہر امر کا مختار رسول، فیصلہ کرنے والا نہ مانیں گے اور آپ کے فیصلہ کو آخری فیصلہ مان کر دل سے تسلیم نہ کریں گے اور اس میں کوئی رکاوٹ نہ پائیں گے اور خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلوار کبھی غلط مقام پر نہیں چلتی۔ لہٰذا حق یہی ہے کہ حضور ﷺ خدا کے مختار رسول اور نبی ہیں، ان کا فیصلہ اس زبان سے ہوتا ہے جس کا مقام... وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (پ ۲۷، سورۃ النجم: ۳۔۴) ہے۔ ان کی زبان پر خدا کا کلام جاری ہوتا ہے۔ اِس لئے فیصلہ برحق کرتے ہیں کہ حق کی طرف سے اس کے نائب ہیں اور نیابتِ الٰہیہ کا مقام رکھتے ہیں۔ خلیفۃ اللہ ہیں، اِس لئے خلافتِ الٰہیہ کے لئے مامور من اللہ ہیں۔ ان کے فیصلہ کے بعد کسی دوسرے کا فیصلہ قابل قبول نہیں کہ یہ فیصلہ خدائی فیصلہ ہے۔

شفاعت کی نظر اے خاصۂ خاصان رُسل
عرصہ محشر میں ہوں بے سروساماں آقا ﷺ
مجھ عاصی کو بھی در رحمت پہ بلایا جائے
ہوگا یہ شرف آپ ہی کا اور احسان آقا ﷺ

نیابتِ الٰہی کا مقام پانے والے، خلیفۃ اللہ اور مامور من اللہ کا مقام رکھنے والے امام الانبیاء ﷺ کو کسی نے بڑا بھائی نہ کہا۔ ہمیشہ یارسول اللہ سے خطاب کیا کہ

خدا کا رسول اور نبی آقا ہے اور امتی اِس کا غلام ہے اور خداوند تعالیٰ نے پ ۲۱، الاحزاب میں حضور ﷺ کا مقام اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (سورۃ الاحزاب:۶) کہ حضور مومنوں کی جان سے زیادہ ان کے مالک ہیں، قریب ہیں، اور حق دار ہیں۔ تینوں معنوں کے لحاظ سے حضور کا مقام بھائی کا نہیں کہ بھائی مالک نہیں ہوسکتا۔ اگر چہ بڑا بھائی ہی کیوں نہ ہو مگر تقویۃ الایمان میں بھائی کہہ کر حضور ﷺ کے مقام اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ کا انکار ہوا ہے۔ خدا جل شانہٗ کے فرمان کا انکار دین سے فرار ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مزید فرمایا ہے کہ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب:۶) کہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات امت کی مائیں ہیں۔ جن سے نکاح حرام ہے مگر بھائی کی بیوی سے نکاح بعد طلاق یا وفات جائز ہے اور وہ حرام نہیں۔ لہٰذا بھائی کہہ کر نہ صرف اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی کا انکار کیا ہے بلکہ امہات المومنین کے انکار کا بھی ثبوت دیا ہے گویا ماں کو بیوی کا مقام دینا حرام کو حلال کہنا، ماں کی توہین ہے اور جو ماں اور بیوی میں تمیز نہ کر سکے نہ وہ مبلغ دین ہوسکتا ہے نہ مولوی کہلانے کا حقدار، اس کو شہید کہنے والے سوچیں کہ اس کا کیا مقام ہے؟ یاد رکھیں کہ خدا نے فرمایا ہے کہ خدا اور اس کے رسول کی توہین کرنے والا لعنت کا مستحق اور عذاب جہنم کا سزاوار ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ۔ (سورۃ الاحزاب:۵۷)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کا مقام سورہ توبہ میں فرمایا ہے..... وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ (سورۃ توبہ آیت:۵۹) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہو جاتے ہے جو اللہ

اور اس کے رسول ﷺ نے ان کو دیا اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ دیتا ہے اپنے فضل سے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول دیتے ہیں کیونکہ جو اللہ دیتا ہے حضور ﷺ کے ذریعے اور وسیلے سے دیتا ہے بلکہ اللہ کی ہر نعمت حضور ﷺ دیتے ہیں کیونکہ جو اللہ دیتا ہے اور حضور دیتے ہیں اس عطا کو بغیر کسی قید کے بیان کیا ہے۔

پھر آیت ۷۴ میں ارشاد ہوا ہے۔ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔ (پ۱۰، سورۃ التوبہ آیت ۷۴) اور انہیں کیا بُرا لگا یہی کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اپنے فضل سے اُن کو غنی کر دیا۔

اس آیت میں فضلہ کی ضمیر خدا کے رسول ﷺ کی طرف لوٹتی ہے جو قریب ہیں معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ایسے غنی ہیں کہ دوسروں کو بھی غنی کر دیتے ہیں اور حضور ﷺ کا یہ بھی مقام ہے......... وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ (پ۲۸، الحشر: ۷) کہ رسول جو تم کو دیں وہ لے لو کہ حضور ﷺ کو اسے عطا کرنے کا اختیار بھی ہے جو خدا نے عطا کر رکھا ہے۔

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا تمہیں ، مالک و مختار بنایا
بے یار و مددگار جنہیں کوئی نہ پوچھے
ایسوں کا تمہیں یار و مددگار بنایا

منافق کی نسل

مگر منافق حضور نبی کریم ﷺ کے مقام کو نہ جانتے تھے۔ چنانچہ مشکوۃ باب المعجزات میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ مقام جوانہ میں غزوہ حنین کا مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص دربار نبوی میں توہین نبی ﷺ کا یوں مرتکب ہوا کہ اس نے کہا، اے محمد! آپ نے انصاف نہیں کیا۔ خدا سے ڈرو اور انصاف کرو۔ اس کے یہ الفاظ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ برداشت نہ کر سکے اور تلوار نیام سے نکال کر اس کا سر قلم کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگی۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمت نے روک دیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اور پھر وہ منافق چلا گیا۔ خدا کے مختار رسول ﷺ نے فرمایا کہ انصاف کے لئے تو خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ میں انصاف سکھانے آیا ہوں۔ معلم کائنات ہوں۔ اس منافق کی نسل سے ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی مگر قرآن ان کے حلق کے نیچے نہ جائے گا۔ ان کی عبادات میں ریاکاری ہوگی۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ حدیث پاک میں اس منافق کا حلیہ یوں بیان ہے کہ اس کی داڑھی لمبی، سر منڈا ہوا، آنکھیں دھنسی ہوئی، رخسار اُٹھے ہوئے، پیشانی بلند اور ہر آنے والے دور میں اس کی نسل سے ایسی قوم پائی جائے گی۔

فرقہ بندی کا ناسور

معلوم ہو گیا کہ صحیح توجہ اور قرآن کریم کی سمجھ کے بغیر فرقہ بندی کا ناسور جنم لیتا ہے جو عوام کو یک جہتی کی بجائے تفرقہ اور عناد کی طرف دھکیل دیتا ہے۔ یہ ایک بڑا المیہ ہے کہ اس سے حضور نبی کریم ﷺ کے جملہ کمالات اور اخلاقِ حمیدہ کا انکار کرنے والے محض شرک کا بہانہ سامنے رکھ کر عوام میں غلط تاثر پیدا کر دیتے ہیں اور اپنے غلط نظریات کی تائید میں صرف وہی آیات عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں جو خدا کی ذاتی شان بیان کر کے خدا کی خدائی کا اعلان کرتی ہیں، مگر وہ آیات جو خدا نے اپنے رسول ﷺ کی شان اور کمالات کی عطا میں بیان کی ہیں ان کو نظر انداز کر کے عوام کو اس سے بے خبر رکھا جاتا ہے۔ جس سے گروہ بندی کا سلسلہ قائم ہوتا ہے اور حضور سید عالم ﷺ کی غلامی کا خیال دلوں سے محو کر کے ان کو حضور نبی کریم ﷺ کی گستاخی پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ اس افسوسناک پہلو سے پردہ اُٹھانے کے لئے چند آیات پیش کی جاتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی ذاتی شانِ بے نیازی کا اظہار کرتی ہیں۔ اس کے بعد قرآن کریم کی وہ آیات جو خدا کے نبی ﷺ کی نبوت اور اس کے معجزات کا ثبوت ہیں، بیان کی جائیں گی تاکہ عوام اس فرق کو سمجھ کر جان سکیں کہ اسلام تو گروہ بندی اور فرقہ بندی کو مٹانے کے لئے آیا ہے۔ اس کے مثبت پہلو کی بجائے منفی پہلو کو پیش کرنا سراسر ظلم اور عوام کے جذبات سے کھیلنا ہے، اور ایسا نظریہ خدمت دین نہیں بلکہ دین اسلام کو غلط رنگ دے کر اسے کمزور کرنا ہے۔ امید ہے کہ میری مخلصانہ معروضات کو غلط رنگ نہ دیا جائے گا بلکہ ٹھنڈے دل سے غور کا موقع دیا جائے گا تاکہ متحدہ محاذ کی صورت نکل آئے

اور جو بے راہ روی نظر آ رہی ہے وہ دور ہو جائے اور کفر کے مقابلہ میں اسلام ایک چٹان کی صورت میں سامنے آ جائے اور کفر کو موقع نہ مل سکے کہ وہ نظر بد سے دیکھے اور اہل اسلام کا استحصال کر سکے۔ بلکہ ربنا اللہ کہنے والوں کو دین کے اندر ایسی استقامت نصیب ہو کہ خدا کی رحمتوں کا اُن پر نزول ہو اور وہ دنیا کو اسلم تسلم کا پیغام سنائیں اور اسلام کا بول بالا ہو۔

اللہ خالق کائنات جل شانہٗ کا ارشاد ہے: قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۔(پ ۷، سورۃ الانعام: ۵۰) تم فرماؤ کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں ذاتی طور پر اٹکل اور اندازے سے آپ غیب جان لیتا ہوں نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، بلکہ میں تو اسی کے تابع ہوں جو مجھے وحی کی جاتی ہے۔ تم فرماؤ کہ کیا اندھے اور انکھیارے برابر ہو جائیں گے کیا تم غور و فکر نہیں کرتے۔

اس میں حضور کی درائت کی نفی ہے کہ عقل حساب اور اندازے سے نہیں جانتے مگر خدا کی عطا سے جانتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ (پ ۹، اعراف: ۱۸۸)۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ تم فرماؤ کہ میں اپنی جان کے بھلے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے۔ اگر میں آپ غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت

بھلائی جمع کر لی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی، میں تو ڈر اور خوشی سنانے والا ان کے لئے ہوں جو ایمان رکھتے ہیں۔

اس میں بھی عقل، حساب اور اندازے کی نفی ہے۔

پ۲۱ سورۃ لقمان (آیت ۳۴) میں ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔ بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا ہوگا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس زمین میں مرے گا۔ بیشک اللہ جاننے اور بتانے والا ہے۔ اس میں خبیر سے واضح ہو گیا کہ بتانے اور خبر دینے سے نبی اور رسول کو علم کی عطا ہوتی ہے۔ لہٰذا ان آیات میں ارشاد ہوا کہ خدا کے نبی نے نبوت کا مقام پایا ہے۔ خدا کا مقام یہ ہے کہ وہ ذاتی طور پر خزانوں کا مالک اور غیب کا علم رکھنے والا ہے، وہ ذاتی اختیارات کا مالک ہے وہ ذاتی طور پر حاضر و ناظر ہے تمام کمالات اور شانوں کا مالک ہے۔ مگر اس کا نبی ﷺ خدا کی عطا سے تمام کمالات پانے والا خزانوں کا مالک علم غیب جاننے والا اختیارات حاصل کرنے والا۔ حاضر و ناظر کا مقام پانے والا۔ حیات طیبہ کا مالک ہے اور اس کے پاس وحی الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ خدا کی ذات اپنی شان اور اپنی صفات میں کسی کی محتاج نہیں وہ قادر مطلق علی کل شئی قدیر کی شان والا ہے۔ اس کی شان ہے کہ وہ اپنے خزانے عطا کرے۔ علم غیب اپنے نبی کو عطا کرے، اسے اختیارات نبوت سے نوازے۔ مقام حاضر و ناظر عطا کرے،

حیات طیبہ عطا کرے، وحی کا نزول کرے اس میں وہ بے نیاز ہے مگر اس کا نبی ہر عطا میں اس کا محتاج ہے کہ وہ بے نیاز نہیں بلکہ اس کی مخلوق ہے۔ اس کا محبوب ہے اور خدا عز وجل اس پر عنایات کرنے والا ہے۔

لہٰذا ذاتی شان اور عطائیں خدا کی ہیں اور اس کا بیان کرنا عین دین اور ایمان ہے۔ مگر اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے عطائی کمالات اور عطاؤں کا بیان بھی عین دین اور اسلام ہے کیونکہ یہ بھی خدا کے ارشاد پر عمل ہے اور قرآنی آیات پر ایمان کی دلیل ہے۔ لہٰذا اس سے انحراف بھی گمراہی، بے دینی اور کفر ہے۔ اسکی شان بیان کرنا اسی کے فرمان وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الم نشرح:۴) پر عمل ہے کہ اس نے فرمایا کہ ہم نے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ کیونکہ وہ خدا کا محبوب ہے۔ اس لئے اس کی ہر ادا اسے پسند ہے۔ اس کا انکار کرنے والے حضور کا کچھ نہ بگاڑ سکے کیونکہ جس کو خدا رسالت اور نبوت کا مقام عطا کرے، اس کا مقام بلند ہے کفار اور منافقین نے اپنا پورا زور لگایا مگر کچھ نہ بگاڑ سکے اور ہر دور میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف بدزبانی بدکلامی کرتے ہیں۔ اس لئے چمار سے زیادہ ذلیل کہہ دینے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام میں رتی بھر فرق نہیں آسکتا۔

سیرتِ مُصطفٰے ﷺ کا مقام

اللہ تعالیٰ نے پارہ ۳۰ میں حضور نبی کریم ﷺ کا بلند و بالا مقام یوں بیان کیا ہے۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۔ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۔ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۔ ترجمہ: کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا اور تم پر سے تمہارا بوجھ اتار لیا، جس نے پیٹھ توڑ دی تھی اور ہم نے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ (سورۃ الم نشرح: ۱ تا ۴)

محمد فی الحقیقت آفتابِ لم یزالی ہے
اسی کا دو جہاں میں پرتو جانس

ان آیات میں سینہ کشادہ کرنے سے مراد سینہ چاک کرنا، کھولنا اور وسیع کرنا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا سینہ مبارک چار مرتبہ چاک کر کے دھویا گیا۔ پہلی مرتبہ دائی حلیمہ کے ہاں، دوسری مرتبہ شباب میں تاکہ کھیل کود یا جوانی کی غفلت نہ آنے پائے، تیسری مرتبہ اعلان نبوت سے پہلے تاکہ نبوت کا بار برداشت ہو سکے۔ آخر میں معراج کی رات تاکہ عالم ملکوت کے نظارے اور دیدارِ الٰہی کا متحمل ہو سکے، اور یہ ظاہر شرح ہے اور اگر کھولنا مراد ہے تو دل کے دو دو دروازے ہیں ایک نفس کی طرف، دوسرا روح کی طرف، تو شرح صدر سے روح کا در وسیع ہو گیا۔ نفس کا تنگ، اِس لئے آپ معصوم ہیں اور سینہ وسیع کیا گیا کہ اِس میں علوم غیبیہ اسرار و رموزِ الٰہیہ معرفت و ہدایت ہے دنیا سے تعلق رب سے غافل نہیں کر سکتا اور رب سے تعلق دنیا سے بے خبر نہیں کر سکتا۔ تمام عالم حضور ﷺ کے علم میں ہے، اُمت کے اعمال پیش ہوتے ہیں کہ سینۂ مبارک

خزینہ الٰہیہ کا کھلا دروازہ ہے۔ جس کو جو ملتا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا سے، جو رب تک پہنچے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے، یہ سینہ مبارک ایسا کھلا ہوا آئینہ ہے جس میں عالم غیب وشہادت منعکس ہوتے ہیں۔ یہ بڑی نعمت الٰہیہ ہے کہ بغیر مانگے عطا ہو گئی مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے لئے رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي کی دعا کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے محبوب اور پیارے ہیں۔ اِس لئے بغیر مانگے یہ نعمت بخشی گئی اور بغیر کسی واسطے کے جب اس پر خدا نے تجلّی ڈالی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فیوض جاری ہو گئے۔ عطائیں جاری ہو گئیں۔ جس نے انسانوں کو ایمان کی نعمت عطا کی اور جنت کا مقام ملے گا۔ ولیوں کو ولایت ملی، دوسری آیت میں بیان ہے کہ دنیا کی پستی دیکھ کر دکھ تھا، خانہ کعبہ کی بے حرمتی سے دکھ تھا اِمت کی بداعمالی سے قلب کو دکھ تھا۔ رب تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے دنیا کو ہدایت، خانہ کعبہ کو عظمت اور امت کے لئے شفاعت دیکر قلب کو تسلی دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے سارے حالات سے خبر دار ہیں ورنہ دکھ نہ ہوتا کہ حضور کے زمانہ میں سارے متقی تھے۔ لہٰذا نبوت شفاعت، تبلیغ دین اور نعمت الٰہیہ کی ذمہ داری کا بوجھ اُتارنے کو صحابہ کی جاں نثار جماعت عطا ہو گئی جنہوں نے ذمہ داریاں پوری کیں۔ علماء اور اولیاء پیدا ہو گئے جس سے آپ کی نبوت کی ذمہ داریوں کا بوجھ اُتار دیا اور سکون قلبی عطا ہو گیا۔ سابقہ نبیوں سے آپ پر ایمان لانے اور خدمت کا عہد لیا اور اس کے بعد نام اِس قدر بلند کر دیا کہ سب کے ذکر فرش پر حضور کا ذکر فرش عرش اور جنت میں بلکہ اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام رکھا۔ کلمہ، اذان، نماز، خطبہ، قرآن میں ہر جگہ پر فرمایا اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیَ باقی نبیوں کو

ان کے نام سے پکارا جیسے یا آدم، یا نوح، یا ابراہیم علیہم السلام، حضور ﷺ کو اچھے القابات سے پکارا۔ یٰسٓ، یَاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ، یَاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ وغیرہ سے۔ ذکرِ مصطفےٰ ﷺ کے بغیر خدا کا ذکر اور اس کی توحید قبول نہ کی۔ ہر وقت، ہر جگہ حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر جاری رکھا کہ سارے بازار بند ہو جائیں گے دنیا فنا ہو جائے گی۔ خدا کا ذکر کرنے والا باقی نہ رہے گا اور خدا کا ذکر بند ہو جائے گا مگر حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر باقی رہے گا کہ خدا خود ذکر کرنے والا باقی ذکر کرتا ہوگا۔ حضور ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہوگا۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا ذکر ہمیشہ سے ہے کیونکہ خدا نے بلند کیا ہے۔ اس لئے کوئی بند نہیں کر سکتا کہ جس طرح کوئی چاند سورج کو بجھا نہیں سکتا یہ ذکر بھی بند نہیں کر سکتا کہ جس نے ان کو روشن کیا ہے۔ اسی نے یہ ذکر بھی بلند کیا ہے اوروں کو دولت اور سلطنت سے بلندی ملتی ہے جو فانی ہے مگر حضور ﷺ کو بلندی خدا سے ملی ہے جو فانی نہیں اِس لئے ذکر بھی فانی نہیں بلکہ باقی رہنے والا ہے۔ شب معراج حضور ﷺ کو عرش اعظم سے بھی بلند کیا کہ عرش بھی حضور کی قدم بوسی کر رہا تھا۔ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (النجم:۹) کا مقام عطا ہوا مَازَاغَ الْبَصَرُ وَ مَاطَغٰی (النجم:۱۷) کا مقام عطا ہوا کہ خدا کی ذات کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھا نہ آنکھ جھپکی نہ پھری اور پھر کَذَبَ الْفُؤَادُ (النجم:۱۱) کا مقام تھا کہ دل ہوش میں رہا اور جو آنکھ نے دیکھا دل اس کی تصدیق کرتا رہا۔ حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک کرن کے سامنے بے ہوش ہو گئے اور دل بے خبر ہو گیا کہ خدا نے فرمایا۔ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا (پ۹، سورۃ الاعراف:۱۴۳) کہ جب طور پر ایک کرن تجلیِ الٰہی کی پڑی، پہاڑ

ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش کہ صاعقہ نے پکڑ لیا، پھر اسی مقام پر کہ جیسے عاشق معشوق کو گلے لگا لیتا ہے حضور ﷺ نے تجلیات الٰہیہ کے اندر ہوتے ہوئے فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی (سورۃ النجم:۱۰) کا مقام پالیا کہ وحی ہوئی، ایسی وحی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو طور پر کلام ہوا اس کو سورۃ طٰہٰ میں بیان کر دیا مگر جو وحی حضور ﷺ پر ہوئی اسے صیغۂ راز میں رکھا اور حضور ﷺ کا مقام راز دانِ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ ہو گیا۔ حضور ﷺ کی بلندی کا یہ مقام کہ وہاں تک کسی مخلوق کی رسائی ناممکن ہے، پھر وَرَفَعْنَا کو ماضی میں بیان کر کے صیغہ ماضی سے واضح کر دیا کہ حضور ﷺ کا ذکر ہر زمانہ میں ہمیشہ سے چلا آرہا ہے اور ہمیشہ رہے گا کہ روزِ ازل سے خدا نے بلند کر دیا۔

تیری آمد تھی کہ اصنام حرم ٹوٹ گئے
تیرے رُعب سے کفر کے دم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا
ہوگئیں زندگیاں ختم اور قلم ٹوٹ گئے
تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بُت تھرتھرا کر گر گیا
تمہارے حسن کا کونین میں جواب نہیں
غروب ہو جائے جو وہ آفتاب نہیں

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے سارے درخت کاٹ کر ان کی قلمیں بنائی جائیں

اور سارے سمندروں کی سیاہی بنائی جائے، ساری دنیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر لکھنے لگے تو ساری قلمیں گھس گھس کر ختم ہو جائیں گی اور سارے سمندروں کی سیاہی ختم ہو جائے گی، لکھنے والی مخلوق ختم ہو جائے گی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بند نہ ہوگا کیونکہ جس کا ذکر خداوند تعالیٰ خود بلند کر دے مخلوق اس کے ذکر کو بند کرنے سے قاصر ہے۔ وہ مخلوق خود مٹ جائے گی ذکر بند نہ ہوگا۔ چمار سے زیادہ ذلیل کہنے والا ختم ہو گیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جاری اور ساری ہے کیونکہ خدا نے ذکر بلند کیا ہے اور کر رہا ہے اور کرتا رہے گا، جو حیّ و قیّوم ہے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بلند کیا ہے۔

نورِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء

حقیقت یہ ہے کہ خدا نے خود اعلان کر دیا ہے۔ یُضِلُّ بِہٖ کَثِیۡرًا وَّیَہۡدِیۡ بِہٖ کَثِیۡرًا (پ ۱ سورۃ البقرہ آیت ۲۶) کہ اس سے بہت گمراہ ہوتے ہیں کیونکہ قرآن کریم ہدایت اِسی کو دیتا ہے جو صاحبِ قرآن سے محبت کرتا ہے۔ اس محبت کا نام ایمان ہے، بغیر محبت کے ایمان کا دعویدار غلط بیانی کرتا ہے۔ اِس لئے گمراہ ہے، وہ نہ خود قرآن کریم کو سمجھتا ہے نہ سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ محض اِس لئے کہ قرآن کریم کو اس روشنی میں نہیں پڑھتا جو خدا نے اس کے لئے مقرر کی ہے اور وہ سورۃ مائدہ پ ۶ میں بیان ہے۔ وہ تو اس کے برعکس اندھیرے میں ہے، اور جو خود اندھیرے میں ہو دوسروں کو اُجالے کی طرف راہنمائی نہیں کر سکتا۔ اگر ہدایت چاہتا ہے تو قرآن کریم کو اس روشنی اور نور کی ہدایت میں پڑھے جو بیان ہے۔ قَدۡ جَآءَکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیۡنٌ (پ ۶، سورۃ المائدہ: ۱۵) کہ بیشک اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب بھی آئی۔ نور اور کتاب دو چیزوں کا ذکر ظاہر کرتا ہے کہ خدا کے محبوب ﷺ کو نور بیان کیا ہے تاکہ اس کی روشنی میں کتاب پڑھی جائے اور غلط نہ پڑھ سکے۔ کیونکہ نور کی ضد اندھیرا ہے۔ لہٰذا جب تک نورِ مصطفےٰ ﷺ کی روشنی میں کتاب یعنی قرآن کریم نہ پڑھو گے غلطی ہوگی اور غلطی سے گمراہی ملتی ہے۔ جب تک صحیح طور پر نہ پڑھو گے نہ سمجھ سکتے ہو نہ ہدایت مل سکتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ اللہ کا نور اس طرح پر ہیں کہ آپ کی ذات ہی خدا تعالیٰ سے پہلے فیض پانے والی ہے۔ اِس لئے آپ کے ذریعے سے فیض مل سکتا ہے کہ حضور مظہرِ صفات مظہرِ ذات اور احکام ہیں۔ حضور نبی

کریم ﷺ کا یہ مقام ہے کہ کوئی شخص نورِ محمدی ﷺ کو بجھا نہیں سکتا کہ اللہ کا نور ہیں جیسے چاند، اور سورج اور نہ ہی اِس کی پیائش کر سکتا ہے۔

سورۃ مائدہ میں پوری آیت یوں بیان ہے: یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (پ۶، سورۃ المائدہ: آیت ۱۵) پہلے حصہ میں بیان ہے کہ حضور آسمانی کتب کے احکام سے واقف تھے کہ کون سے اصلی ہیں اور کون سے جعلی جو اہل کتاب نے وضع کر لئے تھے حضور ﷺ ان کے چھپے بھیدوں سے واقف مگر چونکہ وہ کتب منسوخ ہو چکی ہیں اِس لئے درست کرنے کا حکم نہ تھا۔ اس کے بعد دو چیزوں کا ذکر ہے، پہلے نور کا بعد میں کتاب بیان کرنے والی کا نور کو تقدم حاصل ہے اور کتاب یعنی قرآن کریم بعد میں نازل ہوا۔ نور ذات محمد ﷺ ہے۔ جس کو خدا نے محض نور بیان کر کے واضح کر دیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی حقیقت نور ہے مگر بشریت کا لباس لے کر اوصافِ انسانی کے ساتھ آئے۔ نور کا انکار کرنے والے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو نور کیسے مانیں؟ اس کا جواب تو آیت پاک میں ہر لفظ کا مطلب اس کا قرینہ ثابت کرتا ہے کہ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (المائدہ: ۱۵) سے پہلے قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا ہے، اور جملہ ماقبل ثابت کرتا ہے کہ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (سورۃ المائدہ: ۱۵) میں فعل جَآءَ کا ہے۔ اِس کا فاعل نور ہے اور ابہام کو دور کرنے اور نور کو یقینی بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا مقدم کیا کہ جو فاعل پہلے جَآءَ کا ہے، وہی فاعل دوسرے جَآءَ کا ہے۔ پہلے جَآءَ کا فاعل رَسُوْلُنَا ہے۔ اس لئے جُملہ مابعد میں جَـــــآءَ کا فاعل نور بیان کر کے اس کی دلیل بنا دیا ہے کہ نور کا

اطلاق رَسُوْلُنَا پر ہے، پھر نور اور کتاب مبین کا ذکر ترتیب وار ہے۔ پہلے نور کا ذکر
میں کتاب مبین کا، اس میں نور کو کتاب مبین پر تقدم حاصل ہے۔ لہٰذا جب تک نور
روشنی نہ ہو کتاب کا پڑھنا محال ہے۔ اِس لئے نور مصطفےٰ ﷺ کو پہلے تخلیق کیا اور ج
حضور ﷺ مبعوث ہو گئے تو اس نور کو بشریت کے لباس میں انسانی اوصاف کے سا
بھیجا تا کہ انسان کو شرف انسانیت کی بخشش ہو۔ حضور نبی کریم ﷺ کی عمر چالیس بر
کی ہوئی تب کتاب مبین کا نزول ہوا۔ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے شرح شف
میں بیان کیا ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں حضور نبی کریم ﷺ کے لئے ہیں کہ حض
مظہر ذات، صفات مظہر احکام اور اخبار ہیں۔ اس بنا پر واؤ کا عطف تفسیری بھی ہو
ہے۔

؎ بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

جس طرح قرآن کریم کو چھونے کے لئے ضروری ہے کہ جسم کو پانی سے پاک
کیا جائے بعینہٖ سرور کائنات ﷺ سے تعلق پیدا کرنے کے لئے پہلے دل کو پاک ک
جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ کی محبت سے دل کا غسل ہو
قرآن کریم کے لئے لَّا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (سورۃ واقعہ:۷۹) کا حکم طہارت ا
پاکیزگی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے لئے فرمان ہے۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰى
اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (متفق علیہ، مشکوٰۃ کتاب
الایمان پہلی فصل) کہ کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ حضور ﷺ کو وا
والدین اور تمام جہان سے زیادہ محبوب نہ بنا لے۔

ثابت ہوا کہ محبت رسول ﷺ کے بغیر کوئی شخص اسرار و رموز قرآن کریم سے آشنا نہیں ہوسکتا۔ اِس کلیہ سے ناآشنا لوگ اسرار و رموز قرآن سے بھی نا آشنا ہیں۔ اس لئے وہ دین کے اندر محض فرقہ بندی کا ناسور ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر نکتہ چینی بے ادبی اور حضور ﷺ کے کمالات کا انکار ہی ان کا نظریہ ہے، مگر وہ حضور ﷺ کی شان کا انکار کر کے حضور ﷺ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ان کا اپنا ہی نقصان ہے کہ ان کا جاہلانہ اقدام ہے اور مومن صرف وہی ہے جو حضور نبی کریم ﷺ پر فدا ہو۔

فدائے رحمۃ للعالمین ہوں — زمین شوق کا عرش بریں ہوں
فدا ہوں نُور پر نُوری نہیں ہوں — نظر رہتی ہے مجھ پر گو کہیں ہوں
جہان قدس کی کرتا ہوں باتیں — مصطفےٰ کا غلام کمترین ہوں
وہی ہیں جن کا یہ کرم ہے — نہیں ہوں میں نہیں ہوں میں نہیں ہوں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ پ۲۸، سورۃ الصف آیت ۸۔۹ : يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ○

ترجمہ: کافر چاہتے ہیں کہ اللہ کے نُور کو پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے۔ پڑے برا مانیں کافر لوگ۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے باقی دینوں پر غالب کرے۔ پڑے برا مانیں مشرک لوگ۔

اللہ تعالیٰ نے دو نور بھیجے ہیں ایک نور محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اور دوسرا نور

قرآن مجید، دونوں کے متعلق خدا نے اپنی نگہبانی کا ذمہ لیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کے لئے فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (پ۱۴۔سورۃ الحجر:۹) بے شک ہم نے ذکر کو نازل فرمایا اور ہم ہی اِس کے نگہبان ہیں اور سرورِ کائنات فخر موجودات نبی کریم ﷺ کے متعلق فرمایا ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (پ۶، سورۃ المائدہ: ۶۷) کہ اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ چونکہ قرآن کریم قدیم ہے۔ حادث نہیں اس کا مٹانا محال ہے۔ لہٰذا اس آیت میں نُور سے مراد نبی کریم ﷺ کی ذات ہے کہ جو لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے نُور کو بجھانے، نورِ مصطفےٰ ﷺ کی شان کا انکار کرتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ حضور ﷺ کی شان کم نہیں ہوسکتی۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات کبیر میں بیان کیا ہے کہ یہاں پر نور سے مراد حضور نبی کریم ﷺ کی ذات ہے۔ لہٰذا جس کے دل میں حضور نبی کریم ﷺ سے کراہت ہے، خدا نے اُسے کافر اور مشرک قرار دیا ہے اور دین اسلام بلند رہے گا ایسے لوگ کتنی ہی کوشش کریں ناکام رہیں گے۔ داعیٔ اسلام کے نور کا انکار جاہلانہ اقدام ہے کہ جس طرح چاند سورج خدا نے روشن کئے ہیں حضور کی نورانیت اسی کی عطا ہے جب چاند سورج کو کوئی نہیں بجھا سکتا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی نورانیت کا انکار کرنے والا احمق ہی ہوسکتا ہے کہ خدا کو حضور ﷺ کی نورانیت پر ناز ہے۔ اس لئے فرمایا ہے۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى۔ (الصف:۸) ب اتصال کی ہے کہ نورِ نبوت ایک آن کے لئے بھی ہدایت سے علیحدہ نہیں۔ کیونکہ نورِ نبوت کی روشنی ہدایت کا راستہ بتانے والی ہے اِس لئے نور ہمیشہ

غالب رہے گا۔ جس طرح رات کی تاریکی میں چراغ کی روشنی کے بغیر راستہ نظر نہیں آسکتا خدا کا محبوب ﷺ بھی سراجاً منیرًا کے مقام والا ہے۔ آفتابِ رسالت کی روشنی لے کر آیا ہے اور قیامت تک غالب رہے گا۔ دنیا والوں کو ہدایت عطا کرتا رہے گا اور مومن اِس نور کی روشنی سے فیض یاب ہوتے رہیں گے اور نور کے منکر نورِ ایمان سے محروم ہی رہیں گے۔

(۱) اس آیت میں یُرِیْدُوْنَ (الصف:۸) فرما کر بتا دیا کہ منکر نورِ مصطفےٰ ﷺ ارادہ رکھتے ہیں مگر تُرِیْدُوْنَ نہیں فرمایا جو خطاب کا صیغہ ہے تا کہ ثابت ہو جائے کہ مومنوں کا عقیدہ نورِ مصطفےٰ ﷺ کے خلاف نہیں۔

(۲) اِس آیت میں واضح کیا گیا ہے کہ نورِ نبی کا زبانی منکر خدا کے فرمان مُتِمُّ نُوْرِہٖ (الصف:۸) یعنی اتمام نورِ مصطفےٰ ﷺ کے خلاف اِس کے بجھانے کا ارادہ رکھتا ہے، اِس لئے فرمانِ خداوندی کا منکر ہے۔

(۳) آیت میں یُرِیْدُوْنَ فرمایا ہے کہ ارادہ رکھتے ہیں مگر یُطْفِئُوْنَ نہیں فرمایا گیا کہ یہ بجھاتے ہیں کیونکہ سراجاً اور نوراً کو بجھانے کی ان میں طاقت ہی نہیں۔

(۴) ثابت ہوا کہ حضور کے نور کو زبان سے ماننا اطاعتِ خداوندی اور ایمان ہے مگر اس کا انکار کفر ہے، دشمنی ہے کیونکہ دشمن ہی انکار کرتا ہے، مومن انکار نہیں کر سکتا۔

(۵) آیت سے ثابت ہو گیا ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ نور ہیں کیونکہ نور اللہ کا خطاب ملا ہے۔

(۶) وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ (الصف:۸) فرمانِ خدا کا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ نورِ نبی کو

پھیلا کر رہے گا۔

(۷) وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ (سورۃ الصف:۸) میں خدائی فیصلہ ہے کہ جو شخص نو
مصطفےٰ ﷺ کا انکار کرے، بُرا منائے، وہ مومن نہیں جماعت کفار سے ہے۔

نُور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پُھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا (ظفر علی خاں)

خدا کا محبوب ﷺ خدا کی شان کا مظہر اس کی نورانیت کا مظہر ہے، اس لئے
دین مصطفےٰ ﷺ سچا ہے۔ حضور ﷺ کو چھوڑ کر نہ ہدایت کا راستہ ملتا ہے نہ نجات کا۔
قرآن کریم بھی دنیا تک صدقہ مصطفےٰ ﷺ کے بغیر نہ پہنچ سکا۔ جب تک حضور
ﷺ نے کلام الٰہی کو پڑھا نہ تھا اِس کو قرآن کا درجہ ملا نہ دنیا کے لئے ہدایت کا راستہ
ظاہر ہوا۔

اللہ کریم کا ارشاد ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ
فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ
شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ
نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ
وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (پ۱۸ سورۃ نور آیت ۳۵)

ترجمہ : اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا، اِس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک
طاق (طاقچہ) کہ اس میں چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک فانوس یا قندیل کے اندر ہو، وہ
نور گویا روشن ستارہ ہے۔ وہ چراغ ہے کہ روشن کیا جائے زیتون کے مبارک تیل سے
جو نہ مشرق کی جانب کا نہ مغرب کی جانب کا ہے۔ قریب ہے کہ اس کے تیل کو روشن کی

ئے بہ سبب اس کی نفاست کے اگر چہ اسے آگ نہ پہنچے پھر تو نور پر نور ہے۔ اللہ
نور کی راہ بتا تا ہے جسے وہ چاہے اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لئے
اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ (النور:۳۵) سے مراد موجد ہے وجود نور کا جس سے بندوں کو
یت دینے والا ہے۔ جس طرح آفتاب ماہتاب اور نجوم سے زمین و آسمان کو منور
انے والا ہے۔

(۲) مَثَلُ نُوْرِهٖ (النور:۳۵) کا مفہوم نور مصطفےٰ ﷺ ہے کیونکہ خدا کی شان
یْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ (پ۲۵، سورۃ شوریٰ) ہے کہ وہ بے مثل ذات ہے۔
اس آیت میں اس کی مثال کیسے اور کیونکر ہو سکتی ہے۔ حقیقت میں وہ نور
مصطفےٰ ﷺ کا موجد ہے جس پر تجلیات الٰہیہ کا ظہور ہوا تو للعالمین نذیراً کا مقام عطا ہو
گیا۔ خدا بے صورت ہے جس کا ظہور صورت مصطفےٰ ﷺ پر ہوا تو وہ مظہر ہو گئی، نور
مصطفےٰ ﷺ عالمین کی اصل ہے اور اصل کا فرع میں ہونا لازمی ہے۔ اِس لئے رحمۃ
للعالمین کا مقام ہو گیا۔

(۳) فِيْهَا مِصْبَاحٌ (النور:۳۵) کہ اس طاق میں چراغ ہے۔ طاق ذات مصطفےٰ
ﷺ جس میں دل چراغ ہے، ایسے محفوظ جیسے طاق کے اندر چراغ کہ بجھ نہیں سکتا۔
چراغ جلتا ہے تو روشنی دیتا ہے۔ چنانچہ تجلیات الٰہیہ کا ظہور حضور ﷺ کے دل پر ہوتا
ہے اور دل منور ہو کر مرکز تجلیات الٰہی ہو گیا ہے۔

اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ (النور:۳۵) اِس چراغ کو قندیل میں رکھا ہے۔
زجاجہ، شیشے کا قندیل مراد سینہ مبارک مصطفےٰ ﷺ ہے جس میں حضور ﷺ کا دل مانند

چراغ کے ہے۔ اَلزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُ
(النور:۳۵) یہ قندیل مثل چمکتے ستارہ کے ہے۔ صفائی اس قدر کہ جس طرح زیتو
تیل شفاف ہوتا ہے جب جلتا ہے دھواں نہیں دیتا کیونکہ سیاہی سے مبرا ہے۔ ویسے
حضور کا سینہ صاف شفاف ہے۔ جس میں تجلیات الٰہیہ کے انوار آتے ہیں تو دل منو
جاتا ہے۔

لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۔(النور:۳۵) اس کا مقام ایسا کہ نہ مشرق کی جا
نہ مغرب کی جانب کا۔ یہ مقام مشرق وسطیٰ ہے۔ یہیں سے اسی کی جلوہ گری ہور
ہے جو حجاز مقدس ہے۔

يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ (سورۃ النور:۳۵) قریب
کہ اس کا تیل روشن کیا جائے اگرچہ اسے آگ نہ پہنچے کہ تجلیات الٰہیہ سے رو
ہوتا ہے۔

نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ،(النور:۳۵) نور پر نور ہے کہ خدا کا نور محیط ہے، حض
صلی اللہ علیہ وسلم کا نور محاط، اس کے اندر ہے، مثل آئینہ کے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر انوار الٰہیہ کی جلوہ گر
ہو رہی ہے تو وہ خود بخود منور ہو رہا ہے اور کائنات عالم کو منور کر رہا ہے، اور محیط
بارے میں پ۵ النساء میں ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ۔ (سورۃ النسا
۱۲۶) اللہ تو ہر شئی کو محیط ہے۔

يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ (سورۃ النور:۳۵) اللہ تعالیٰ نور کی ہدایت
جسے چاہتا ہے، دیتا ہے، وہ نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے، جسے نہیں چاہتا وہ ایما
نہیں رکھتا۔

وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ۔ (سورۃ النور: ۳۵) اللہ تعالیٰ نے نور مصطفےٰ ﷺ کی شان مثال دے کر بیان کردی ہے تا کہ لوگ سمجھیں مگر حضور تو سمجھا کر بھیجے گئے ہیں کہ فرمایا ہے ۔اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (پ ۲۷، سورۃ الرحمٰن: ۱، ۲) کہ خدا نے حضور کو پڑھا کر بھیجا ہے۔ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ (سورۃ النور: ۳۵) اللہ تعالیٰ کا علم ہر شی کو محیط ہے، وہ جانتا ہے کون نُور مصطفےٰ ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں اور کون اِس نور کا انکار کرتے ہیں۔

تفسیر ابن جریر میں ہے کہ نُوْرِهٖ حضور نبی کریم ﷺ کی مثال ہے (مثل نورہ کمشکوٰۃ میں نور، محمد ﷺ ہے) تفسیر ابن جریر..... عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ فِیْ قَوْلِهٖ مَثَلُ نُوْرِهٖ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ سعید بن جبیر سے دریافت کیا گیا تو بتایا کہ مَثَلُ نُوْرِهٖ محمد ﷺ ہیں۔

اللہ کریم کا ارشاد ہے۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۔ (پ ۲۷۔ سورۃ النجم: ۸، ۹) شبِ معراج خدا کا نبی نُورِ الٰہی کے قریب ہوا تو نورِ الٰہی نے استقبال کیا۔ یہاں تک کہ دو کمانیں قریب ہو گئیں یا پھر اس قدر قریب کہ آپس میں قطع کر گئیں جیسا کہ کمانوں کی شکلوں سے ظاہر ہے۔

اس آیت میں قوسین سے ظاہر ہے کہ وہ دو نُور تھے، نورِ الٰہی اور نُورِ مصطفےٰ ﷺ، کیونکہ نور مثل دائرہ کے ہوتا ہے اور دائرہ کا کچھ حصہ قوس کہلاتا ہے۔ لہٰذا دو نوروں کے قوس قریب ہو گئے اور اس قدر قریب کہ خدا کا نور محیط ہو گیا اور نبی کریم ﷺ کا نور محاط یعنی خدا کے نور نے حضور نبی کریم ﷺ کے نور کو اس طرح گھیر لیا جس طرح دائرہ میں مرکز کا نقطہ ہوتا ہے یا پھر جیسے محب و محبوب گلے ملتے ہیں اور

معانقہ کرتے ہیں اور سورۃ نور میں نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ کا ذکر بھی دونوروں کے لئے آیا ہے کہ ایک نورِ خدا کا اور دوسرا نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا، لہٰذا اس کا انکار گمراہی ہے۔

پھر نماز کے اندر التحیات میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھنے والے عَبْدُهٗ کا مقام زبان سے ادا کرتے ہیں اور (پ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل:۱) میں سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ بھی پڑھتے ہیں، مگر نادان لوگ اس پر بھی غور نہیں کرتے، محض فرقہ بندی کو ہوا دینے کے لئے نُورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں حالانکہ عبدہٗ کا مقام بے نظیر و بے مثال ہے کہ سوائے محبوب خدا کے اور کوئی عبدہٗ کے مقام پر فائز نہیں ہوا۔ شبِ معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام قاب قوسین عبدہٗ کی تشریح ہے مگر نادان اور گمراہ پھر بھی نہیں سمجھتے۔

نقشہ کے اندر دائرہ کائنات عالم کو ظاہر کرتا ہے جس کے قوس کے متصل عرش اُلوہیت کا قوس ظاہر کیا گیا ہے، جہاں پر دائرہ اور قوس عرش اُلوہیت کا مقام اتصال ہے وہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام عبدہٗ ظاہر کیا گیا ہے۔ گویا قوس عبدیت اور قوس اُلوہیت کے مقام اتصال پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کائنات عالم میں عبدہٗ نظر آتے ہیں مگر عرش اُلوہیت کی قوس میں ۂ کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
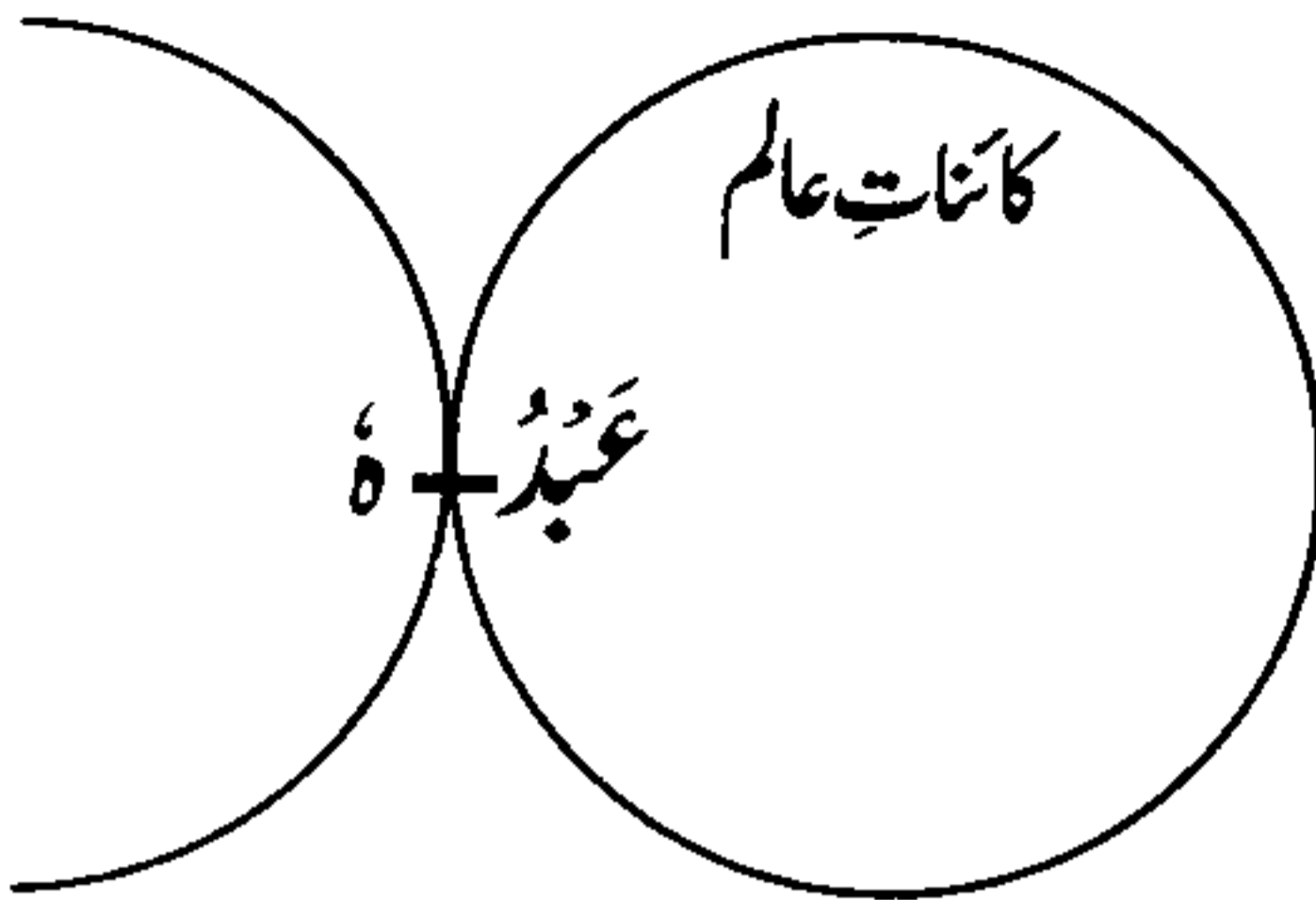
اس مقام پر واصل باللہ ہیں۔ جب دونوں الفاظ اکٹھے پڑھیں تو عبدہٗ نظر آتے ہیں۔ حضور عبدہٗ کے مقام پر دائمی فائز ہیں۔ چونکہ وصال دائمی ہے۔ اس لئے خدا کے محبوب کا مقام بینظیر و بے مثال ہے کہ سوائے حضور کے اور کوئی اس مقام پر فائز نہیں ہوا۔ جس طرح لوہا آگ کی صحبت میں رہ کر آگ کی صفت اختیار کر لیتا ہے اور جب تک آگ میں رہے، آگ کی صفت سے متصف رہتا ہے۔ عبدہٗ کا بھی یہی مقام ہے اور چونکہ حضور ﷺ کا وصال خدا کے ساتھ دائمی ہے عارضی نہیں، اس لئے اس کی انتہا نہ رہی۔ لہٰذا حضور ﷺ کا ہر قول و فعل شان خداوندی کا مظہر ہے۔ حضور ﷺ اس کے مظہر اتم ہیں مگر ہم سب عبد ہیں اور عبد کا مقام ہے کہ وہ خدا کی رضا چاہتا ہے مگر عبدہٗ کا مقام ہے۔ كُلُّهُمْ يَطْلُبُوْنَ رَضَائِيْ وَاَنَا اَطْلُبُ رَضَاكَ يَا مُحَمَّد (ﷺ) کہ خدا نے فرمایا ہے کہ ساری دنیا میری رضا کی طالب ہے مگر اے محبوب ﷺ میں تیری رضا کا طالب ہوں کہ حضور نبی کریم ﷺ خدا کے محبوب ہیں۔ دیگر انبیاء کی امداد بالواسطہ خدا نے کی جیسے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو طوفان سے بچانے کے لئے وَاصْنَعِ الْفُلْكَ (پ۱۲، سورۃ ھود:۳۶) کا حکم ہوا کہ کشتی پر سوار ہو کر نجات ہوگئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کی آگ سے بچانے کے لئے قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا (پ۱۷، سورۃ الانبیاء:۶۹) کا وسیلہ ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دلانے کے لئے دریائے نیل پر عصا مارنے کا وسیلہ

۔حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کو ذبح سے بچانے کے لئے ۔وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ کا وسیلہ۔مگر اپنے محبوب ﷺ کا یہ مقام کہ حضور ارادہ کریں تو تحویل قبلہ ہو جائے اور (پ۲ سورۃ البقرہ) میں.......قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا (سورۃ البقرہ:۱۴۴) کا اعلان ہو جائے کہ ہم دیکھ رہے ہیں تمہارا آسمان کی طرف بار بار منہ کرنا تو ضرور ہم پھیر دیں گے اِس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری رضا ہے۔دوسرے مقام پر فرمایا (پ۱۰ سورۃ التوبہ آیت ۶۲) وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ۔اور اللہ اور اس کے رسول کا زیادہ حق ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو راضی کیا جائے کہ ہ کی ضمیر بتاتی ہے کہ رضائے مصطفےٰ ﷺ کو طلب کرنا بھی خدا کی رضا طلب کرنا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے۔وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (پ۳۰ سورۃ الضحیٰ:۵) اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب اتنا عطا کرے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔علامہ اقبال نے اسے یوں پیش کیا ہے۔

؎ عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر ما سراپا انتظار اُو منتظر

یہی وجہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے انگلی کا اشارہ کیا تو چاند کو دو ٹکڑے کر دیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِرْقَتَيْنِ ....الخ

حضور نبی کریم ﷺ اشارہ کریں تو ڈوبا ہوا سورج واپس موڑ لائیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عصر کی قضا نماز کو وقت عصر پر ادا پڑھائیں۔یہ واقع خیبر کے موقع پر ہوا۔حضور ﷺ مٹھی بھر خاک اٹھا کر دشمنان اسلام پر پھینکیں تو ہر کافر کی آنکھ میں جا

پڑے اور خدا فرمائے۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ۔(پ۹، سورۃ الانفال: ۱۷) محبوب تو نے جب اسے پھینکا تو تو نے نہ پھینکا ہم نے پھینکا۔ متعدد معجزات اس کی دلیل ہیں کیونکہ ....

؎ تیرے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی
کہا جو دن کو کہ شب ہے تو رات ہو کے رہی

عبد ہو کر عبدہٗ کو اپنی مثل کہنے والے نبی کریم ﷺ کے احترام کے منکر گستاخان رسول ہیں کہ جب وہ کہیں کہ ''جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں'' اور دیدار الٰہی کی تمنا بھی کریں۔ یہ کیونکر ممکن ہے۔ نقشہ میں ظاہر کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کی اتباع اور محبت کے بغیر یہ خیال خام ہے اور ایسے لوگ گمراہ ہیں جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔

(۱) پہلا گروہ نبی کریم ﷺ کی پیروی کے بغیر دیدارِ الٰہی کا متلاشی ہے، جب دیدار الٰہی کے لئے بائیں جانب جہاں دل ہے حرکت کرتا ہے تو وہ مقام عبدہٗ کے آگے ہوتے ہوئے اس کا منہ اگلی جانب ہے اور عبدہٗ اس کے پیچھے ہے۔ اس لئے نہ وہ ہٗ کی زیارت کر سکتا ہے۔ اس لئے دیدارِ الٰہی سے محروم ہے نہ عبدہٗ اس کو نظر آ سکتا ہے۔
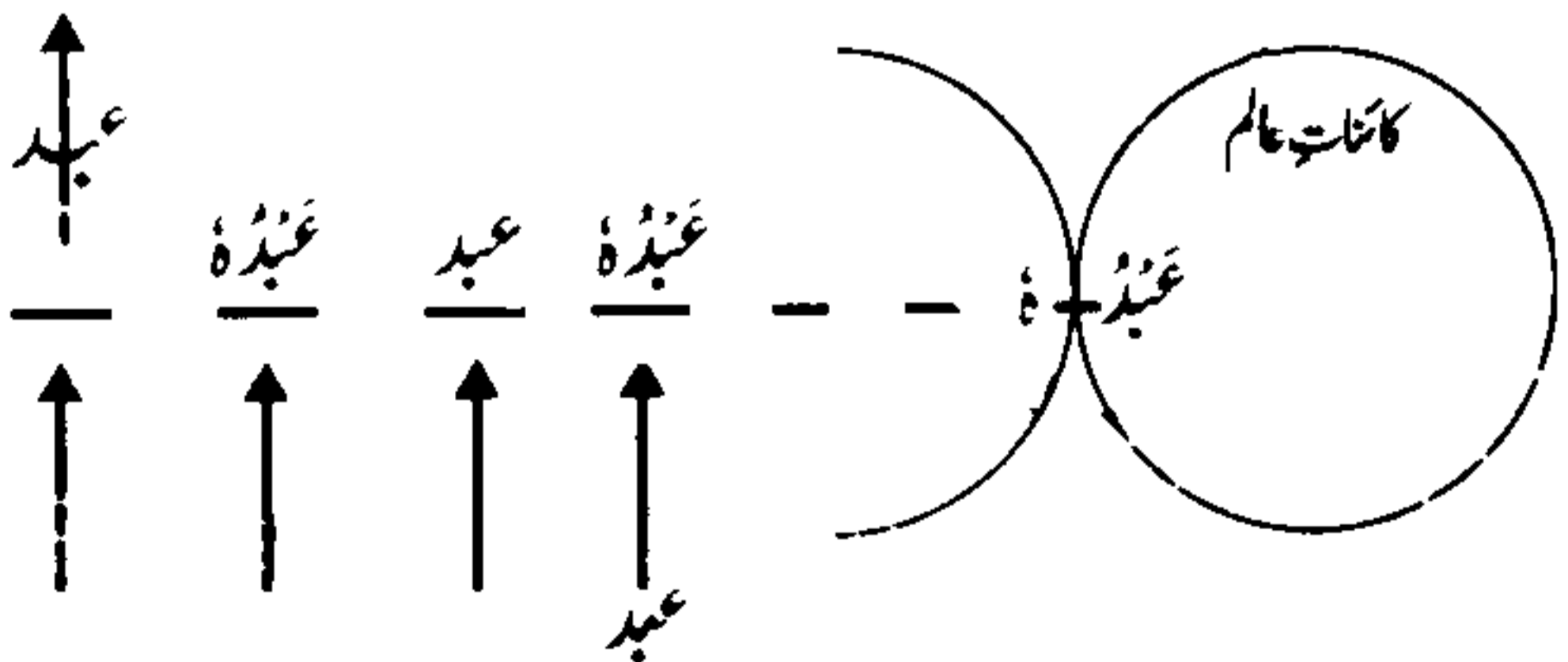
یہ منکر دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(۲) دوسرا گروہ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہنے والا۔ اپنے جیسا بشر سمجھتے ہوئے بڑا بھائی کہنے والا جب دیدار الٰہی کے لئے بائیں جانب دل کی طرف حرکت کرتا ہے۔ عبدہٗ کے حصہ عبد کے برابر کندھے سے کندھا ملائے کھڑا ہوتا ہے۔ جب بائیں جانب دیکھتا ہے تو اسے عبدہٗ کا حصہ عبد ہی نظر آتا ہے وہ ہٗ کو نہیں دیکھ سکتا اس لئے دیدارِ الٰہی سے محروم رہتا ہے۔

(۳) تیسرا گروہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والا حضور کے پیچھے قدم بہ قدم چلنے والا جب بائیں جانب دل کی طرف حرکت کرتا ہوا عبدہٗ کے عین پیچھے کھڑا ہوتا ہے وہ عبدہٗ کو جامع کمالات پا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان...... مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے حق کی زیارت پر ایمان رکھتا ہے اور قیامت میں دیدارِ الٰہی اسے نصیب ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔: یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا (پ۲۲ سورۃ الاحزاب:۴۵) کی آیت میں سِرَاجًا مُّنِیْرًا (الاحزاب:۴۶) کا مقام رسالت القابات کے ساتھ اس لئے بیان فرمایا ہے تاکہ ثابت ہو جائے کہ نور کے آگے کوئی چیز چھپی نہیں رہ سکتی۔ حضور نورانی آفتاب ہیں مطلق سِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالمین کے لئے نورانی آفتاب ہیں۔ یہ مقام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور نبی کو عطا نہ ہوا، اس لئے کہ آپ کی ذات نوری ہے مگر وہ لوگ گمراہ ہیں جو سِرَاجًا مُّنِیْرًا کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ اس میں کئی راز ہیں جن کا اظہار ہے۔

(۱) سِرَاجًا مُّنِیْرًا (الاحزاب:۴۶) کے ایک معنی چراغ کے ہیں، جو روشن ہو،

جس سے دوسرے روشنی حاصل کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ صحابہ کرام نے روشنی حاصل کی تو وہ بھی روشن ہو گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ (مشکوٰۃ، باب مناقب صحابہ، تیسری فصل ص ۵۵۴، مرقاۃ ص ۲۸۰) کہ میرے صحابہ کرام مثل ستاروں کے روشن ہیں جنہوں نے اُن کی اتباع کی وہ بھی ہدایت پائیں گے کہ ان کو ہدایت کا راستہ ان کی روشنی سے عطا ہو جائے گا۔

(۲) چراغ صرف رات ہی کو روشن ہوتا ہے مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام سِرَاجًا مُّنِیْرًا فرما کر خدا نے واضح کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے چراغ ہیں کہ ہر وقت روشن ہیں۔ یہ نور کسی وقت بجھتا نہیں گمراہ لوگ ہزار کوشش کریں وہ بجھ نہیں سکتا۔ یہ زبان سے انکار کر کے بجھانا چاہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا روشن کیا ہوا چراغ مخلوق کیونکر بجھا سکتی ہے۔

(۳) سِرَاجًا مُّنِیْرًا چراغ کی طرح روشن ہو کر عالمین کو منور کر رہا ہے اور سارے عالم فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

(۴) چراغ روشن ہو کر روشنی دیتا ہے مگر چراغ تلے اندھیرا بھی ہوتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کلمہ گو ہو کر نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر اندھیرے میں ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام اور یمن کے لئے دعائے برکت کی مگر نجد کے لئے فرمایا هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَ الْفِتَنُ وَ بِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔ (بخاری، مشکوٰۃ باب ذکر الیمن والشام پہلی فصل) اس لئے شیطانی گروہ قرنِ شیطان روشنی کیونکر حاصل کر سکتا ہے۔

(۵) چراغ کے نور کی پرواز بلندی کی طرف ہوتی ہے اس لئے شبِ معراج نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرواز عرش معلیٰ سے بھی اوپر تک ہو گئی اور عرش معلیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کو بوسے دے کر عرش اعظم کا مقام پا لیا۔

(۶) اللہ تعالیٰ قرآن کریم فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے۔(پ۲۹ سورۃ نوح آیت۱۶) میں وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجاً اور (پ۳۰ سورۃ النباء آیت۱۳) وَجَعَلْنَا سِرَاجاً وَّ هَاجًا۔ فرما کر آفتاب کو سراج بیان کیا ہے کہ ہر روشنی دینے والی شیٔ کو سراج بولا گیا ہے تو نبی کریم ﷺ کو سراجاً منیراً بیان کر کے روشنی دینے والا ثابت کیا ہے۔ طلوع آفتاب کے بعد اس کا انکار حقیقت سے انکار ہے۔ سراسر گمراہی ہے۔ لہٰذا گمراہوں کے نور مصطفیٰ ﷺ پر اعتراضات سراسر گمراہی ہے۔ ان کے چند اعتراضات کے جوابات ملاحظہ کریں۔

(۱) اعتراض ہے کہ چراغ تو راستہ دکھاتا ہے اس لئے چراغ سے تشبیہ دی گئی ہے، اس سے آپ کا نور ہونا مراد نہیں ہو سکتا۔

الجواب : ہر انسان یہ تو سمجھ سکتا ہے کہ اگر چراغ روشن نہ ہو تو راستہ دکھائی نہیں دیتا۔ اس لئے چراغ روشنی کے بغیر کیونکر راستہ دکھا سکتا۔ حضور سرور کائنات ﷺ راستہ اس لئے دکھاتے ہیں کہ حضور ﷺ نور ہیں، روشن ہیں، بغیر نور اور روشن کے سراجاً منیراً پر ایمان کا دعویٰ گمراہی ہے۔

(۲) اعتراض ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے صرف ہدایت طلب کی جو ل گئی۔ حضور نور ہوتے تو کسی کو روشنی والا نور بھی حاصل ہوتا۔

الجواب : حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی رات حضور کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور پہاڑ کی بلندی پر لے گئے، جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار کے اندر داخل ہوئے تو اس روشنی سے غار کے اندر پہنچ کر غار کو صاف کیا جو ان کو حضور ﷺ کے بدن

اقدس سے مس کرنے سے مل چکی تھی ورنہ رات کے اندھیرے میں غار کا اندھیرا دور نہ ہوسکتا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کہ دونوروں والا حضور ﷺ نے اس لئے فرمایا تھا کہ حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں۔ اگر حضور ﷺ کی صاحبزادیاں نور کہلا سکتی ہیں تو سرور کائنات ﷺ کے نور کا انکار حقیقت سے انکار اور گمراہی ہے۔

مشکوٰۃ شریف باب الکرامات پہلی فصل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت اُسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشیر رضی اللہ عنہم حضور کے دو صحابی حضور ﷺ کی خدمت میں تھے کہ رات کے اندھیرے میں جب بادل کی وجہ سے سخت اندھیرا تھا وہ دربار رسالت سے رخصت حاصل کر کے گھر کو روانہ ہونے لگے تو سخت اندھیرے میں گھبرا گئے۔ دونوں کے ہاتھ میں لاٹھیاں تھیں، خدا کے محبوب ﷺ نے ایک لاٹھی کو اپنا دست مبارک لگایا تو مثل بیٹری کے وہ روشن ہو گئی اور وہ صحابی اس روشنی میں روانہ ہو گئے۔ جب ایک موڑ پر علیحدہ ہونے لگے تو دوسرے صحابی نے پہلے کی لاٹھی سے اپنی لاٹھی مس کردی تو وہ بھی روشن ہو گئی اور دونوں صحابی ان لاٹھیوں کی روشنی میں گھر پہنچ گئے۔

ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے نور پر اعتراضات سراسر گمراہی ہے کہ قرآن کریم کی جملہ آیات کا انکار کر کے ایسے لوگ گمراہی مول لیتے ہیں، ہدایت کیونکر پا سکتے ہیں۔ دیکھئے لکڑی کی لاٹھی نے نورِ مصطفےٰ ﷺ کے معجزے کو ثابت کر دیا کہ وہ روشن ہو گئی اور اس نے نور مصطفےٰ ﷺ کو روشن کرنے والا نور ثابت کر دیا۔

حضور ﷺ کے نور کے منکر نورِ ایمان سے کیسے منور ہو سکتے ہیں۔ ایسے ہی

لوگ گمراہ ہیں اور کمالات ختم المرسلین کا انکار ان کا عقیدۂ باطلہ ہے کہ نورِ مصطفےٰ ﷺ کی روشنی میں قرآن کریم کو نہیں پڑھتے۔

علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ نے "سیرتِ رسول عربی ﷺ" میں بیان کیا ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور از ہر انوار الانبیاء ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اپنے پیارے حبیب پاک، صاحب لولاک کے نور کو آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں بطور ودیعت رکھا۔ جس سے انوار مبارک ان کی پیشانی میں یوں نمایاں تھے جیسے آفتاب آسمان میں اور چاند اندھیری رات میں، اور ان سے عہد لیا گیا کہ یہ نورانور پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوا کرے۔

اِسی نور مبارک کے پاک اور صاف رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے تمام آباء، امہات کو شرک و کفر کی نجاست سے پاک اور زنا کی آلودگی سے مبرا رکھا، اِسی نور کے ذریعے سے حضرت آدم علیہ السلام مسجودِ ملائکہ بنے اور تمام آباء اجداد نہایت حسین اور مرجع خلائق تھے۔ اسی نورانور کے وسیلے سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اور سیدنا حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان میں غرق ہونے سے بچی اور اسی نورِ انور کی برکت سے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آتش نمرود گلزار ہو گئی اور اِسی نورانور کی برکت سے حضرات انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات پر اللہ تعالیٰ کی عنایات بے غائت ہوئیں۔ (سیرت رسول عربی)

مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب "نشر الطیب" میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ـ یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ

کو بیان کیا ہے اور ایک رسالہ ''نور'' بھی لکھا ہے جس میں لکھا ہے...... کہ نبی خود نور اور قرآن نور ملا۔

نبی خود نور اور قرآن نُور ملا
نہ ہوں پھر مل کے کیوں نُورٌ علیٰ نُور

فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۲۷۷ میں مولوی ثناء اللہ امرتسری نے درج کیا ہے کہ ''رسول خدا اللہ کے نور ہیں''۔

قصیدہ نعمان میں یوں بیان ہے :

اَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاکَ مَاخُلِقَ امْرُءٌ كَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَاكَ

(۴) یارسول اللہ آپ کی ذات وہ ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہرگز کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا، نہ باقی مخلوق پیدا ہوتی۔ پھر فرمایا۔

اَنْتَ الَّذِیْ نُوْرِكَ الْبَدْرُ اکْتَسٰی وَالشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ بِنُوْرِبَهَاكَ

(۵) کہ آپ وہ ہیں کہ آپ کے نور سے چاند کو روشنی ملی ہے اور سورج آپ ہی کے نور سے چمک رہا ہے۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اگر نام محمد رانیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

کہ اگر حضرت محمد ﷺ کے نام کا وسیلہ سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام پیش نہ کرتے تو حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول نہ ہوتی، نہ حضرت نوح علیہ السلام غرق ہونے سے نجات پاتے۔

نہ ایوب از بلا راحت نہ یوسف حشمت و شوکت

نہ عیسیٰ آں مسیحا دم نہ موسیٰ آں ید بیضا

کہ نہ سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام بلا سے راحت پاتے نہ حضرت یوسف علیہ السلام کی عزت وشوکت ہوتی نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شفا دینے والا دم ہوتا نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ید بیضا (نورانی ہاتھ) ہوتا۔

سیرت حلبیہ جلد اول میں ...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اللہ تعالیٰ نے ساری چیزوں سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا۔ تو آپ نے فرمایا اے جابر بیشک اللہ تعالیٰ نے ساری چیزوں سے پہلے تیرے نبی پاک علیہ السلام کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ لہٰذا واضح ہوا کہ آپ کا نور ہر شی کا اصل ہے۔

سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے مجھے معافی عطا فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا؟ تو عرض کیا کہ جس دن تو نے مجھے پیدا کیا، میرے بدن میں روح کو پھونکا تو میں نے آنکھ کھولی تو ساق عرش پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا دیکھا تو میں نے جان لیا کہ آپ ساری مخلوق سے آپ کی بارگاہ میں عزت و مرتبہ والے ہیں۔ اسی بنا پر سب سے پہلے آپ کا نام مبارک عرش پر نظر آیا اور اس مرتبہ کے ساتھ کہ اپنے نام مبارک کے ساتھ ان کا نام مبارک ملایا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت و

جلال کی قسم وہ تیری اولاد سے ہے، برگزیدہ پیغمبر ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔ لہٰذا ان کے وسیلے سے تجھے بخش دیا۔

حضرت ابن عساکر، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

مَکْتُوْبٌ عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ۔

اور ابو نعیم سیرت حلبیہ شریف میں حضرت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ جنت کا کوئی درخت اور پتہ ایسا نہیں جس پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ لکھا ہوا نہ ہو۔ مَا فِی الْجَنَّۃِ شَجَرَۃٌ وَّلَا وَرَقَۃٌ اِلَّا مَکْتُوْبٌ عَلَیْھَا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ۔

امام طبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ بَیْنَ کَتِفَیْ آدَمَ مَکْتُوْبٌ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ۔ حضرت عبادہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے دونوں کندھوں کے درمیان لکھا ہوا تھا محمد رسول اللہ اور خاتم النبیین۔

علامہ زرقانی نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پر لکھا تھا، اسی نام کی برکت سے جاری ہوئی اور ڈوبنے سے محفوظ رہی۔

طہارت القلوب میں مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا تو اس پر لکھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ نور کے ساتھ۔ پس حضرت آدم جنت سے باہر آئے تو آپ نے عرش کے طاق پر اور جنت کی ہر جگہ پر نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے

نام کے ساتھ لکھا ہوا دیکھا تو عرض کیا۔ اے اللہ تعالیٰ! یہ محمد کون ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تیرا بیٹا ہے۔ اگر آپ کا یہ بیٹا نہ ہوتا تو میں تجھ کو پیدا نہ کرتا۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب بحرمة اس بیٹے کے اس کے باپ پر رحم فرما۔ بس ندا آئی اے پیارے آدم علیہ السلام اگر ہماری بارگاہ میں ساری زمینوں آسمان والوں کے لئے محمد کے وسیلے سے شفاعت کرتے تو ہم ضرور قبول کرتے۔

خصائص کبریٰ شریف میں ابن عساکر نے حضرت کعب احبار سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو فرمایا جب ربّ تعالیٰ نے مجھے جنت میں رہائش عطا فرمائی تو میں نے جنت کے ہر قصر اور محل اور حور عینین کی پیشانی پر، جنت کے درختوں اور طوبیٰ درخت کے پتوں پر سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر اور حجب کے اطراف پر اور ملائکہ کی آنکھوں کے درمیان حضور کا نام نامی لکھا ہوا دیکھا۔ پس ان کے ذکر سے غافل نہ رہنا، اِس لئے کہ ملائکہ بھی ہر وقت آپ کا ذکر کرتے اور صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں۔

لہٰذا حضور ﷺ کے نور کے بغیر قرآن کریم کی سمجھ ناممکن ہے کہ بغیر نور اور روشنی کے کوئی بھی کتاب نہیں پڑھی جا سکتی تو قرآن کریم کی سمجھ بغیر حضور ﷺ کی نورانی ذات کے فرمان کے کیونکر آ سکتی ہے۔ ہدایت تو حضور ﷺ کے ذریعہ ملتی ہے نور محمدی ﷺ کا انکار کرنے والا نور ایمان کیونکر حاصل کر سکتا ہے جو کہ نور مصطفےٰ ﷺ سے عطا ہوتا ہے کہ اس کا منبع بھی حضور ﷺ ہیں۔ تفسیر صاوی میں نور کے بارے میں بیان ہے۔ اَلْمُرَادُ بِالنُّوْرِ هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیْ وَسَمَّاهُ نُوْرًا لِاَنَّهٗ يُنَوِّرُ الْبَصَائِرَ وَيَهْدِيْهَا الرِّشَادَ وَلِاَنَّهٗ اَصْلُ كُلِّ نُوْرٍ حِسِّيٍّ وَ مَعْنَوِيٍّ (تفسیر صاوی ج ا

ص ۲۷۵) کہ نور سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں جن کا نام نور رکھا گیا ہے کہ نور بصارت کو نورانیت عطا کرتا ہے جس کی روشنی میں ہدایت ملتی ہے کہ یہ نور سارے نوروں کی اصل حسی اور معنوی طور پر ہے۔ یہی نور اولین ہے جس کی تخلیق سے کائنات کا ظہور ہوا۔ چاند سورج ستارے روشن ہوئے۔ یہی نور ایمان کی عطا کا وسیلہ ہے۔ اسی لئے نور چالیس سال پہلے ظہور پذیر ہو گیا، بعد میں کتاب کا نزول ہوا اور حقیقت یہ ہے کہ نور اولین ہی سے نبوت کی ابتدا ہوئی کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے حضور ﷺ نبی تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِی کہ سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا، پھر فرمایا کُلُّ الْخَلَائِقِ مِنْ نُّوْرِیْ کہ ساری کائنات میرے نور سے پیدا ہوئی اور یہ بھی حدیث پاک میں ہے فرمایا: کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَ الطِّیْن۔ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام ابھی مٹی اور پانی سے تیار ہو رہے تھے۔

ثابت یہ ہوا کہ نبوت کا مقام نورِ مصطفےٰ ﷺ سے ہوا کیونکہ بشریت اس وقت ظاہر ہوئی جب حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی جبکہ حضور ﷺ اس وقت سے پہلے ہی نبی تھے۔ جب آدم علیہ السلام کا ظہور رہوا۔

لہٰذا تعلق بالرسول کے بغیر قرآن سے ہدایت نہیں گمراہی ملتی ہے۔ اس تعلق کے لئے حضور ﷺ نے خطاب کیا اور فرمایا میری پہچان کرو۔ کَیْفَ اَنَا فِیْکُمْ کیونکہ میں تم میں چالیس سال گزار چکا ہوں۔ ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی معرفت مقدم ہے۔ تب قرآن پڑھیں تا کہ ہدایت ملے۔ جو کہتے ہیں کہ نور سے مراد ہدایت ہے اور ہدایت سے راستہ ملتا ہے، ان کو سمجھنا چاہئے کہ جب تک نور کی روشنی نہ ہوگی نہ راستہ نظر آ سکتا

ہے نہ ہدایت مل سکتی ہے کیونکہ رات کی تاریکی میں چلنے والا اسی وقت راستہ پر چل سکتا ہے جب پہلے روشنی اس راستہ کو ظاہر کرے، ورنہ وہ راستہ نہیں پا سکتا اِس لئے یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا (البقرہ:۲۶) کا مصداق ہوگا اور وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (البقرہ:۲۶) اسی کے لئے ہے جو اس روشنی سے فیض پا کر راستہ پالے۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ (پ۶، سورۃ المائدہ:۱۵) کی اس آیت کے بعد بھی خدا نے يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ کا ارشاد فرمایا ہے کہ اس نور سے اللہ ہدایت دیتا ہے کیونکہ یہ ہدایت کا وسیلہ ہے۔

دنیا میں رحمت دو جہاں اور کون ہے
جس کی نہیں نظیر وہ تنہا تمہی تو ہو
پھوٹا جو سینۂ شبِ تارِ الست سے
اس نور اولین کا اُجالا تمہی تو ہو (ظفر علی خان)

پھر اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے... وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ (البقرہ:۸) کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور قیامت پر ایمان لائے مگر وہ ایمان والے نہیں کیونکہ اللہ اور قیامت پر ایمان خدا کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کے بغیر قبول نہیں کہ جس طرح قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (سورۃ اخلاص آیت ۱) میں خدا کی توحید اس وقت تک قبول نہیں جب تک قُلْ پر ایمان لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلۂ نبوت درمیان میں نہ ہوگا اور جو توحید حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیان کریں وہی قبول ہوگی۔ یہاں بھی خدا کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ ہی ہدایت دے سکتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر نہ ایمان قائم ہو سکتا ہے نہ ہدایت مل سکتی ہے۔ ابلیس توحید

پرست ہو کر اس لئے کافر ہوا کہ نبی ﷺ کی تعظیم کا منکر ہوا۔ نبی کی تعظیم کا انکار شانِ نبوت و رسالت کا انکار اسے لے ڈوبا اور اس کا بستر گول ہو گیا اور قیامت تک گول ہی رہے گا اور ہر وہ شخص جس کا تعلق نبی سے نہیں اس کی شان کا منکر ہوا۔ خدا کے فرمان کے خلاف اِس کے نور کو شرک کا بہانہ بنا دیتا ہے، نہ ہدایت پا سکتا ہے نہ نجات کیونکہ حضور ﷺ کا ہر عمل امت کیلئے ضابطۂ حیات ہے۔

لہٰذا نور کا انکار اسوۂ حسنہ سے فرار ہے اور جو اسوۂ حسنہ سے فرار اختیار کرے وہ قرآن کریم سے ہدایت نہیں پا سکتا۔ اِس لئے وہ ایمان والا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اِس کا بستر گول ہے۔ اس کے لئے خداوند تعالیٰ کا (سورۂ الصف: آیت ۸) میں ارشاد ہے۔ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ کافر چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ نور کو پورا کرنے والا ہے۔ پ۱۸ سورۃ نور میں فرمایا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (النور: ۴۰) اور جسے اللہ نور نہ دے اس کیلئے کہیں نور نہیں بلکہ اپنے محبوب کا مقام سورۃ النساء میں اس سے بھی بلند فرمایا ہے۔ (پ۶) قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (سورۃ النساء: ۱۷۴) کہ بیشک تمہارے پاس اللہ کی برہان (واضح دلیل) آئی اور تمہاری طرف روشن نور نازل کیا۔ اس میں بیان ہوا کہ خدا کا محبوب رب کی واضح دلیل، خدا کی پہچان ہے اور دلیل کی تائید دعویٰ کی تائید ہے اس لئے جسے حضور ﷺ سے کراہت ہو وہ کافر ہے کیونکہ دلیل پر اعتراض خدا پر اعتراض ہے۔

برہان من ربکم

برھان ربی مجسم معجزہ ہے کیونکہ برہان کے لفظی معنی ہیں مَا یُبَرْهَنُ بِهِ الشَّيْءُ کہ جس سے کوئی چیز مضبوط کی جائے۔ حضور علیہ السلام سرتاپا معجزہ ہیں۔ ہر عضو معجزہ اور رب کی برہان ہیں۔ حضور ﷺ کا چلنا پھرنا، جاگنا اور ہر کام سب رب کی شان کی دلیل ہے۔ اسی لئے حضور علیہ السلام کے کسی عضو کا سایہ نہیں مگر ہمارا سایہ ہے۔ ان کا ہر عضو بلکہ ہر چیز خوشبودار کہ جہاں سے گزرتے گلیاں معطر ہو جاتیں اور تفصیلی ذکر یہ ہے کہ بال مبارک بھی معجزہ کہ حضرت طلحہ کے گھر بال مبارک رکھا گیا تو تمام رات ملائکہ کی تسبیح و تہلیل مکان میں سنی گئی۔ جب ہرقل شاہ روم نے اپنے سر درد کی شکایت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کی تو انہوں نے حضور ﷺ کا بال مبارک بھیجا جس سے ہرقل کو آرام آ گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حضور کے بال مبارک کی برکت سے فتوحات ہوئیں۔ (مشکوٰۃ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے لاٹھی اور پتھر معجزہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے سانس معجزہ جس سے مردوں کو زندہ اور بیماروں کو شفا دیتے مگر حضور نبی کریم ﷺ مجسم معجزہ۔ حضور ﷺ کی آنکھ معجزہ کہ نماز میں جیسے آگے دیکھتی ہے پیچھے سے بھی دیکھتی، اسی لئے فرمایا۔ اَقِیْمُوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنِّیْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ (متفق علیہ، مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب تسویۃ الصف، پہلی فصل) صفیں سیدھی رکھو کہ میں پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ حضور ﷺ کی آنکھ نے رب کو دیکھا کہ فرمان ربی ہے۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (النجم آیت: ١٧) حضور ﷺ کی زبان پر فرمان ربی ہے۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ

الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (سورۃ النجم آیت:۳،۴)

وہ زبان جس کو سب کن کی کنجی کہیں

اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

حضور ﷺ نے جو کچھ فرمایا وہ پورا ہو گیا۔ جس کو جنت عطا کی وہ جنتی ہو گیا جیسے حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ کو۔ جس کو دوزخ کا پیغام سنا دیا وہ دوزخی ہو گیا۔ ابو جہل کا اصلی نام گم ہو گیا۔ ابولہب اور اس کی بیوی حَمَّالَةَ الْحَطَبِ۔ (پ ۳۰، سورۃ اللھب آیت ۴) جہنمی ہو گئے۔

ہاتھ کا مقام يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (سورۃ الفتح:۱۰) کہ ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ، جو حدیبیہ کے مقام پر ظاہر ہو گیا۔ حضور ﷺ نے اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے تو بالواسطہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ بن گیا۔ اسی لئے وہ ہاتھ جامع قرآن ہو گیا کہ کلام الٰہی کو ید اللہ نے جمع کیا۔ اسی ہاتھ شریف کے اشارے سے کنکروں نے کلمہ پڑھا، کھانے کے لقموں نے تسبیح پڑھی، انگلی پاک کے اشارے نے چاند کو شق کیا، ڈوبا ہوا سورج واپس موڑا۔ انہیں انگلیوں سے پانی کے چشمے ابلے۔ ام معبد کی بکری کو ہاتھ لگا تو دودھ کی نہریں جاری ہو گئیں۔ کیکر کے درخت نے اشارہ پا کر شہادت دی اور وادی سے چل کر آیا۔ کھجور کے خوشے نے کھجور سے اتر کر حاضر ہو کر گواہی دی۔ غزوہ تبوک میں خالی برتنوں کو بھر دیا۔ انگلی کے اشارے کو بادل نے مانا تو بارش ہوئی۔ جب اشارہ دیکھا تو پھٹ گیا اور شہر سے باہر برسا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کو خدا نے مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی (پ ۲۷، سورۃ النجم: آیت ۱۱) بیان کیا کہ دل ہوش میں رہا۔ اِس لئے جو آنکھ نے دیکھا اس کی تصدیق کی۔ سینہ مبارک کو خدا نے الم نشرح کا مقام عطا کیا اور سینہ مبارک اس قدر فراخ ہو گیا کہ تجلیات الٰہیہ کا کھلا ہوا دروازہ ہو گیا۔ جہاں سے عطائیں جاری ہو گئیں اور ہدایت کا دریا بن گیا۔ سینہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ (پ ۱۸، سورۃ النور: ۳۵) کا مقام پا لیا کیونکہ وہ سینہ مبارک خدا کے نور کا چراغ ہے۔

قدم مبارک بھی معجزہ ہے کہ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ (پ ۳۰، سورۃ البلد: ۱، ۲) کا مقام ملا کہ جس شہر مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک لگے اس شہر کی خاک کی قسم کھائی، جن پتھروں پر قدم لگے ان کی قسم، جن گلیوں اور بازاروں میں چلے اور ان کو روندا ان کی قسم، جن غاروں میں پہنچے ان کی قسم، جن راستوں پر گزر ہوا ان سب کی قسم خدا نے کھائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سر تا پا معجزہ ہیں۔ برہان ربی ہیں۔ سونا، جاگنا، کھانا پینا سب برہان ربی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند سے اسی لئے وضو نہ ٹوٹتا کہ فرمایا اِنَّمَا تَنَامُ عَيْنِي وَلَا يَنَامُ قَلْبِي۔ پسینہ مبارک میں وہ خوشبو کہ عورتیں بجائے عطر کے اس کو استعمال کرتیں۔ ام ایمن نے غلطی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی لیا تو نسلوں تک خوشبو ان میں باقی رہی۔ دیکھو مدارج میں اور عینی شرح بخاری میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات امت کے لئے پاک۔ فصد کھولنے پر ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پی لیا تا کہ بے ادبی نہ ہو اس پر جنت واجب ہو گئی اور جہنم حرام

ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک برہانِ ربی کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں بارہ حروف مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں بھی بارہ حروف جب تک مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر دل وزبان سے ایمان نہ ہو کسی کا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنا قبول نہیں۔

جس طرح لفظ اللہ ذات پر دلالت کرنے میں حروف کا محتاج نہیں، اگر ہمزہ حذف ہو تو للہ رہا، اگر لام گرا تو لہٗ ہو گیا، اگر لام بھی گرے تو ہٗ باقی۔ بعینہٖ محمد ہے کہ پہلے م کو گراؤ تو حمد رہا معنی تعریف، اگر حا گرادو تو مد باقی رہا، معنی مخلوق کو خالق کی طرف کھینچتے ہیں۔ اگر م بھی گرادو تو دال بچی معنی ہیں رہبر کہ اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ کہ یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی صفات ہیں۔

جَاءَکُمْ سے سب مسلمانوں کو خطاب ہے کہ بُرْھَان رَبّی آیا۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا (پ ۶، النساء: ۱۷۴) میں نور سے مراد قرآن کریم ہے جو دل کو چمکاتا ہے، یا حضور کا نور قلب ہے جو شیخ کے وسیلہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مبین فرمایا ہے کہ ہر طرف کو چمکاتا ہے چراغ کی طرح نہیں کہ بعض طرفوں کو چمکائے بعض کو نہیں۔ یہ نور دل کو بھی چمکاتا ہے اور روح کو بھی۔ لہٰذا نُوْرًا مُّبِیْنًا (النساء: ۱۷۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی ہے جس کی دو صفتیں برہان اور نور ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم ذات محمد اور احمد ہے اور رب کا نام حامد بھی اور محمود بھی۔ لہٰذا حضور احمد رب محمود کہ اس کی تعریف حضور ہی کر سکتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف خدا ہی فرما سکتا ہے۔ اسی لئے شفاعت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے خاص حمد کرائی جائے گی کہ اس حمد کے لئے یہی زبان موزوں ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری صفات

برہان ہیں کیونکہ سابقہ نبیوں کو جو جو صفات عطا ہوئیں سب کی سب حضور ﷺ کو عطا ہوئیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضور ﷺ کو شکرِ نوح علیہ السلام، حلم حضرت ابراہیم علیہ السلام، اخلاص حضرت موسیٰ علیہ السلام، قرب اسماعیل علیہ السلام، اور یعقوب علیہ السلام، صبر ایوب علیہ السلام، تواضع سلمان علیہ السلام، زہدِ عیسیٰ علیہ السلام مرحمت ہوا جیسا کہ روح البیان میں زیر آیت وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (سورۃ المائدہ آیت ۲) میں بیان ہے۔

خلاصہ مضمون یہ ہے کہ حضور ﷺ تشریف لائے جو سرتاپا حقانیت اسلام کی دلیل ہیں۔ جس کو حضرت عبداللہ بن سلام نے دیکھا تو حقانیت کی تصدیق کر دی۔ قرآن کریم نے حضور ﷺ کی پہچان کرادی اور حضور کے وسیلے سے رب کی پہچان ہوئی۔ حضور ﷺ علماء میں برہان ربی، عوام کے لئے نور کہ ظاہر ظہور سے دل کی تسلی کریں۔ صاحبِ عقل کے لئے برہان ہیں۔ دوسروں کے لئے نور ہیں۔ اسی لئے حضور ﷺ کو انسانوں نے جانوروں اور جنوں نے زمین و آسمان چاند تاروں اور سورج نے نباتات و جمادات سب نے پہچان لیا اور حکم مانا۔

لہٰذا دلیل پر اعتراض دعویٰ پر اعتراض ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضور ﷺ کو سرتاپا حق کی دلیل پیش کر کے حضور کی پہچان کو رب کی پہچان قرار دیا ہے۔ حضور ﷺ کی آمد مقدم کر کے بعد میں قرآن کا نزول اس لئے کیا کہ پہلے حضور ﷺ پر ایمان

لائیں پھر قرآن پڑھیں تا کہ اس کو سمجھ سکیں ورنہ اس کی سمجھ ناممکن ہے۔

برہانِ ربّی کا انکار رب تعالیٰ کا انکار ہے۔ برہان ربی سراسر معجزہ حتی کہ لعاب دہن شریف معجزہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دکھتی آنکھوں کے لئے شفا۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی ٹوٹی پنڈلی کے لئے جوڑنے والا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر سانپ کے کاٹے اور زہر کا علاج اور تریاق۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کے نکلے ہوئے ڈیلے کو ٹھیک کرنے والا۔ حضرت معوذ کے ٹوٹے ہوئے بازو کو جوڑنے والا۔ حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہم کی بیوی کی برص کی بیماری کو دور کرنے والا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے کھانے میں برکتیں عطا کرنے والا کہ تین آدمیوں کا کھانا ڈیڑھ ہزار کے لشکر کو سیر کرنے والا۔ کنوئیں کے کھاری پانی کو میٹھا کرنے والا۔ حضور سید عالم ﷺ کے برہان پر اعتراض، معجزات پر اعتراض اور ان کا انکار ہے۔

برہانِ ربی نے جب تک کلام الٰہی کو پڑھا نہ تھا اس کو قرآن کا درجہ نہ ملا۔ نہ مخلوق تک پہنچا نہ اس نے نور کا درجہ پایا کہ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا (سورۃ النساء: ۱۷۴) کا فرمان جاری نہ ہوا۔ اس کے لئے لَّا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (پ ۲۷، سورۃ الواقعہ: ۷۹) کا مقام ملا کہ اس کو نہ چھوئیں جب تک بدن پاک نہ ہو (پ ۲۷ سورۃ واقعہ) میں بیان ہے، نہ اس کی حفاظت کا حکم نازل ہوا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (پ ۱۴، سورۃ الحجر: ۹) کا حکم جاری ہوا نہ وہ سابقہ کتب کا منسوخ کرنے والا بنا، نہ ہی وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (پ ۶، سورۃ المائدہ: ۶۷) کا مقام ظاہر ہوا کہ خدا نگہبانی کرے گا لوگوں سے، جس سے حضور ﷺ اکیلے

کفار پر غالب آگئے اور حضور ﷺ کے ہر قول و فعل کی قیامت تک حفاظت ہوگی کہ علمائے دین اور مشائخ کا ظہور ہوگیا۔

برہانِ ربی کے صدقہ میں نزول قرآن ہوا، جس نے اپنا تعارف کرایا کہ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ ہے وہ نُزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے مقام والا ہے وہ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (سورۃ واقعہ:۸۰) ہے وہ هُدًی لِّلنَّاس کے مقام والا ہے بلکہ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (سورۃ البقرہ: آیت ۲) اس کا خاص مقام ہے یہ ہدایت صرف متقین کے لئے ہے جو ظاہری اور باطنی دونوں طرح سے متقی ہوں گے۔

برہان ربی کا مقام وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی (پ۳۰، والضحیٰ:۱۔۲) کہ حضور کا چہرہ انور والضحیٰ اور زلفیں الیل ہیں۔ حضور ﷺ کا مقام یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ (پ۲۹، سورۃ المزمل:۱) ہے کہ حضور ﷺ کملی اوڑھیں تو آیت بنتی ہے، اور چادر اوڑھیں تو یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ (پ۲۹، سورۃ المدثر:۱) کا نزول ہوتا ہے کہ اے چادر اوڑھنے والے امت کی پردہ پوشی کرنے والے۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (پ۹، الانفال:۱۷) کا نزول ہوتا کہ برہانِ ربی کنکریاں پھینکے تو رب فرمائے ہم نے پھینکیں۔ حضور ﷺ کی حرکت خدا کی حرکت ہے۔ حضور ﷺ بیعت لیں تو خدا فرمائے کہ اللہ نے بیعت لی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ۔ (پ۲۶، سورۃ الفتح:۱۰)

مسند نشیں عالم امکان تمہیں تو ہو
اس انجمن کی شمع فروزاں تمہیں تو ہو

دنیا کی آرزوئیں فنا آشنا ہیں سب
جو روح زندگی ہے وہ ارماں تمہیں تو ہو

برہانِ ربّی کا یہ مقام کہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى (پ۳۰،سورۃ الضحیٰ:۳) کہ تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا اِس کو۔ ماضی مطلق میں بیان کر کے فرمایا کہ گزشتہ زمانہ میں بھی رب کی رحمت نے نہ چھوڑا بلکہ ساتھ رہی، اور ثابت کر دیا کہ اعلان نبوت سے پہلے بھی حضور ﷺ جانتے تھے کہ نبوت کی عطا حضور کے لئے ہے مگر اعلان کا وقت چالیس سال کی عمر میں ہوگا اِس کا پتہ تھا مگر جو کہتے ہیں کہ چالیس سال تک حضور ﷺ کو پتہ نہ تھا کہ حضور ﷺ نبی ہوں گے وہ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى (پ۳۰،الضحیٰ:۳) کے مفہوم سے نا آشنا ہو کر ایسا کہتے ہیں۔ حضور ﷺ روز ازل سے خدا کے محبوب ہیں۔ ایسا کوئی فعل سرزد نہ ہوا جو خدا کی ناراضگی کا سبب ہو۔ اِسی لئے حضور ﷺ کا ارشاد ہے كُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ میں اس وقت نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی مٹی اور پانی میں تھے بلکہ فرمایا: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ کہ سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ پھر فرمایا وَكُلُّ الْخَلَائِقِ مِنْ نُّوْرِیْ کہ تمام خلائق کو میرے نور سے پیدا فرمایا اس لئے حضور ﷺ خدا کی ذات کے مظہر ہیں۔ برہان ربی کا مقام وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (پ۳۰،سورۃ الضحیٰ:۴) ہے۔ بیشک آپ کی پچھلی زندگی پہلی سے بہتر ہے۔ دُنیاوی زندگی ہر آن میں بہتری کی طرف ہوئی۔ اعلانِ نبوت کے بعد کا زمانہ پہلے سے بہتر۔ برزخی زندگی دُنیاوی سے بہتر کہ اس میں وصالِ الٰہی کا مقام ہر آن ہو گیا۔

ہر آن حضور کا معراج ہے۔ اُخروی زندگی بزرخی سے بہتر ہوگی کہ دنیا میں آپ کے فضائل قال سے معلوم ہوئے مگر قیامت میں حال سے ظاہر ہوں گے۔ سب سے پہلے آپ کی قبر مبارک شق ہوگی، سب سے پہلے میدان حشر میں سوار ہو کر پہنچیں گے۔ مقامِ محمود اور شفاعتِ عظمیٰ کا مقام عطا ہوگا۔

وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا (سورۃ النساء:۴۱) کا مقام عطا ہوگا کہ آپ موقع کے گواہ بن کر عینی شاہد ہو کر سب کی گواہی دیں گے۔ سابقہ نبیوں کی نبوت، ان کی کتب اور ان کی تبلیغ کی گواہی دیں گے۔ مومنوں کے ایمان، کافروں کے کفر، منافقوں کے نفاق کی تصدیق کر کے فیصلہ کرائیں گے، اور مومنوں کو جنت کی عطا اور کافروں منافقوں کو جہنم رسید کرائیں گے۔ حوض کوثر آپ کی ملکیت، حضور کی وراثت تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ..... (پ۱۶، سورۃ مریم آیت ۶۳) اس وراثت کے مالک ہوں گے۔ برہانِ ربی کی یہ شان کہ وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (پ۳۰، سورۃ الضحیٰ: ۵) کے مطابق خدا کی عطا اس قدر ہوگی۔ ہر آن درجات اس قدر بڑھیں گے کہ حضور راضی ہو جائیں گے۔ فرمایا کہ میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک ساری اُمت کی بخشش نہ ہو جائے گی۔ یہ قیامت میں مقام ہوگا اور دنیا کے اندر اس قدر عطائیں ہوئیں کہ بیان سے باہر۔ اِس قدر معجزات کی عطا کہ حضور سرتاپا معجزہ ہیں۔ دین مشرق و مغرب تک پھیل گیا۔ اُمت بے شمار۔ اولین و آخرین سب کے علم کی عطا ہوئی۔ ذکر بلند ہوا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (پ۳۰، الم نشرح:۴) کی عطا ہوئی۔ قبر میں حضور ﷺ کی پہچان اُمتی کے لئے کامیابی کی دلیل اور نجات کا ذریعہ بنے۔ قیامت

تک حضور ﷺ کے روضۂ اقدس پر جن وانس اور فرشتے صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے ہیں گویا اس قدر عطائیں ہیں کہ ہمارے وہم وگمان سے باہر ہیں۔ کیونکہ خدا نے فرمایا ہے۔ كُلُّهُمْ يَطْلُبُوْنَ رِضَائِيْ وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَاكَ يَا مُحَمَّدُ (نزہۃ المجالس) کہ اے محبوب ساری مخلوق میری رضا کی طالب ہے مگر میں خدا ہو کر تیری رضا کا طالب ہوں۔

برہانِ ربی کا یہ مقام کہ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا (پ۲، سورۃ البقرہ آیت ۱۴۴) کے فرمان کے مطابق کعبۃ اللہ کو قبلہ کا مقام عطا ہوا۔

برہانِ ربی کا یہ مقام کہ ولید بن مغیرہ نے حضور ﷺ کو مجنون کہہ کر گستاخی کی تو خدا تعالیٰ نے اس کے دس عیب گن گن کر سورۃ القلم میں ظاہر کر دیئے اور اس فرمان کی رو سے امت کو بتا دیا کہ جو بھی خدا کے محبوب کی گستاخی کرے، امت اِس کے عیوب گن گن کر بیان کرے، اور دسواں عیب عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ بیان کر کے ولید بن مغیرہ کی پردہ پوشی نہ کی بلکہ ظاہر کر دیا کہ وہ مغیرہ کا بیٹا نہیں بلکہ اُس کی اصل خطا ہے، اِس لئے کہ نبی کا گستاخ ہے۔ اس سے واضح کر دیا کہ خدا کے محبوب ﷺ کا گستاخ کوئی بھی ہو اس لئے گستاخ ہوتا ہے کہ اس کی اصل میں فرق ہوتا ہے اور اس عظیم کی عظمت کے مقابلہ میں قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ (النساء:۷۷) فرما کر بتا دیا کہ ساری دنیا اور اس کی جملہ نعمتیں اِس عظیم کے مقابلہ میں قلیل اور تھوڑی ہیں۔ اسی لئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے صحابہ کرام سے حضور ﷺ کے خلق کے بارے میں فرمایا۔ وَكَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ کہ حضور کا خلق قرآن کریم ہے، اور بتا دیا کہ سارا قرآن

حضور ﷺ کے خلق کا بیان ہے اور خلق حضور ﷺ کی ایک صفت ہے تو باقی صفات کا اور اس مقام کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ اسی لئے خدا نے بھی اپنے محبوب کا مقام وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (پ۲۹، القلم:۴) بیان کیا ہے۔

ثابت ہوا کہ برہانِ ربی سراپا حقانیت کی دلیل ہے۔ حضور ﷺ رب کی پہچان کی دلیل ہیں۔ اسی لئے حضور ﷺ کی زبان سے کلام معجزہ اور وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (پ۲۷، سورۃ النجم:۳،۴) ہے کہ حضور ﷺ کا کلام وحیٔ الٰہی ہے۔ حضور ﷺ کا علم غیب معجزہ ہے اِس لئے آپ کے علم پر اعتراض معجزہ کا انکار ہے۔ حضور ﷺ کی حیات طیبہ معجزہ ہے اِس لئے حیات النبی کا انکار معجزے کا انکار ہے۔

کوئی تجھ سا زمانہ میں باکمال نہیں
تو بے مثال ہے تری کوئی مثال نہیں
سبھی کے حق میں ہے وجہ نجات ذکر تیرا
تیرے خیال سے بڑھ کر کوئی خیال نہیں

حضور نبی کریم ﷺ کے اختیارات خدا کی عطا اور معجزہ ہیں اِس لئے اختیارات کا انکار معجزے کا انکار ہے۔ حضور ﷺ کا مقام خدا کی عطا سے حاضر و ناظر ہے، اِس لئے اس کا انکار معجزے کا انکار ہے کہ حضور شاہد ہیں، شہید ہیں۔ حضور ﷺ کا مقام وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (پ۵، النساء:۱۱۳) کے فرمان سے اور فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (سورۃ النساء:۶۵) کے فرمان سے اور مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (پ۱۴، النحل:۹۷) کے فرمان سے اور دیگر آیات قرآن کریم کی رو سے یہ ہے

کہ حضور ﷺ کو علم غیب کی عطا ہے۔ مختار رسول ہیں اور حیات النبی ہیں۔ حضور ﷺ حاضر وناظر کے مقام والے شاہد ہیں، شہید ہیں۔ الغرض حضور ﷺ قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (پ ۶، المائدہ: ۱۵) کے فرمان سے نور بھی ہیں اور جملہ کمالات اور اخلاقِ حمیدہ اور خصائصِ مصطفےٰ سب حضور ﷺ کے معجزات ہیں اور ان کا انکار کرنے والے بے ادب ہیں۔ لہٰذا وہ عقیدۂ باطلہ والے ہیں کہ ان کے دل میں برہان ربی کا مقام نہیں ہے۔ جب تک محبتِ مصطفےٰ ﷺ دل میں نہ ہوگی اس کا دعویٰ ایمان باطل ہے کہ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ کتاب الایمان، پہلی فصل) کے فرمان نبوی کے مطابق جب تک اپنے والدین اور ساری مخلوق سے زیادہ حضور ﷺ کی محبت نہ ہوگی وہ ایماندار نہیں ہوسکتا کہ جس طرح باپ کو بیٹے سے محبت ہو تو اسے شفقت کہتے ہیں، ماں کو اولاد سے محبت ہو تو اسے ممتا کہتے ہیں، اسی طرح اُمتی کو نبی سے محبت کا نام ایمان ہے۔ لہٰذا عقائدِ باطلہ سے بچیں۔

مقامِ حاضر و ناظر

وہ رحمت تمام ہے آفاق کے لئے
آیا ہے وہ مکارمِ اخلاق کے لئے

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ (موطا امام مالک، مشکوٰۃ، کتاب الآداب، باب الرفق والحیاء وحسن الخلق، تیسری فصل) کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں اور امتی بد اخلاق ہو کر امتی نہیں کہلا سکتا کہ حضور ﷺ کے ارشاد کے خلاف اس کا عمل ہے۔ لہٰذا اخلاق کی تکمیل یہ ہے کہ ارشاداتِ خداوندی اور ارشاداتِ نبوی کے مطابق جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے عمل کرنے والا اور اس پہ ایمان رکھنے والا ہی مومن کہلا سکتا ہے۔ لہٰذا خصائصِ مصطفےٰ ﷺ اور حضور ﷺ کے جملہ کمالات اور اخلاق حمیدہ اور معجزات میں سے حضور ﷺ کا ایک مقام حاضر و ناظر بھی خدا کی عطا ہے۔ اس کا ذکر کتاب و سنت کی روشنی میں ملاحظہ کریں۔

(۱) پ ۱۷ الانبیاء آیت ۱۰۷ میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانبیاء:۱۰۷) ترجمہ: کہ نہ بھیجا ہم نے آپ کو مگر سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں تمام جہانوں کا خالق، مالک، رازق، علیٰ کل شئی قدیر، سارے اختیارات اور سب شانوں کا مالک ہو کر اعلان کرتا ہوں کہ جہاں میرا مقام رب العالمین ہے، وہاں میرے محبوب کا مقام رحمۃ للعالمین ہے۔ میرا محبوب رحمت ہے اور یہ رحمت مطلق ہے، کامل ہے، شامل ہے، تمام ہے، عام ہے، عالم غیب و

شہادت کو گھیرے ہوئے ہے۔ دائمی طور پر موجود ہے۔ رحمت عالم سے مخلوق کو رزق ملتا ہے، جس میں مومن کافر منافق سب شامل ہیں۔ رحمت خاصہ صرف ایمان والوں کے لئے ہے کہ وہ ہے، بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (پ۱۱، التوبہ:۱۲۸) مگر نہ ماننے والوں کے لئے زحمت ہیں کہ وہ خود اسے زحمت بنا لیتے ہیں، جیسے بارش رحمت ہے مگر بعض سبزے جل جاتے ہیں۔ تصور بارش کا نہیں سبزے کا ہے۔ سورج روشنی دیتا ہے، رحمت ہے مگر چمگادڑیں آنکھیں خود بند کر کے رحمت سے محروم ہیں۔ سورج کا قصور نہیں بعینہ بے ادب گستاخ رسول کریم ﷺ بھی رحمت کا انکار کر کے گمراہی مول لیتے ہیں يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا کے مصداق بنتے ہیں کیونکہ ہدایت وہی پائے گا جو محبت رسول ﷺ اپنا کر تلاوت کرے گا۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ رحمت کی ڈاک حضور ﷺ تقسیم کرتے ہیں کہ رحمۃ للعالمین ہیں، اور عالمین سے پہلے رحمت کو خدا نے پیدا کیا کیونکہ اگر رحمت پہلے نہ ہو تو مخلوق کی تخلیق نہ ہو سکے کہ رحمت کے بغیر وجود نہ ہوگا۔ حضور نور اولین ہیں اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ۔ لہٰذا چار چیزوں کا ثبوت رحمتِ خداوندی سے واضح ہوتا ہے کہ رحمت زندہ ہے، حاضر و ناظر ہے۔ رحمت کو ہر شے کا علم ہے۔ حضور ﷺ کو اختیار ہے کہ رحمت تقسیم کریں جیسے حکومت کی طرف سے ڈاکیا چٹھی رساں زندہ، حاضر ہو کر، علم رکھ کر تقسیم کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ مومن وہ ہے کہ قرآن کریم پڑھ کر ہدایت پائے اور ہدایت صراطِ مستقیم پر ملتی ہے کہ خدا صراط مستقیم پر ہے۔ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (پ۱۲، سورۃ ھود:۵۶) اور خدا کا رسول بھی صراط مستقیم پر ہے۔ اِنَّكَ لَمِنَ

الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (سورۃ یٰس: ۳،۴) اس لئے حضور کا مقام پ ۳ آل عمران آیت ۸۱ میں ہے۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔

انداز حسینوں کو سکھائے نہیں جاتے
جو امی لقبی ہیں وہ پڑھائے نہیں جاتے
ہر ایک کا حصہ نہیں دیدار نبی ﷺ کا
ابوجہل کو دیدار کرائے نہیں جاتے

اور محبوب یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا کہ جو میں تم کو کتاب و حکمت دوں، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تصدیق کرنے والا ہے تمہاری اس عطا کی جو تمہیں ملی، تو ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی خدمت و مدد کرنا۔ کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر اپنا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کیا کہ ہم نے اقرار کیا، تب کہا کہ ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ آپ بھی گواہوں میں ہوں۔

اس عہد کی رو سے سابقہ نبیوں اور رسولوں کے عہد کے ساتھ ان کی امتوں سے بھی عہد ہو گیا کہ وہ حضور کی نبوت اور رسالت پر ایمان لائیں کہ حضور ﷺ ان سب کی نبوت اور ان کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ ان سب کے لئے قیامت کے روز

موقع کے گواہ ہوں گے۔اور ہر اس چیز کے گواہ اور شاہد وعینی گواہ جن کو سابقہ نبیوں نے بیان کیا حالانکہ وہ ان کو خود نہ دیکھ سکے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ خدا کی ذات کے شاہد ہیں۔جنت،دوزخ،عرش،کرسی،لوح محفوظ،حور وغلمان،فرش تا عرش سب کے گواہ،بیت المعمور،حوض کوثر،سدرہ المنتہیٰ الغرض ہر چیز کے عینی گواہ ہیں۔سابقہ نبی حضور ﷺ کے امتی لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ کے مطابق حضور پر ایمان لانے،حضور ﷺ کے پیچھے شب معراج نماز ادا کرنے والے ہیں اور وہ بھی نماز محمدی بیت المقدس میں پڑھنے والے اور مدد کرنے والے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے امت محمدیہ کی مدد بعد از وفات نمازیں کم کرا کر کی۔ حضور ﷺ دنیا میں ایمان کی دلیل ہیں کہ اسی کی توحید قبول ہوتی ہے جو محمد رسول اللہ پر ایمان لائے اور حضور کی نبوت اور رسالت کی تصدیق کرے۔حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر جنت واجب ہوگئی۔حضور قبر کے اندر ہیں مگر قبر مبارک کی زیارت کرنے والا بھی شفاعت کا حقدار بن جاتا ہے۔قیامت کے روز مومن کی مدد کرنے کے لئے ان کے ایمان کی تصدیق فرمائیں گے اور ان کو جنت کا مقام دلائیں گے۔یہ حضور ﷺ کی مدد ہے کہ خدا نے ان کے صدقے میں اعلان فرمادیا کہ تم بہترین امت ہو کہ نیکی کا حکم کرنے والے اور بدی کے روکنے والے كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (پ۴،سورۃ آل عمران:۱۱۰) بلکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ میں امت کا مقام وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (پ۲،سورۃ البقرہ:۱۴۳) میں ارشاد فرما

دیا کہ بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تم کو سب امتوں سے افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ ہیں۔ وہ دنیا میں جس کو ولی سمجھیں وہ ولی ہے، جس کام کو مستحب جانیں وہ مستحب ہے۔ غوث الاعظم کی ولایت اور ولیوں کی ولایت کے گواہ، محفل میلاد کے گواہ، خلفائے راشدین کی خلافت کو برحق ماننے والے اور قیامت کے روز اپنے ایمان کی بنا پر سابقہ نبیوں کی نبوت کے گواہ، منافقین اور کفار کے خلاف گواہی دینے والے اور خدا کا محبوب ان سب پر عینی گواہ ہوگا۔

مگر ان لوگوں کا کیا حال ہے، جو محبوب کے مقام عینی گواہ اور حاضر و ناظر کو نہیں مانتے کیونکہ وہ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ اور وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرہ:۱۴۳) کا انکار کرتے ہیں۔ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا (پ۲۲، سورۃ الاحزاب:۱۵) کا انکار کرتے ہیں بلکہ ان تمام آیات کا انکار کرتے ہیں جس میں حضور کا ایسا مقام بیان ہے جیسا کہ آیت فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا (پ۵، سورۃ النساء:۴۱) میں بیان ہے اور حضور کی گواہی پر نجات کا دارومدار ہے۔

بندہ بننا ہے خدا کا تو گدا بن اُن کا
جو فقیروں کو شہنشاہ بنا دیتے ہیں

کیسے ہوگی حالت جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے اور اے محبوب ﷺ آپ کو ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے کہ سابقہ نبی اپنی اپنی امت کے نیک و بد کی گواہی دیں گے اور امت محمدیہ ان نبیوں کی گواہ ہوگی اور نبی آخر الزماں ان سب پر چشم

دید گواہ ہوں گے کہ حضور ﷺ اگلے پچھلے سب کے حالات کا مشاہدہ کرنے والے، حاضروناظر کے مقام والے، نبی اور رسول ہیں۔ حضور ﷺ کی گواہی پر اعتراض نہ ہوگا بلکہ فیصلہ صادر ہوجائے گا اور مومن جنت میں، کافر منافق جہنم میں بھیجے جائیں گے۔

ان کی محفل کے آداب کچھ اور ہیں، لب کشائی کی جرأت مناسب نہیں۔ ان کی سرکار میں التجا کے لئے جنبش لب نہیں چشم تر چاہئے۔

پ ۱۱ سورۃ توبہ میں ارشاد ہے۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (آیت:۱۲۸) بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان۔

اس آیت پاک میں لفظ جَـــآءَ كُـمْ سے حضور ﷺ کا میلاد شریف بیان ہوا اور مسلمانوں نے انہیں مان کر قرآن کو پہچانا، مانی ہوئی چیز کو قرآن کریم نے اِس لئے بیان کیا کہ پہلے حضور کی شان کا اظہار ہو دوسرے مسلمانوں پر احسان ہے، آنے والے وزیر کی خبر پہلے دی جاتی ہے۔ یہ حکومت کا طریقہ ہے، دھوم مچ جاتی ہے۔ سابقہ نبیوں اور کتب نے حضور ﷺ کی دھوم مچا دی اور پھر آخری کتاب نے بھی قیامت تک دھوم مچا دی۔ قرآن کریم میں، اذان میں، نماز میں، خطبہ میں ہر جگہ حضور ﷺ کا چرچا ہے۔ مسلمانوں پر احسان کہ جس کی سابقہ نبی تمنا کرتے رہے وہ نبی مل گیا۔ جس سے ایمان ملا، قرآن ملا، رحمان ملا اور نجات کا سامان ملا۔ لقد حرفِ تاکید منکروں کے حضور کی صفات کے انکار پر ہوا اور جَآءَكُمْ سے قیامت تک مسلمانوں سے خطاب کر کے

فرمایا کہ ایسے آئے کہ حضور نبی کریم ﷺ قلب مومن میں موجود اِس کے گھر میں موجود کہ حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔ قبر میں موجود کہ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر، پہلی فصل) کا سوال ہوتا ہے۔ رسول کی شان ہے کہ فرشیوں عرشیوں سب کے رسول کوئی قید نہیں حتیٰ کہ رسولوں کے بھی رسول ہیں۔ اَنْفُسِکُمْ کہ تم میں سے تشریف لائے، نہ فرشتہ نہ جن کی جنس سے، اور عرب میں آئے تو سارا عرب ممتاز ہو گیا۔ ایسے آئے کہ جیسے جان کا بدن میں آنا کہ کسی عضو کو تکلیف ہو تو جان کو خبر ہوتی ہے۔ ویسے ہی حاضر و ناظر آئے۔ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ کہ امت کے دکھ درد کی خبر رکھنے والے کہ ہمارے دُکھ سے حضور ﷺ کے قلب پر گرانی ہوتی ہے۔ امت کے رکھوالے ہیں۔ ہمیشہ کے لئے یہ مقام عطا ہوا ہے کہ جس طرح رسالت قائم ہے خبرداری ہر ساعت قائم ہے۔ روح البیان میں ہے کہ حضور ﷺ نے اعلان فرمایا تھا کہ جو صحابی مقروض ہو کر وفات پائے اس کا قرض ہم پر مگر اس کا مال اس کے وارثوں کا ہے حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ کہ حضور ﷺ اپنے غلاموں کے لئے حَرِیْص ہیں۔ اسی لئے ولادت کے وقت اور معراج میں اور وفات کے وقت بلکہ قبر انور میں بھی امت کو نہ بھولنے والے بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (التوبہ:۱۲۸) کہ یہ رحمت خاصہ کا ذکر ہے۔ لہٰذا جو نماز کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھے وہ حضور کے نزدیک عزت والا ہے کہ اس سے ہمیشہ غنا رہتی ہے پھر فرمایا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (پ۵

النساء، آیت:۶۴) اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے، اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا پائیں گے۔

اس آیت میں نبی اور امتی میں فرق بیان ہوا کہ نبی اور رسول اطاعت اور فرماں برداری کرانے کے لئے اور امتی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کے لئے زندگی کے سفر میں ہیں۔ نبی مثل کپتان کے اور امتی مثل سواری کے آئے ہیں۔ کپتان پار کرتا ہے، مسافر پار ہوتا ہے، اس لئے ہر قول وفعل میں نبی اطاعت کراتا ہے، امتی اطاعت کرتا ہے۔ اس لئے حضور نبی کریم ﷺ کا در مجرم گناہگار کے لئے حاضری کا در ہے کہ وَجَآءُوكَ پر عمل کرے کہ یہ در وہ شفا خانہ ہے جس میں بیماروں کو شفا ملتی ہے، گناہگاروں کی توبہ قبول ہوتی ہے، گناہگار توبہ کرے تو حضور ﷺ اس کی شفاعت کرتے ہیں تو وہ خدا کو پا لیتے ہیں کہ اس در پر خدا ملتا ہے۔ ایسی حالت میں کہ توبہ قبول کرنے والا، مجرم کسی زمانے میں ہو حاضری دے کر جَآءُوكَ پر عمل کرے گا تو اس کی یہ توبہ قبول ہوگی۔ یہ شرط نہیں کہ حاضری مدینہ منورہ میں ہو بلکہ ان کی طرف توجہ کرنا ہی حاضری ہے کہ حضور ﷺ امت کے حالات کو جاننے والے حاضر و ناظر کے مقام والے ہیں۔ امتی اپنی توجہ حضور ﷺ سے ہٹا لیتا ہے تو گناہ کر بیٹھتا ہے، مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ جب توجہ کرے گا، حضور ﷺ کے وسیلے سے دعا کرے گا تو تعلق باللہ قائم ہو جائے گا۔ خدا اس پر مہربان، توبہ قبول کرنے والا ہو جائے گا۔ قیامت تک یہی مقام ہے کہ

حضور ﷺ علمی طور پر حاضر و ناظر ہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (پ۹، سورۃ انفال، آیت: ۳۳) اللہ کا کام نہیں کہ تم پر عذاب کرے جب تک محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو اور جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔

اس آیت میں بھی بیان ہوا ہے کہ حضور ﷺ امت کے درمیان حاضر و ناظر ہیں جس کی وجہ سے گنہگاروں کے لئے باعث بخشش ہیں۔ اس لئے عذاب نہیں آتا کہ حضور ﷺ کا مقام اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (الاعراف: ۵۶) کہ احسان کرنے والوں کے قریب ہیں۔ جب رحمۃ للعالمین کی رحمت موجود ہو عذاب کیسے آئے۔ مدینہ منورہ کا مرکز ہے اور مشرق و مغرب، شمال و جنوب میں امتی موجود جن کے دل میں حاضری ہے۔ جس کے باعث ایسا عذاب نہیں آتا ہے جیسے سابقہ امتوں پر آتا تھا۔ انکار کرنے والے کافر و منافق بھی ایسے عذاب سے محفوظ ہیں کہ رحمت کا سایہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ لغوی معنی کے لحاظ سے حاضر کا مادہ حضر ہے۔ حضر سے الحضور مصدر ہے، جس سے حاضر مشتق ہے۔ لہٰذا حضر، حضور اور حاضر کے معنی کتب لغت میں بیان ہیں کہ حضر کے معنی پہلو، نزدیکی، صحن اور حاضر ہونے کی جگہ ہے۔ حضور کے معنی موجود ہونا۔ حاضر کے معنی شہروں اور بستیوں میں رہنے والا جیسا کہ المنجد شریف ۱۳۴ میں ہے..... اَلْحَاضِرُ۔ اَلْمُقِيْمُ فِي الْمُدُنِ وَالْقُرٰى بِمَوْضِعٍ كَذَا اَیْ مُقِيْمٌ بِهٖ۔ حضور، حضرۃ، حضور سب کے معنی سامنے ہونا، موجود ہونا، غائب نہ ہونا۔

لغت کی مشہور کتاب مفردات راغب مطبوعہ مصر صفحہ ۳۷۳۔۳۷۲ میں بیان ہے۔

الغیب، غابت الشمس کا مصدر ہے کہ جب سورج آنکھوں سے اوجھل ہو جائے اسے غابۃ الشمس کہتے ہیں اور آیت قرآن کریم میں اَمْ کَانَ مِنَ الْغَائِبِیْنَ (النمل: ۲۰) کہ کیا ہدہد غائب ہے دکھائی نہیں دیتا۔ معلوم ہوا کہ جو چیز سامنے نہ ہو جو اس سے دور آنکھوں سے پوشیدہ ہو اسے غیب کہتے ہیں۔ لہٰذا غیب حاضر کی ضد ہے کہ حاضر وہ ہے جو اس سے پوشیدہ نہ ہو بلکہ کھلم کھلا بے حجاب آنکھوں کے سامنے ہو۔

ثابت ہوا کہ لفظ حاضر اپنے حقیقی معنی لغت کے اعتبار سے اللہ کی شان کے ہرگز لائق نہیں کہ وہ شہروں اور بستیوں میں رہنے سے پاک ہے۔ یہ حضور نبی کریم ﷺ کا مقام ہے۔

ہر کجا ہنگامۂ عالم بود رحمۃ اللعالمینی ہم بود

اور سب بیان کردہ معانی سے مبرا ہے............ حاضر کے بعد ناظر کے بارے میں بیان ہے کہ ناظر کے بارے میں مختار الصحاح میں بیان ہے کہ ناظر آنکھ کی سیاہ دھیری تل ہے اور آنکھ کو ناظرہ کہتے ہیں کہ ناظر کا ماخذ نظر ہے۔ ناظر آنکھ کے تل سے دیکھنے والا اور مفردات امام راغب، مختار الصحاح، منجد شریف اور صراح میں نظر کے معنی ہیں کسی امر میں تدبر اور فکر کرنا، سوچنا، اندازہ لگانا، آنکھ کے ساتھ کسی چیز میں غور و تامل کرنا، کسی چیز کا ادراک کرنے یا دیکھنے کی غرض سے بصر و بصیرت کا پھیرنا جیسا کہ اَلنَّظْرُ تَغْلِیْبُ الْبَصْرِ وَ الْبَصِیْرَۃِ لِاَدْرَاکَ الشَّیْ رُؤْیَتِہٖ امام راغب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کی طرف نظر فرمانے کے معنی دیکھنا نہیں بلکہ

صرف یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان فرماتا ہے اور اپنی نعمتیں پہنچاتا ہے۔
آیت وَلَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ (آل عمران: ۷۷) کہ اللہ تعالیٰ کفار سے قیامت کے دن کلام نہ فرمائے گا نہ ان کی طرف نظر کرم اور انعام و احسان فرمائے گا۔ اور روح المعانی صفحہ ۱۸۰ میں زیر آیت وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ کے معنی ہیں کفار پر مہربانی اور رحم نہ فرمائے گا۔
مجمع البحار میں بیان ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ (الخ) میں نظر کے معنی دیکھنا نہیں بلکہ پسندیدگی اور رحمت مہربانی ہے۔

لہٰذا حاضر و ناظر حقیقی معنی میں اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں، وہ اس سے پاک ہے، اور ہر جگہ حاضر و ناظر کے لائق نہیں وہ جگہ سے بھی پاک ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا حاضر و ناظر ہونا اصلی اور حقیقی معنی سے پاک ہونا یقینی امر ہے تو ان لفظوں کا اطلاق بغیر تاویل کے خدا کی ذات پر جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کے اسماء حسنیٰ میں حاضر و ناظر کا کوئی نام نہیں اور قرآن و حدیث میں حاضر و ناظر خدا کی ذات کے لئے وارد نہیں ہوا، نہ سلف صالحین نے یہ لفظ استعمال کیا، اس لئے کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ لفظ حاضر و ناظر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین نے خدا کے لئے استعمال کیا۔

بعض متاخرین نے استعمال کیا تو علماء نے اس کا انکار کیا، بلکہ بعض نے اس کو کفر سے تعبیر کیا۔ تب فیصلہ ہوا کہ اس میں تاویل ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تاویل کے ساتھ حاضر و ناظر کہہ سکتے ہیں، یعنی علیم و بصیر کے معنی میں، جو در مختار اور شامی میں بیان ہیں۔

لہٰذا یہ واضح ہو گیا کہ حاضر و ناظر کو خدا کے نبی کے لئے بیان کرنا شرک نہیں
اور جو شرک کہتے ہیں وہ اس کے اصلی مفہوم سے نا آشنا ہیں کہ انہوں نے خدا کو بھی
انسان جیسا سمجھ لیا ہے۔ خدا کی ذات نے اپنے محبوب کو شاہد اور شہید بیان کیا
ہے۔ جب نماز جنازہ میں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا پڑھتے
ہیں جس میں شاہد کے معنی حاضر کے ہیں تو پھر شاہد اور شہید خدا کے محبوب کے لئے
حاضر و ناظر کر کے معنی میں بیان کرنا عین ایمان ہے۔ اس کو شرک بیان کرنے والے
جب وہ خدا کے لئے حاضر و ناظر اس کے اصلی اور حقیقی معنی میں ثابت نہیں کر سکتے
کیونکہ وہ اس سے پاک ہے جو یقینی امر ہے اور وہ صرف تاویل سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ
علیم اور بصیر ہے۔ اس لئے اس کا عقیدہ سراسر عوام کو فریب اور دھوکا دینا ہے اور خدا
کے محبوب ﷺ کی توہین بھی ہے کہ خدا نے قیامت کے روز اپنے محبوب کو وَّ جِئۡنَا بِکَ
عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیۡدًا (سورۃ النساء:۴۱) کہا ہے اور بار بار دہرایا ہے کہ حضور ﷺ
موقع کے گواہ بن کر گواہی دیں گے اور سابقہ نبیوں کی نبوت اور مومنوں کے ایمان کی
تصدیق اور کفار اور منافقوں کے انکار کی تصدیق فرمائیں گے کیونکہ وہ ہر انسان کے
اعمال کے موقع کے گواہ ہیں کہ کون ایمان والا ہے، کون کافر اور کون منافق ہے اس
لئے حاضر و ناظر حضور ﷺ کی شان شرعی تحقیق سے عین دین و ایمان ہے کہ قرآن و
سنت اور آئمہ مجتہدین کے بیانات سے ثابت ہے۔ ایجادات زمانہ اور دلائل عقلیہ
سے ثابت ہے۔ انکار کرنا خدا کے محبوب کی توہین ہے۔

پ۱۹ سورۃ النمل آیت ۴۰ میں ارشاد ہے۔ قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمٌ مِّنَ

الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۔

ترجمہ : اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اس کو حاضر کروں گا اور سامنے پیش کردونگا آنکھ جھپکنے سے پہلے، پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا تو کہا یہ تیرے رب کے فضل سے ہے۔

اس آیت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا کی ولایت کا ذکر ہے جس نے کتاب کے علم مراد تورات شریف یا لوح محفوظ یا صحف ابراہیم کی تعلیم سے ولایت حاصل کی تھی۔ آپ سلیمان علیہ السلام کے شاگرد تھے۔ علم باطنی حاصل کر چکے تھے۔ اس میں ولایت کی قوت افتادولی کا حاضر و ناظر ہونا بیان ہوا ہے کہ آصف نے بلقیس کا تخت لا کر آنکھ جھپکنے سے پہلے حاضر کر دیا۔ حالانکہ بلقیس کے مقام کا پتہ نہ کسی سے پوچھا مگر آنا فانا وزنی تخت لے آئے عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ سے واضح ہوا کہ یہ قوت روحانی تھی، بشری تھی، نہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا تھی کہ اَنَا اٰتِيْكَ سے معلوم ہو گیا جب بنی اسرائیل کے ولی کی طاقت کا یہ حال خدا نے سورۃ النمل میں بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے شاگرد کا یہ مقام تھا تو ولایت برحق کیوں نہیں اور اولیاء اللہ کی کرامت حاضر و ناظر کا مقام بیان کرے تو حضور ﷺ کے مقام حاضر و ناظر کا انکار کیوں ہے جو مجسم معجزہ ہیں۔ جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس نعمت کا شکریہ ادا کیا، امتی کا فرض ہے کہ وہ حضور ﷺ کے اس مقام کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کو بیان کرے اور انکار نہ کرے کہ انکار ناشکری ہے۔ اسی آیت میں بیان ہے۔

لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ (النمل: ۴۰) تا کہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری۔ خدا نے حضور ﷺ کو مقام دیکر آزمایا ہے۔ کامیاب وہی ہیں جو شکر ادا کرتے ہیں انکار کر کے ناشکرے کفر کرتے ہیں اور گمراہ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا کرے۔

پ۲۲، سورۃ الاحزاب آیت ۴۵۔۴۶ : يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ بیشک ہم نے بھیجا ہے اے نبی آپ کو حاضر و ناظر کے مقام والا، خوشخبری دیتا، ڈرسناتا اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

اس آیت میں لفظ یا سے خطاب اظہار کرامت کے لئے ہے کیونکہ حضور خدا سے کسی وقت غافل نہیں کہ متوجہ کریں۔ اس کے بعد النّبی کا خطاب ہے۔ نبوت کے معنی بلندی مرتبہ والا، غیب کی خبریں دینے والا، جو نباً سے ہے اور دونوں حضور کے مقام ہیں کہ مراتب کا ذکر ہے، اور شہادت کا ذکر معنی مخبر صادق، پھر اَرْسَلْنَا سے رسالت کا مقام عطا ہوا۔ مقامِ نبوت و رسالت دونوں کی عطا والے کہ جیسے خدا خود خبیر ہے مگر فرشتوں سے خبر اور گواہی قیامت کے روز لے گا۔ حضور خالق کی خبر لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ اس لئے نبی ہیں اور مخلوق کی خبر خدا کے سامنے بیان کریں گے اس لئے شاہد ہیں۔

ہر کجا ہنگامہ عالم بود رحمۃ للعالمینی ہم بود

شاہد یعنی گواہ کہ آپ گواہ ہیں ہمارے کہ ہماری ذات و صفات، جنت و

دوزخ، حشر ونشر کے گواہ خدا کے گواہ، کہ اس پر اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ فرمادیا، قیامت میں آپ انبیاء کے گواہ، لوگوں کے گواہ بلکہ کفار کے مقابل مومن کے گواہ وَجِئْنَابِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (پ۵، النساء:۴۱) کہ سب پر گواہ ہوں گے۔ باقی انبیاء کی گواہی پر حضور کی گواہی عینی اور دیکھی ہوئی اعلیٰ ہے کیونکہ حضور آخری نبی ہیں، سابقہ نبیوں کی گواہی صرف بعض گزشتہ کی ہوگی۔ قیامت کے روز حضور ﷺ اپنی امت کی گواہی کے بعد گواہی دیں گے۔ لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (پ۲، سورۃ البقرہ:۱۴۳) ہوں گے۔

شاہد بمعنی موجود و حاضر جو عالم الغیب والشہادات کی اصل ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ ہم نے آپ کو حاضر ہر جگہ اور ناظر ہر شئی کا بنا کر بھیجا ہے۔ یہ نہیں کہ چند اجسام میں حاضر و ناظر کہ یہ جسم واحد تمام کو محیط اور ایسے حاضر و ناظر جیسے کہ آفتاب ایک جگہ آسمان پر ہے مگر تمام مقابل پر تجلی ہے۔ سارا عالم اس کو دیکھ رہا ہے۔ وہ ہر گھر میں موجود، اسی طرح محبوبِ خدا مدینہ منورہ میں ہیں مگر تجلیٰ ہر جگہ ہے۔ اگر ہمارے حجاب دور ہو جائیں تو ہم ان کو دیکھ سکیں۔ حضور ﷺ کا یہ مقام قرآن کریم کی روشنی میں ہے۔ لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔ (پ۲، سورۃ البقرہ:۱۴۳) کہ امت محمدیہ سب لوگوں پر گواہ اور حضور ان سب پر گواہ اور فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۔(پ۵، النساء:۴۱) کہ کیسے ہوگی حالت جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے اور محبوب آپ کو ان سب پر گواہ نگہبان۔

پہلی آیت میں بیان ہے کہ حضور ﷺ اپنی امت کے گواہ اور دوسری میں ہے کہ امم سابقہ کے نبیوں کے گواہ، اور حضور ﷺ کی گواہی عینی مگر باقی کی سماعی، اور شہادت کے بعد علیٰ کا فرمان بتاتا ہے کہ یہ شہادت بھی ہے اور گواہی کی توثیق بھی۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ساری امت کے اعمال سے خبردار ہیں کیونکہ گواہوں کی تصدیق وہی کرسکتا جوان کے حالات سے خبردار ہو۔ پھر آیت اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ (سورۃ الفیل:۱) کہ کیا آپ نے نہ دیکھا کیسے کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ اور اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ (سورۃ فجر:۶) کہ کیا نہ دیکھا آپ نے کیسے تیرے رب نے عاد کی قوم کے ساتھ کیا۔ یہ واقعات حضور ﷺ سے پہلے ہو چکے۔ اس لئے حضور نے گزشتہ لوگوں کو بھی دیکھا ہے، اَلَمْ تَرَ فرمایا گیا کہ آپ نے ان واقعات کو دیکھا ہے۔

پھر عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ (پ۱۱، التوبہ:۱۲۸) کا ارشاد ہمارے حالات سے خبرداری پر ہے کہ اگر بے خبر ہوں تو ہماری بدعملی آپ پر ناگوار اور گراں کیونکر ہوگی۔ اس کے بعد وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ (النساء:۶۴) کہ اگر جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو تمہارے در پر حاضر ہوں۔ قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے بارگاہ نبی میں حاضری کا حکم ہے اور یہ حاضری قلب ہے اور پھر وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (پ۱۷، الانبیاء:۱۰۷) کہ نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سارے عالمین کے لئے رحمت۔ لہٰذا رحمت الٰہی ہر جگہ موجود ہے ورنہ رحمت کیسی قابل غور ہے اس کے بعد وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ (پ۹، سورۃ الاعراف:۱۵۶) کہ حضور رب کی

رحمت ہیں۔ رحمت نے ہر جگہ کو گھیرا ہوا ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ ہر جگہ موجود ہیں۔ آخر میں التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِی پڑھا جاتا ہے کہ اے نبی آپ پر سلام ہو۔ اشعۃ للمعات میں لکھا ہے کہ نمازی سمجھے کہ حضور میرے سلام کو سن رہے ہیں۔ اگر ہر جگہ کی آواز حضور نہیں سنتے تو ہر جگہ سے یہ سلام کیوں ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد قبر میں میت کو حضور ﷺ کی زیارت کرا کر سوال کرتے ہیں اشارہ قریب سے حالانکہ بیک وقت ہزاروں میتیں دفن ہوتی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ اصل عالم ہیں کہ فرمایا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ وَكُلُّ الْخَلَائِقِ مِنْ نُّوْرِیْ۔ کہ میں نور اولین ہوں، تمام مخلوق میرے نور سے ہے۔ اصل کا اپنی فروع میں ہونا ضروری ہے۔ جیسے مادہ تمام مشتقات میں اور ایک کا عدد سارے اعداد میں۔ لہٰذا حقیقتِ محمد یہ ذرّہ ذرّہ میں جلوہ گر ہے۔ اور مشکوٰۃ باب المساجد میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ فَتَجَلّٰی لِیْ كُلُّ شَیْءٍ وَّعَرَفْتُ کہ ہر شئی مجھ پر منور ہو گئی اور میں نے پہچان لیا۔ یہ بھی بیان ظاہر کرتا ہے کہ ہر جگہ حاضر و ناظر حضور نبی کریم ﷺ ہی ہو سکتے ہیں۔ خدا کا مقام جگہ سے پاک ہے، نہ ہر جگہ ہے نہ بعض جگہ ہے۔

شاہد کے معنی محبوب کے بھی ہو سکتے ہیں کہ محبوب کو بھی اس لئے شاہد کہتے ہیں وہ عاشق کے دل میں ہوتا ہے حضور ﷺ تمام عالم کے محبوب ہیں۔ انسانوں کے، حیوانات، نباتات، جمادات کے، جنوں کے، ملائکہ کے، اسی لئے حجۃ الوداع میں جب اونٹوں کی قربانی کرنے لگے تو ہر اونٹ چاہتا تھا کہ پہلے میری قربانی ہو۔

(مشکوٰۃ باب الہدیٰ)

حضور ﷺ نے احد پہاڑ کے بارے میں فرمایا اُحُدٌ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّہٗ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ باب حرم المدینہ) کہ اُحد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اُحد سے محبت کرتے ہیں۔ اسی لئے اُس نے حضور ﷺ کو سلام کیا۔ ہرن اور اونٹوں نے شکایت کی، لکڑیاں فراق میں روئیں جیسے استن حنانہ، اسی طرح سے ہر چیز نے محبوب ﷺ کا احترام کیا۔ کفار کا کفر عقل پر غالب آ گیا اس لئے عشق مصطفےٰ ﷺ دب گیا، اگر ان سے پردہ اُٹھ جاتا تو وہ بھی سچے عاشق بن جاتے۔ صحابہ کرام کو بصیرت تھی، پردہ دُور تھا، اس لئے سب کچھ حضور ﷺ پر نچھاور کر دیا اور بعد وصال حضور ﷺ کے لباس اور بال مبارک کی زیارت کرتے اور اب تک زیارت ہو رہی ہے۔ حضور اصل ہیں، اس لئے دیارِ حبیب محبوب ہے۔ مدینہ منورہ محبوب ہے جیسے وطن سب کو پیارا ہے کہ وہ اپنی اصل ہے۔

مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ (پ۲۲، سورۃ الاحزاب: ۴۵۔۴۶) کا مقام بھی حضور ﷺ کی عینی گواہی پر ہے مگر باقی نبیوں کے لئے سمعی یعنی سن کر۔ حضور کے مقامات نبی، رسول، شاہد، مبشر، نذیر، داعیًا اِلَی اللّٰہِ کے بعد سِرَاجًا مُّنِیْرًا فرمایا ہے کہ قرآن کریم میں آفتابِ دُنیا کو سراج کہا گیا ہے۔ سِرَاجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا۔ سورج سے سب منور ہیں مگر وہ دنیا میں کسی سے منور نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ سے تمام انبیاء اولیاء مشائخ اور علماء منور ہیں، حضور کسی سے منور نہیں، بلکہ آفتاب نے بھی حضور ﷺ کے نور سے روشنی پائی۔

؎ سب انبیاء مرسلین تارے ہیں تم مہر مبین
سب جگمگائے رات بھر چمکے جو تم آئے کوئی نہیں

چراغ سے تاریکی دور ہوتی ہے۔ حضور سے تاریکیٔ جہل اور کفر دُور ہوا، چراغ سے گم شدہ چیز تلاش کی جاتی ہے حضور سے راہِ ہدایت ملتی ہے۔

چراغ صاحب خانہ کے لئے رحمت اور چور کے لئے زحمت حضور ﷺ مومن صاحب ایمان کے لئے حفاظت اور رحمت اور چور شیطان کی دوری کا سبب ہیں۔

ایک چراغ سے ہزاروں چراغ جلتے ہیں مگر اس چراغ کے نور میں کمی نہیں آسکتی۔ حضور نور مجسم ﷺ سارے عالم کے لئے نور ہیں مگر نور محمدی میں کمی نہیں آسکتی۔

سورج نکلنے پر سارے تارے چھپ جاتے ہیں اور حضور سید عالم ﷺ کی تشریف آوری پر سب دین چھپ گئے، سب منسوخ ہو گئے، چراغ ہر طرف اپنا نور دیتا ہے۔ اور حضور ﷺ نے بھی اپنا نور ہر طرف عطا کیا ہے۔ چراغ کی لَو اوپر جاتی ہے سِرَاجاً مُّنِیْرًا اور سید عالم معراج میں اوپر تشریف لے گئے۔ اتنے اونچے کہ جہاں تک نہ ملک مقرب نہ نبی مرسل کہیں پہنچ سکا بلکہ حضور ﷺ کے قدموں کی خاک تک رسائی نہ حاصل کر سکا۔

حضور ﷺ کے سراج منیرا کا یہ مقام کہ ہر طرف روشنی دیتا ہے مگر دُنیاوی چراغ کے نیچے یا اوپر ظلمت اور تاریکی ہے۔ فرشی چراغ ظاہر کو ہی چمکاتا ہے مگر حضور ﷺ عرشی چراغ ہیں۔ مومن کے دل کو منور کرتے، نور ایمان دیتے اور قبر کو روشن کرتے ہیں۔ دنیا کا چراغ ہوا سے اور پھونک سے بجھ جاتا ہے مگر سِرَاجاً مُّنِیْرًا چراغ کو جو بجھانا چاہے خود بجھ جاتا ہے۔ کفر بجھ گیا اور ہر بے ادب کا یہی حال ہوتا ہے۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (پ۲۸، سورۃ الصف:۸)۔ کفر چاہتا ہے کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دے اللہ اس نور کو دوام بخشتا ہے اگرچہ کافروں کو برا لگے۔ مومن میلاد شریف کو چراغاں کرتے ہیں، بے ادب اس کو اسراف کہتا ہے، مومن اس کو اخلاص کہتا ہے کہ وہ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (سورۃ یونس:۵۸) خدا کے حکم پر عمل کرتا ہے۔ چراغ رات کو روشنی دینے کے لئے دن کو بیکار ہوتا ہے مگر سِرَاجاً مُنِیْراً کا چراغ قیامت تک دنیا کیلئے کارآمد ہے۔ آفتاب اگر آسمان کا چراغ ہے تو حضور زمین کے چراغ۔ وہ دنیا کا چراغ ہے اور حضور ﷺ دین کے چراغ۔ آفتاب چراغِ اجسام ہے اور حضور ﷺ چراغ ایمان و عرفان جس سے عالم وجود میں آیا۔ ہر بلند و پست، ظاہر و باطن روشن ہوا۔

؎ ہے نور کی تجلی شب کی اندھیریوں میں
بکتا ہے رات ہی کو سودا تیری گلی میں

آفتاب دنیا کے سامنے آئینہ آجائے تو اس میں اس کا پورا عکس آجاتا ہے۔ نور مصطفےٰ ﷺ کی نورانیت کا عکس اولیاء اللہ پر پڑتا ہے تو وہ مثل آئینہ ہو جاتے ہیں جس میں ان کو وہ کچھ نظر آجاتا ہے جو دوسروں کو نظر نہیں آسکتا۔ مگر آفتاب دنیا کے سامنے سیاہی عکس لینے کی بجائے خود بخود گرم ہو کر جلنے لگتی ہے کہ آتشی شیشہ سورج کے سامنے ہو تو اس کی شعاعوں سے سیاہ کپڑا خود بخود جلنے لگتا ہے۔ اسی طرح سے سیاہ دل جن کا نور مصطفےٰ ﷺ پر ایمان نہیں جب ذکر نور مصطفےٰ ﷺ کا بیان ہوتا ہے وہ مثل

آتشی شیشہ ہے کے نور مصطفےٰ ﷺ کی شعاعوں کے کام کرتا ہے تو ایسے سیاہ دل خود بخود جلنے لگتے ہیں، وہ اسی بنا پر گستاخی مصطفےٰ ﷺ پر اُتر آتے ہیں مگر نورِ مصطفےٰ ﷺ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، خود ہی جل جاتے ہیں۔

پ ۲۱، سورۃ الاحزاب میں ہے : اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (آیت:٦) کہ حضور ایمان والوں کے لئے ان کی جان سے زیادہ قریب اور مالک ہیں اور حضور ﷺ کی ازواج مطہرات امت کی مائیں ہیں۔

اس آیت میں خدا کی ذات نے اَوْلٰی بیان کر کے واضح کر دیا ہے کہ خدا کا محبوب مومنوں کی جان سے بھی زیادہ قریب اور مالک اور حق دار ہے کہ ہر مومن کے دل کے اندر مثل محبوب کے حاضر و ناظر، جان سے زیادہ قریب اور اس کا حق دار ہے کہ حضور ﷺ کا حکم ہر مومن پر ماں باپ اور بادشاہ سے زیادہ نافذ العمل ہے۔ حضور ہمارے بھائی نہیں کہ کسی صحابی نے حضور ﷺ کو بھائی نہ کہا کیونکہ بھائی نہ جان کا مالک، نہ جان سے زیادہ قریب نہ زیادہ حق دار ہے۔ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات امہات المومنین ہیں جو انتہائی ادب اور تعظیم کا مقام رکھتی ہیں مگر بھائی کی بیوی بھاوج کہلاتی ہے جس سے بعد طلاق یا بیوہ ہونے کی صورت میں نکاح ہو سکتا ہے۔ جو بھائی کہہ کر حضور ﷺ کے مقام اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی کے مقام کا انکار کرتا ہے وہ نہ جان کا مالک مانتا ہے نہ جان سے زیادہ عزیز اور نہ ہی جان سے زیادہ قریب، حاضر و ناظر مانتا ہے۔ وہ تو ملک الموت اور شیطان کے علم کو حضور ﷺ سے بڑھاتا ہے جیسا کہ "براہین قاطعہ" کے اندر بیان ہے۔ اسی لئے شیطان کے حاضر و ناظر پر اعتراض نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ

نے پ ۸، سورۃ الاعراف آیت ۲۷ میں بیان کیا ہے اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ کہ بیشک وہ شیطان اور اس کا کنبہ بھی تم کو وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے، اور اس کے آگے ارشاد ہے۔ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (سورۃ الاعراف: ۲۷) کہ بیشک ہم نے شیطانوں کو ان کا دوست کیا جو ایمان والے نہیں۔ اس آیت میں شیطان کو حاضر و ناظر بیان کیا ہے اور اس پر اعتراض نہ کرنے والے اسی لئے شیطان کا علم حضور ﷺ سے بڑھاتے ہیں اور خدا کے محبوب کے حاضر و ناظر کا انکار کرتے ہیں۔ شیطان بدی پر آمادہ کرنے والا ہے لیکن خدا کے محبوب کا مقام بدی سے روکنا اور دور کرنا ہے۔ معلوم ہوا کہ خدا نے اسی لئے فرمایا ہے کہ ہم نے شیطانوں کو ان کا دوست کیا جو ایمان والے نہیں کہ وہ بدی پر آمادہ کرنے والے کو خدا کے محبوب سے زیادہ وقعت دیتے ہیں اور گمراہ ہیں' لیکن خدا نے حکم دیا ہے کہ شیطان کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے اعوذ باللہ پڑھو۔ پ ۱۴ سورۃ النحل میں ہے: فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (آیت: ۹۸) کہ جب قرآن کی تلاوت کرنے لگو تو پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھ کر شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو۔ یہ آیت شیطان کے حاضر و ناظر ہونے کا بیان کرتی ہے کہ تلاوت قرآن سے پہلے یہ آیت پڑھ لیا کرو تا کہ اس کے شر سے بچے رہو۔ شیطان بھی نظر نہیں آتا اور وہ بھی اس آیت کی رو سے حاضر و ناظر ہوتا ہے۔ اگر مقام حاضر و ناظر شرک ہوتا تو شیطان کا یہ مقام شرک کیوں نہیں؟ جس طرح شیطان خدا کی عطا سے حاضر و ناظر کے مقام کو پانے والا ہے، خدا کے محبوب ﷺ کے لئے یہ

مقامِ شرک کیسے ہو گیا؟ معلوم ہو گیا کہ مقامِ اُلوہیت حاضر و ناظر پر نہیں بلکہ خدا کی شان اللہ الصمد پر ہے کہ وہ بے نیاز ہے، کسی کا محتاج نہیں۔ بندہ محتاج ہر عطائیں پاتا ہے۔ نبیوں اور ولیوں کے معجزات و کرامات سب خدا کی عطا ہیں، شرک نہیں۔

مواہب لدنیہ میں امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذِهٖ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اٹھا کر مجھے دکھا دیا اور میں اس کو دیکھ رہا ہوں اور جو قیامت تک ہونے والا ہے سب کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو۔ ہر چیز ان کے علم میں ہے، دنیا حاضر و ناظر ہے۔

شرح قصیدہ بردہ میں امام خرپوتی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ابوجہل نے یمن سے اپنے دوست حبیب یمنی کو بلایا کہ مکہ میں میرے بھتیجے نے نیا دین اسلام لا کر لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے اور ہماری کوئی بات ہی نہیں رہی، اس لئے آ کر اسے روکیں، اہل مکہ پر اس کا بڑا احسان ہو گا کہ لوگ تمہاری بات مانیں گے۔ وہ مکے پہنچ گیا۔ ابوجہل نے اس کی خاطر مدارات کی اور سارا ماجراء سنایا۔ اس نے کہا کہ میں نے تمہاری بات سنی ہے، دوسرے فریق کی بات سن کر فیصلہ کروں گا۔ ابوجہل گھبرایا مگر کچھ کر نہ سکا۔ حبیب یمنی نے پیغام بھیج کر حضور ﷺ کو بلا لیا اور حضور ﷺ معہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے تشریف لے آئے۔

حضور ﷺ کی تشریف آوری پر سناٹا چھا گیا۔ سب مرعوب ہو کر خاموش ہو رہے، لب کشائی کی کسی میں ہمت نہ رہی، آخر سرکار ﷺ نے خود فرمایا کہ بتاؤ کیوں بلایا ہے۔ حبیب گھبرا کر بولا کہ سنا ہے کہ آپ مدعیٔ نبوت ہیں، حضور ﷺ کا معجزہ کیا ہے؟ جواب میں فرمایا کہ جو تو چاہے۔ اس نے دو چیزیں کہیں' ایک یہ کہ چاند اپنی پوری روشنی پر ہے اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر دو۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ صفا پہاڑ پر چلو، سارا مجمع وہاں پہنچا تو حضور نے چاند کی طرف اپنی انگلی کا اشارہ کیا تو چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک پہاڑ کے اس طرف دوسرا اس طرف۔ پھر اشارے پر دونوں ٹکڑے یکساں مل گئے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان اھل مکۃ سالوا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یریھم ایۃ فاراھم القمر شقتین اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انشق القمر علی عھد رسول اللّٰہ فرقتین فرقۃ فوق الجبل و فرقۃ دونہ فقال رسول اللّٰہ اشھدوا اشھدوا اور کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: دوسری بات بھی بتاؤ۔ اس پر اس نے کہا کہ خود ہی بات ظاہر کر دیں، میں کیا بتاؤں۔ آپ نے فرمایا: تیری ایک لڑکی ہے جو بے دست و پا، جس کے نہ ہاتھ، نہ پاؤں، نہ آنکھ، نہ کان کوئی عضو بھی کام نہیں کرتا ، وہ تجھ پر بوجھ ہے، تو چاہتا ہے کہ اسے شفا ہو جائے۔ میں نے اپنے ہاتھ کا اشارہ کیا تو چاند کو دو ٹکڑے کر دیا اور اسی ہاتھ کے اشارے سے اسے شفا بخش دی۔ اس پر حبیب نے بے اختیار ہو کر کہا: اے ابوجہل اور مکے والو! سن لو کہ میں حضور ﷺ پر ایمان لے آیا اور صدقِ دل سے کلمہ پڑھا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ آج سے میں یمن میں اسلام کا مبلغ

بن کر اسلام کی خدمت کروں گا۔ یہ کہہ کر گھر واپس چلا گیا۔ گھر پہنچا تو رات کا وقت تھا، دستک دی تو وہی بے دست و پا لڑکی دروازہ کھولنے آئی۔ باپ کو دیکھا تو کلمہ پاک زبان پر جاری ہو گیا۔ باپ نے پوچھا کہ کلمہ تجھے کہاں سے ملا اور کیسے تندرست ہو گئی؟ اس نے جواب میں زبان حال سے پکارا۔

؎ وہ شکل دکھا کے چل دیئے دِل اُن کے ساتھ رواں ہوا
نہ وہ دل ہے نہ وہ دل رُبا، رہی زندگی سو وہ بار ہے

بتایا کہ فلاں رات میں سو رہی تھی کہ چاند کے چہرے والے، سیاہ زلفوں والے تشریف لائے اور مجھے کہا: بیٹی تیرے باپ نے مکہ میں کلمہ پڑھ لیا ہے اور تو یہاں ہی مسلمان ہو جا۔ پڑھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ جب اٹھی تو صحیح سالم ہو چکی تھی اور کلمہ زبان پر جاری تھا۔

یہ ہے مقام حاضر و ناظر کہ مکہ میں ہاتھ کا اشارہ کیا تو لڑکی یمن میں تندرست ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بظاہر مکہ میں مگر روحانی طور پر یمن پہنچ گئے اور لڑکی کو کلمہ پڑھا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس میں موجود ہیں مگر روحانی طور پر ہر کلمہ گو کے دل میں حاضر۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ سے ہی نیکی کا کام ہوتا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی کی توجہ ہٹتی ہے تو انسان گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ وہ تو ہر کلمہ گو غلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والے مومن کے دل میں حاضر ہیں۔ جس کی توجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ جاتی ہے وہی غیر حاضر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ایسے لوگوں سے صحبت اختیار نہ کریں۔ ان کے جلسوں میں شرکت ان کی تصنیف اور ان کی ہر قسم کی

صحبت اس بُرے آدمی کی طرح ہے جو سانپ سے زیادہ خطرناک ہے کہ سانپ تو جان لیتا ہے بُرا یار دین و ایمان لیتا ہے۔ ؎

تاتوانی دُور شو از یار بد یار بد بدتر از مار بد

یارِ بد تنہا ہمیں بر جان زند یار بد بر دین و بر ایمان زند

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار تورات کا نسخہ بارگاہ نبوی میں لا کر حضور ﷺ کو پیش کیا۔ خدا کے محبوب ﷺ غیض و غضب میں آ گئے۔ اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کے غیظ و غضب سے آگاہ فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا۔ (بخاری ج ۱ کتاب العلم ص ۱۹، کتاب مواقیت الصلوٰۃ ص ۷۷) تب حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اگر زندہ ہوتے ظاہری حالت میں تو ہماری اطاعت کرتے۔ پھر بگڑی ہوئی تورات میں کیا ڈھونڈتے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی ہستی جن سے شیطان بھاگتا تھا آپ کو یہ حکم ملا اور تورات پڑھنے سے روک دیا گیا، جو کلام الٰہی ہے لیکن بگڑ چکی ہے۔ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کامل ایمان نہیں رکھتے کہ بے ادب کی صحبت اور ان کے باطل عقیدہ پر مبنی روایات کو یعنی ان کے باطل عقیدہ پر مبنی کتابیں اور رسالے پڑھیں اور پھر ایمان بھی محفوظ رہے وہ ایمان چور ہیں۔ خدا ان سے محفوظ رکھے۔ ان کے عقائد بگڑے ہوئے دین کو پیش کرتے ہیں۔

پ ۲۲، سورۃ الاحزاب آیت ۵۶ میں ارشاد خداوندی ہے: اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○

ترجمہ : بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر۔ اے ایمان والوان پر درود وسلام خوب بھیجو۔

اس آیت میں ایمان والوں پر خدا کا فرمان جاری ہوا کہ خدا کے محبوب ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجو اور بتا دیا کہ یہ عمل تمام احکام سے افضل ہے کہ کسی اور حکم میں اپنا اور فرشتوں کا عمل ایسا بیان نہیں ہوا جیسا اس آیت میں ہے کہ خدا اور اس کے فرشتے بھی یہ عمل کرتے ہیں، مگر واضح رہے کہ ہمارا صلوٰۃ وسلام مثل فقیر کے ہے جو داتا کے در پر اس کے مال واولاد کی خیر مانگ کر بھیک مانگتا ہے کہ ہم بھی خدا کے محبوب ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیج کر بھیک مانگیں کہ اس کے بغیر نہ خدا دعا قبول کرتا ہے نہ نماز قبول ہوتی ہے، اور یہ بھی واضح ہوا کہ حضور ہمارا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، اس لئے حیات النبی ہیں۔ جو جواب نہ دے اسے سلام کرنا منع ہے جیسے سونے والا اور نمازی اور قضائے حاجت میں مشغول۔ اس حکم سے ہر مجلس پر واجب ہے کہ صلوٰۃ وسلام پڑھیں۔ اسی لئے نماز کے اندر التحیات میں حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے، اور جب بھی مومن حضور ﷺ کا نام سنے حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھے۔ اس کے بغیر نہ نماز قبول ہوتی ہے نہ دعا قبول اور نہ اس پر رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ لہٰذا اس آیت میں صلوٰۃ وسلام کا حکم دے کر خدا نے یہ واضح کر دیا ہے کہ حضور ﷺ حاضر وناظر کا مقام پانے والے ہیں کہ حضور ﷺ ہمارا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں مگر حاضر وناظر کے مقام کا انکار کرنے والے نماز کے اندر اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ پڑھتے بھی ہیں اور پھر انکار بھی کرتے ہیں۔ ان کے اس عقیدے کی بنا پر ان کی

نماز کیا باطل نہیں ہو جاتی؟ کیونکہ غیر حاضر کو سلام کرنا اور خود دربارِ خداوندی میں حاضر ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ دربار خداوندی سے اعراض کرتے ہیں اور خدا کے دربار میں غیر کی طرف توجہ اور سلام کرنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے کہ خدا کے دربار سے اس نے منہ موڑ لیا۔ دوسرے یہ کہ خود دربار خداوندی میں حاضر ہو کر نبی کریم ﷺ کو غیر حاضر ماننا حضور ﷺ سے سبقت کرنا ہے اور اس طرح خدا کے فرمان کی خلاف ورزی ہے جیسا کہ پ ۲۶، الحجرات میں ارشاد ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (آیت:۱) کہ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے سبقت نہ کرو اور اللہ سے ڈرو۔ اس آیت میں سبقت نہ کرنا قول میں، فعل میں اور ہر عمل میں حضور ﷺ کے آگے نہ نکلنا، آگے نہ چلنا ہے، اس لئے فرمایا گیا ہے کہ سبقت کرنے میں اتباع ختم ہو جاتی ہے جو نبی کریم ﷺ کی توہین ہے کیونکہ حضور ﷺ تو واصل باللہ ہیں۔ جہاں نمازی کھڑا ہے۔ حضور ﷺ پہلے ہی دربار خداوندی میں واصل الی اللہ ہیں۔ اسی لئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم باب چہارم میں جلد اول کے اندر فرمایا ہے۔ وَاَحْضِرْ فِیْ قَلْبِكَ النَّبِیَّ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ شَخْصَهُ الْكَرِیْمِ وَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ۔ کہ نبی کریم ﷺ کو دل میں حاضر جان کر حضور ﷺ پر سلام پڑھو کہ حضور ﷺ کو قلب کے اندر حاضر جاننا اور سلام پڑھنا سلام کے جواب کے لئے ہے جس سے نماز کی قبولیت ہوتی ہے، مگر توہین کرنے والے کے لئے عذاب الٰہی کا حکم آیا ہے۔

چنانچہ پ ۲۲، سورۃ الاحزاب آیت ۵۷ میں فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ

اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔ کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دی، اس پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور رسوا کرنے والا عذاب تیار ہے مگر جن کی عقل پر پردہ ہے وہ توہین کی پرواہ نہیں کرتے۔ جیسا کہ صراط مستقیم میں صفحہ ۸۶ پر بیان ہے کہ نماز کے اندر کسی پیر وغیرہ یا حضور نبی کریم رسالتماب ﷺ کا خیال اپنے بیل اور گدھے کے خیال سے بدتر ہے۔ ایسا بیان حضور ﷺ کی شان کے خلاف بلکہ توہین نبی ہے کہ مثل بیل اور گدھے کے کہنا، ان سے تشبیہ دینا گالی ہے، اور گالی دینے والا رسالت مآب ﷺ کو گالی دے کر نماز بھی پڑھے اور اس میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ بھی پڑھے، کیسے قبولیت کی دلیل ہوگی؟ توہین ضرور ہے۔

ثابت ہوا کہ ایسے عقیدے والا نماز پڑھ کر قرآن کریم کے احکام کی کھلی خلاف ورزی کرتا ہے۔ لہٰذا عوام ایسے باطل عقیدہ والے لوگوں سے بچیں تاکہ خلاف ورزی سے بچ جائیں۔ اہل سنت و جماعت حق پر ہیں جو دل میں حاضر و ناظر مان کر اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ پڑھتے ہیں اس لئے ان کی نماز قبول ہوتی ہے اور ان کے لئے انعام کا وعدہ ہے جیسا کہ اسی سورۃ احزاب میں آیات ۴۳، ۴۴ میں ارشاد ہے۔ ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَ مَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَ کَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا۝ تَحِیَّتُھُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَہٗ سَلٰمٌ وَّ اَعَدَّ لَھُمْ اَجْرًا کَرِیْمًا۔ وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے کہ تمہیں اندھیرے سے نکالے اُجالے کی طرف، وہ مسلمانوں پر بڑا مہربان ہے، ان کے لئے ملتے وقت دعا سلام ہے اور ان کے لئے عزت کا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

ان آیات میں خدا کا درود اور سلام خدا کے نیک بندوں پر بالخصوص صحابہ کرام پر
آل اور اصحاب پر ہے کیونکہ جب حضور ﷺ پر صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کی آیت
نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی آرزو کی کہ ایمان والوں کی بھی عزت
افزائی ہو تب یہ آیات نازل ہوئیں کہ جو حضور ﷺ پر امتی ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھے گا،
اس پر خدا کی طرف سے ملنے کے وقت یعنی دم آخر خدا کا سلام، امن و سلامتی کا پیغام
ہوگا۔ جو جان کنی کے وقت ملک الموت دے گا یا پھر قبروں سے نکلنے کے وقت یا جنت
میں داخلہ کے وقت داروغہ رضوان دے گا یا بوقت لقاء الٰہی سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ
رَّحِیْمٍ (پ۲۲، سورۃ یٰسین آیت ۵۸) ہوگا۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی کہ جس کو خدا
کا سلام مل گیا وہ فیض پا گیا، اس کا بیڑہ پار ہو گیا۔ یہ خدا کے محبوب ﷺ کے احترام کا
صلہ ہوگا کہ محبوب کو دل میں جگہ دی مگر جس نے خدا کے محبوب ﷺ کو دل میں جگہ نہ
دی، نہ حاضر جانا، الٹا آیات کا انکار کیا، احادیث کو ٹھکرایا۔ اس کی کامیابی کیونکر ممکن
ہے۔ وہ بھی ٹھکرایا جائے گا۔ لہٰذا یہ واضح ہو گیا کہ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ
اللّٰہ پڑھنے والا یا رسول اللہ کا نعرہ لگانے والا حقیقت میں حضور ﷺ کا غلام ہے کہ حضور
ﷺ کو دل میں جگہ دیتا ہے۔

غلام احمد مختار یوں پہچانے جائیں گے
کہ حشر میں بھی ہوگا ان کا نعرہ یا رسول اللہ

جن کی عقل پر پردہ ہے وہ نبی کریم ﷺ کو حضور کہہ کر بھی حاضر و ناظر کا انکار
کرتے ہیں، حالانکہ حضور کا لفظ حاضر و ناظر کے لئے ہے۔ جب زبان سے مانا تو پھر
انکار کیسا؟

یادرکھیں کہ جولوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دل میں جگہ نہیں دیتے وہی لوگ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زبان پر لانا گوارا نہیں کرتے۔ اُلٹا شرک کہہ کر نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ واضح ہو چکا ہے کہ مدارِ اُلوہیت خدا کی شان اللہ الصمد پر اور اس کی شان بے نیازی پر ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ کمالات جو خدا نے عطا کئے ہیں اور ان کا ذکر قرآن کریم میں بار بار بیان ہو چکا ہے، ان پر ایمان لانا شرک نہیں بلکہ اسلام ہے اور ان کا انکار کفر ہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جب خدا کا فرمان صرف ایک آیت میں نہیں بلکہ متعدد آیات میں بار بار بیان ہے مگر اس کے باوجود ایسے لوگ یارسول اللہ کو زبان پر لانا گناہ بیان کریں اور شرک کہہ کر اس سے نفرت کریں حالانکہ رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں ایمان کی دلیل ہے اور پھر بھی نہ سمجھیں اور لفظ یا کے استعمال سے یعنی حرفِ ندا سے شرک کا درجہ بیان کریں اور خود ہی نماز کے اندر اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ پڑھ کر حرفِ ندا بار بار زبان پر لائیں اور شرک کریں۔ کیا اسی کا نام کتاب وحکمت کا علم ہے۔ جب خدا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد اور شہید کا مقام عطا کر کے حاضر وناظر بیان کیا ہے اور شرک نہیں تو یارسول اللہ کو شرک قرار دینا سراسر غلط بیانی کرنے والا ہے اور باطل عقیدہ ہے۔ ایسے ہی لوگ جس زبان سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کہتے ہیں اور نبی کے معنی ہیں غیب کی خبریں بیان کرنے والا، اسی زبان سے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ وہ خبیث ہیں اور طیب وہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض کرنے والے نہیں ہیں۔

ملائکہ اور شیطان کا حاضر و ناظر ہونا

پ۳۰، سورۃ الانفطار : وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ ۔ (آیت ۱۰۔۱۱۔۱۲) اور بیشک تم پر کچھ نگہبان مقرر ہیں معزز لکھنے والے، جو جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔ ''تفسیر نعیمی'' میں بیان ہے کہ انسان کی جان و اعمال کی حفاظت کے لئے فرشتے مقرر ہیں۔ جان کی حفاظت کے لئے ساٹھ فرشتے اور اعمال کے لئے چار فرشتے دن رات مقرر ہیں کیونکہ عَلَيْكُمْ بتا رہا ہے کہ یہ صرف انسان کے لئے ہیں۔ جس سے واضح ہو گیا کہ کراماً کاتبین اور دیگر فرشتے محافظ ہیں اور جب تک وہ ڈیوٹی ادا نہ کریں محافظ نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ان کا ڈیوٹی ادا کرنا ثابت کرتا ہے کہ وہ حاضر و ناظر ہوتے ہیں۔ لہٰذا فرشتوں کا مقام حاضر و ناظر شرک نہ رہا، اور جب فرشتے حاضر و ناظر ہو سکتے ہیں، جو حضور کے غلام ہیں، تو حضور سرور کائنات ﷺ جو ان کے آقا ہیں وہ بدرجہ اولیٰ حاضر و ناظر کے مقام پر فائز ہیں، اور اللہ کے کام بندوں کی طرف منسوب ہو سکتے ہیں کہ رب تعالیٰ حافظ و ناصر ہے اور اس کے حکم سے فرشتے بھی محافظ ہیں۔ لہٰذا خدا کا محبوب ﷺ بدرجہ اولیٰ حافظ و ناصر کہ وہ بھی خدا کے حکم سے یہ مقام رکھتے ہیں، بلکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن کی حفاظت کے لئے... اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (پ۱۴، سورۃ الحجر آیت ۹) کا ارشاد بتاتا ہے کہ قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے کہ ''ہم نے ہی قرآن کریم کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں''۔ اس ڈیوٹی پر حضرت جبریل کو امین بنا کر بھیجا تا کہ کمی بیشی نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ کو امین بنا کر مبعوث فرمایا اور

صحابہ کرام نے امین بن کر اس کو مخلوق تک پہنچایا۔ لہٰذا جس طرح قرآن کریم کا خدا کی طرف سے درست آنا ثابت ہوا ویسے ہی اس کا زمین پر درست رہنا ثابت ہوا اور اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ ہر زمانہ میں، ہر جگہ نبی اور رسول ہیں اور ساری خدائی ان کے زیر فرمان ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ امین ہیں کہ امانت کے ساتھ قرآن کریم کو دنیا تک پہنچایا ہے۔

فرشتے حاضر و ناظر کا مقام پا کر خدا کے ہاں عزت والے ہیں کیونکہ کراماً کریم کی جمع ہے، وہ نظر نہیں آتے، پھر بھی حاضر و ناظر بلکہ ہم پر مہربان ہیں کہ اس صفت کی وجہ سے انسان پوشیدہ کام کر سکتا ہے، اور وہ انسان کے گناہ بھی کسی پر ظاہر نہیں کرتے، حالانکہ سب کچھ جانتے ہیں، وہ کافر کے کفر منافق کے نفاق اور مومن کے ایمان کو جانتے ہیں، اسی لئے وہ سب کچھ لکھتے رہتے ہیں، نیکی کے ارادے کو بھی لکھ لیتے ہیں مگر بدی کے خیال کو نہیں لکھتے جب تک کہ انسان بدی کا کام نہ کرے۔ انسان جو کچھ کرتا ہے یا کرے گا سب جانتے ہیں کیونکہ ان کی نظر لوح محفوظ پر رہتی ہے۔ جس سے ان کا علم وسیع کر دیا گیا ہے اور وہ وسیع علم غیب کے مالک ہیں۔ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْراً کے مطابق جب فرشتے حضور ﷺ کے غلام اور امتی ہیں وہ یہ مقام رکھتے ہیں کہ ان کا علم غیب وسیع ہے اور حاضر و ناظر بھی ہیں تو امام الانبیاء ﷺ کے یہ مقامات اور کمالات بدرجہ اولیٰ وسیع ہیں۔ اسی لئے حضور ﷺ مومن کے ایمان منافق کے نفاق اور کافر کے کفر کو بدرجہ اولیٰ جانتے ہیں اور اس میں واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ کمالات نہ شرک ہیں نہ بدعت، کیونکہ جو مقام فرشتوں کے لئے خدا بیان کرے، خدا

کے محبوب کے لئے نہ بدعت ہے نہ شرک نہ کسی قسم کا گناہ۔ اس کے باوجود جو لوگ حضور ﷺ کے کمالات کا انکار شرک اور بدعت کہہ کر کرتے ہیں وہ توہین مصطفےٰ ﷺ کے مرتکب ہیں کہ فرشتوں کا مقام امام الانبیاء ﷺ سے بڑھاتے ہیں۔ شرح فقہ اکبر میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی غیبت کرنے والے کی توبہ قبول نہیں ہوتی کہ خدا اُن کی توبہ قبول نہیں کرے گا جب تک حضور ﷺ معاف نہ کر دیں۔ جیسے غیبت کرنے والے کی غیبت اس وقت حق العبد ہوتی ہے جب غیبت کی خبر اس کو ہو جائے جس کی غیبت کی تھی ورنہ حق اللہ رہتی ہے۔ حق العبد کے وقت غیبت کی معافی وہی دے گا جس کی غیبت کی تھی مگر حق اللہ ہو تو اللہ معاف کرنے والا ہے، جب معافی مانگی جائے۔ اس نکتہ میں یہ واضح ہو گیا کہ توہین مصطفےٰ، حضور ﷺ کی غیبت ہے جس کی معافی بھی حضور ﷺ ہی دے سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے اس کی معافی نہ ہو گی کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کو ان کی غیبت کی خبر ہوتی ہے جو لوگ توہین مصطفےٰ کرتے ہیں۔

پ ۷۔ سورۃ الانعام: آیت ۶۱ : وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰى إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ۔

ترجمہ: اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور تم پر نگہبان بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں کسی کو موت آتی ہے ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ قصور نہیں کرتے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ ہماری حفاظت خود فرمائے اور خود موت

دے اور روح قبض کرے مگر وہ کام اسباب سے کرتا ہے۔ اس کے لئے فرشتے مقرر ہیں۔ جس طرح بعض فرشتے ہمارے اعمال کے نگران، بعض ہمارے اجسام کے نگران، اسی طرح ملک الموت اور موت دینے والے فرشتے انسان کی روح قبض کرتے ہیں کہ قدرت اور ہے اور قانون اور، مومن کا دونوں پر ایمان ہے۔ فرشتوں کا یہ فعل بغیر حاضر و ناظر ہونے کے ناممکن ہے، وہ ہر جگہ حاضر بھی ہیں ناظر بھی ہیں کیونکہ دنیا ان کے سامنے ایسے ہے جیسے انسان کے سامنے اپنی ہتھیلی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جان نکالنے میں کوتاہی نہیں کرتے۔ وقت مقررہ سے ایک آن آگے پیچھے نہیں ہوتے کیونکہ ان کو ہر ایک کی موت کے وقت اور جگہ کا علم ہے اور یہ علوم خمسہ سے ہے۔ ذاتی علم خدا تعالیٰ کا اور عطائی فرشتوں کا۔ جب فرشتوں کا علم اور مقام حاضر و ناظر شرک نہیں تو سرورِ کائنات ﷺ کے علم کا انکار کس بنا پر ہے؟ حضور ﷺ کے علم اور حاضر و ناظر کو شرک کہنا، اس کی وسعت کا انکار کرنا توہینِ مصطفےٰ ﷺ کیوں نہیں کیونکہ فرشتے بھی غیر اللہ ہیں۔ جب ان کے لئے شرک نہیں نبی کریم ﷺ کے لئے شرک کیونکر اور کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ حالانکہ حضور بدرجہ اولیٰ یہ مقام رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُنِیْ فِيْهِ مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَّ لَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ۔

ملک الموت کے بارے میں ''تفسیر نعیمی'' میں بیان ہے۔ جُعِلَتِ الْاَرْضُ لِمَلَكِ الْمَوْتِ مِثْلَ الطَّشْتِ يَتَنَاوَلُ مِنْ حَيْثُ شَاءَ۔ کہ ملک الموت کے لئے زمین ساری کی ساری طشتری کی مثل کر دی گئی ہے کہ جہاں سے چاہے لے لے۔ یہ

کرۂ ارض یعنی زمین ملک الموت کے لئے مثل ایک طشتری کے ہر وقت سامنے ہے اور جس طرح انسان کے سامنے طشتری کی کوئی حقیقت نہیں، جو کچھ طشتری میں ہو اس کو لینا، اٹھا کر استعمال کرنا، بالکل معمولی چیز ہے، بعینہ ملک الموت کے سامنے طشتری میں ہر چیز کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اس کو قبضہ میں لے لیتا ہے۔ لَیْسَ عَلٰی مَلَکِ الْمَوْتِ صَعُوْبَۃٌ فِیْ قَبْضِ الْاَرْوَاحِ وَاِنْ کَثُرَتْ وَکَانَتْ فِیْ اَمْکِنَۃٍ مُتَعَدِّدَۃٍ کہ ملک الموت کے لئے روحیں قبض کرنا دشوار نہیں اگرچہ روحیں ایک وقت میں زیادہ اور کثیر ہوں اور مختلف مقامات پر ہوں۔ جب ملک الموت کے علم کی وسعت کا یہ مقام ہے جو حضور ﷺ کا ایک ادنیٰ غلام ہے جیسا کہ حضور ﷺ تو لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا ہیں تو حضور سرور کائنات ﷺ کے علم کی وسعت کا اندازہ انسان کیسے لگا سکتا ہے جس کا علم محدود ہے، عقل محدود ہے اور اسکا خدا سے تعلق ایسا نہیں جیسا کہ نبی کا ہوتا ہے۔ جو لوگ ان آیات کے مطابق ملک الموت اور کراماً کاتبین کے علم کو تسلیم کریں، ان کے حاضر و ناظر ہونے پر ایمان رکھیں اور شرک نہ جانیں، ان کے لئے شرک باقی نہ رہے۔ لیکن خدا کے نبی کے لئے جس کا تعلق باللہ دائمی قائم ہو اس کے لئے شرک کے فتوے لگائیں، بہانے بنائیں اور انکار کریں۔ ان کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم نہ کریں ان کا دعویٰ ایمان باطل کیوں نہیں؟ حالانکہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور جملہ اولیائے کرام اور اہل سنت و جماعت کا اس پر ایمان ہے۔ ایسی بے راہ روی کہ حضور ﷺ سے نفرت کا بیج بوئیں اور عوام کو گمراہ کریں اور دعویٰ ایمان بھی باقی ہو، ایک چال ہے جو دین کے اندر قابل قبول نہیں کیونکہ اسی کو منافقت کہتے ہیں' بلکہ خدا نے حضور ﷺ کے علم پر

اعتراض کرنے والوں کو خبیث قرار دیا ہے اور ان کو مومنوں سے علیحدہ کرنے کا اعلان فرمایا ہے۔آیت: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (پ۴،سورۃ آل عمران:۱۷۹)

کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ....کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ کی ذات ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔کلمہ طیبہ میں حضور ﷺ کی رسالت پر زبان اور مکان کی قید نہیں۔حضور ﷺ روز اول سے تا ابد اللہ کے رسول ہیں اور کلمہ گو آج سے چودہ سو سال پہلے یا بعد، جس زمانہ میں کلمہ پڑھتا ہے اسی زمانہ میں حضور ﷺ کو خدا کا رسول مانتا ہے اور یہ نہیں کہتا کہ محمد اللہ کے رسول تھے مگر آج نہیں اور قیامت تک یہی عقیدہ ہے کہ حضور خاتم النبیین ہیں۔حضور نبی کریم ﷺ نے خود فرمایا ہے۔لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کہ میرے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔اس لئے قیامت تک حضور نبی کریم ﷺ ہر زمانہ میں اللہ کے رسول ہیں۔حضور ﷺ کا مقام اس کلمہ طیبہ کی رو سے بھی حاضر و ناظر ہے، حالانکہ جسمانی طور پر مدینہ منورہ میں ہیں مگر نبوت اور رسالت کا آفتاب قیامت تک چمک رہا ہے اور ہر جگہ ہر زمانہ میں موجود، جہاں امتی ہیں وہاں حضور ﷺ کا ذکر زبان پر جاری ہے۔حضور ﷺ سراجاً منیراً ہیں، مثل آفتاب کے ہر جگہ ہر زمانہ میں روشنی کا منبع ہیں۔لہٰذا حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے حضور ﷺ کے کمالات کا انکار کر کے محض فرقہ بندی کو ہوا دیتے ہیں۔ایسے لوگوں کے عقائدِ باطلہ کا رد پیش کرنا عین دین ہے تاکہ فرقہ بندی کو ختم کیا جا سکے، کیونکہ ایسے عقائدِ باطلہ محض بناوٹ ہیں جو حقیقت پر پردہ نہیں ڈال سکتے۔

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اُصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

خاتم النبیین ﷺ پر ایمان کا دعویٰ کرنے والے نبوت مصطفیٰ کو جو حضور ﷺ کی صفت ہے جس زبان سے تسلیم کرتے ہیں اسی زبان سے حضور ﷺ کے کمالات کا انکار کر کے محض جہالت اور منافقت کی تبلیغ کرتے ہیں۔ دینداری یہ نہیں کہ جس زبان سے کلمہ گو کہلانے والا یہ کہے کہ حضور ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اسی زبان سے یہ بھی کہہ دے کہ وہ نہ نبی ہیں، نہ رسول ہیں، کیونکہ حاضر وناظر کے انکار کا یہی مطلب ہے۔ ختم نبوت زندہ باد کہنے والے اسی زبان سے یارسول اللہ کا انکار کر کے اور مردہ باد کہہ کر دورنگی اختیار کرتے ہیں۔

؎ دورنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا پھر سنگ ہو جا

یارسول اللہ کا نعرہ جن کی زبان پر مرتے دم تک نہ آئے گا وہ کس زبان سے نجات کے متمنی اور انجام بخیر کی دعا کرتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف۔ باب وفات النبی، پہلی فصل : وَاِنْ مَوْعِدَکُمُ الْحَوْضُ وَ اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَیْهِ وَاَنَا فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا۔

ترجمہ : تمہاری ملاقات کی جگہ حوضِ کوثر ہے اور اس کو اسی جگہ پر موجود دیکھ رہا ہوں ...... حضور ﷺ کا یہ فرمان صحابہ کرام کے سوال پر ہوا جب انہوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ قیامت میں آپ سے ملاقات کہاں پر ہوگی تو فرمایا کہ حوض کوثر پر جس کو

حضور ﷺ مدینہ منورہ میں دیکھ رہے تھے۔

مشکوٰۃ باب تسویۃ الصف پہلی فصل : حضور ﷺ نے نماز پڑھانے کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا : اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ۔ (بخاری) کہ صفیں سیدھی رکھو کیونکہ میں تمہیں پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں، صرف آگے سے نہیں جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔ نور نبوت ہر مقام کو دیکھتا ہے۔ اس میں آگے پیچھے کا کوئی فرق نہیں ہوتا، اور میں امام ہو کر تم سب کو اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

ترمذی باب العلم: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَخَصَ بِبَصَرِهٖ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ قَالَ هٰذَا اَوَانُ يُّخْتَلَسُ فِيْهِ الْعِلْمُ مِنَ النَّاسِ حَتّٰى لَا يَقْدِرُوْا مِنْهُ عَلٰى شَيْءٍ۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم، دوسری فصل)

ترجمہ : ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ نے نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور فرمایا کہ یہ وقت ہے جب علم لوگوں سے چھین لیا جائے گا حتیٰ کہ اس پر بالکل قابو نہ پائیں گے۔

مشکوٰہ باب الفتن، پہلی فصل: حضور نبی کریم ﷺ نے مدینہ پاک کی ایک پہاڑی پر کھڑے ہو کر صحابہ کرام سے پوچھا کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں، کیا تم بھی دیکھتے ہو؟ تو عرض کیا گیا نہیں۔ تب آپ نے فرمایا : فَاِنِّيْ لَاَرَى الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ كَوَقْعِ الْمَطَرِ میں تمہارے گھروں میں بارش کی طرح فتنے گرتے دیکھتا ہوں۔ یزیدی اور حجازی فتنے ملاحظہ فرما رہے تھے جو بعد میں ہونے والے تھے۔ ان

احادیث کے مطالعہ اور آیات قرآن کریم سے واضح ہو جاتا ہے کہ سرور کائنات ﷺ کی چشم حق بیں نہ صرف اسی دور کے واقعات بلکہ بعد میں ہونے والے واقعات' دور اور قریب کے حالات، حوض کوثر، جنت، دوزخ وغیرہ کو بھی ملاحظہ فرماتے تھے۔ جسم مبارک مدینہ منورہ میں موجود مگر نظر ساری کائنات پر تھی۔ کتب احادیث ان واقعات سے بھری پڑی ہیں پھر بھی حاضر و ناظر کے انکار پر بضد لوگ حضور نبی کریم ﷺ کی توہین سے باز نہیں آتے۔ کیا ایسے عقائدِ باطلہ نہیں تو اور کیا ہیں!!

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کو دفن کر چکے تو ایک اعرابی آیا، اس نے آیت وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ .....الخ (پ۵، سورۃ النساء: ۶۴) آیت پڑھی اور اپنے آپ کو قبر پر ڈال دیا، ور رو کر کہا کہ میں نے اپنی جان پر ظلم کئے ہیں، گناہ کا مرتکب ہوا ہوں، آپ کو بخشوانے والا پاتا ہوں۔ قبر شریف سے آواز آئی قَدْ غَفَرَلَكَ۔ جا تیری بخشش ہو گئی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے قبر شریف سے اعرابی کی پکار کو سنا اور بخشش کا پیغام سنا کر عالم برزخ میں عالم دنیا کے حالات کو حاضر و ناظر کے مقام سے دیکھا اور بخشش کا پیغام سنایا۔ گمراہ لوگوں کے حاضر و ناظر کے کمالاتِ نبی ﷺ پر اعتراضات اور ان کے جوابات ملاحظہ کریں۔

۱۔ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہے، لہٰذا یہ حقیقت حضور ﷺ میں ماننا شرک فی الصفت ہے کہ خدا کی شان وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ (پ۲۲، سورۃ سبا: ۴۷) اور وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ میں ظاہر ہے۔

الجواب: ہر جگہ حاضر و ناظر خدا تعالیٰ کی صفت ہرگز نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ مکان اور زمان سے پاک ہے، نہ اس پر جگہ مشتمل ہے نہ اس پر زمانہ گزرے۔ کتب عقائد میں بیان ہے۔

لَا یَجْرِیْ عَلَیْہِ زَمَانٌ وَّلَا یَشْتَمِلُ عَلَیْہِ مَکَانٌ کہ اس پر نہ زمان کی قید ہے نہ اس پر جگہ مشتمل ہے کیونکہ سفلی اجسام پر زمین پر رہ کر زمانہ گزرتا ہے جو مخلوق ہے مگر خدا سب کا خالق ہے۔ مخلوق کی عمر ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ اس لئے جگہ سے نسبت کرنا خدا کی شان کا انکار اور کفر ہے، بے دینی اور گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ لہٰذا ہر جگہ حاضر و ناظر خدا کی صفت نہیں کہ وہ تو خالق ہے لہٰذا شرک فی الصفت کہنا خدا کو مخلوق کے برابر درجہ دینا ہے۔ یہ شان خدا کے رسول ﷺ کی ہے جو افضل الخلائق، خلق اول، مخلوق خدا کی عطاؤں کا مالک، کمالات کا منبع ہے۔

یاد رکھیں کہ ایسی صفت یا صفات حادث کے لئے ہیں مگر خدا حادث نہیں۔ اس کی ذات قدیم ہے، اور نہ وہ کسی جگہ مقید۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ خدا حاضر ہے مگر بغیر جگہ کے۔ اسی لئے ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ کو متشابہات سے مانا گیا ہے اور وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ اور وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ وغیرہ آیات کو علمائے کرام علماً اور قدرتاً مانتے ہیں کہ اس کی قدرت جہانوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ اسی لئے علماً وقدرۃً شہید اور محیط ہے اور علماً وقدرتاً حاضر و ناظر۔ ایسے لوگ اعتراض کر کے...... ......حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ خدا حاضر و ناظر ذاتی صفات کے ساتھ مگر حضور ﷺ کو یہ شان عطا ہوئی ہے۔ اس لئے عطائی ہے۔ خدا

کی ذاتی صفات قدیم ہیں کسی کے قبضہ میں نہیں مگر عطائی صفات حادث اور مخلوق جیسے سمع اور بصر اور حیات وغیرہ۔

خدا تعالیٰ کی صفاتِ اُلوہیت کا مدار چار صفات پر ہے جو قابل عطا نہیں، وجوب، خلق، نہ مرنا اور قدیم ہونا۔ واجب نہ مٹنے والی خدا کی شان ہے، مخلوق کی ممکن اور فانی۔ خدا کی ذات خالق ہے مخلوق نہیں۔ اس لئے خالق ہونا خدا کے سوا اور کسی کے لئے ماننا کفر ہے۔ خدا کو فنا نہیں، وہ قدیم ہے۔ حادث، مٹنے والا نہیں۔ لہٰذا ہر جگہ حاضر وناظر خدا کے لئے ماننا کفر ہے کہ خدا کو مخلوق کے درجہ میں لانا ہے۔ لہٰذا حاضر وناظر نبی کریم ﷺ کے لئے شرک نہیں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کا بیان ہے کہ غیر خدا کو ہر جگہ حاضر وناظر ماننا بہ عطا الٰہی شرک نہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب بدعات صفحہ ۹۱ پر ہے "فخر دو عالم کو حاضر و ناظر باعلام اللہ ماننا شرک نہیں ورنہ شرک ہے۔ ثابت ہوا کہ عطائے الٰہی سے حضور ﷺ کا مقام حاضر وناظر ہے کہ جسماً ایک جگہ پر ہیں اور وہیں سے کائنات عالم کا علم رکھتے ہیں، تصرف فرماتے ہیں۔ لہٰذا گستاخان رسول ﷺ اپنے ایمان کی خیر منائیں۔

۲۔ اعتراض: آیات وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ (پ ۳، سورۃ آل عمران: ۴۴) آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنے اپنے قلم پانی میں ڈال رہے تھے۔ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ (پ ۱۳، سورۃ یوسف: ۱۰۲) جب انہوں نے اپنے معاملہ پر اتفاق کیا۔ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى۔ (پ ۲۰، سورۃ قصص: ۴۴) آپ غربی کنارے میں نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو حکم بھیجا۔ وَمَا كُنْتَ

بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا (پ ۲۰، سورۃ قصص: ۴۶) آپ طور کی جانب نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو آواز دی۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ گذشتہ زمانہ میں ان واقعات مذکورہ کے وقت آپ موجود نہ تھے، لہٰذا آپ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں۔

الجواب: سائل کو حاضر و ناظر کے معنی کا علم نہیں، اس لئے علم کی کمی سے ایسا اعتراض کر کے شان مصطفےٰ ﷺ پر اعتراض کر کے اپنا ایمان خراب کیا ہے۔ کیونکہ حاضر و ناظر کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) ایک جگہ رہ کر سارے عالم کو دیکھنا (۲) آن کی آن میں سارے عالم کی سیر کر لینا (۳) ایک وقت میں چند جگہ پر ہونا۔ اور ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ حضور بایں جسم پاک ان مقامات پر موجود نہ تھے مگر یہ ذکر کہیں نہیں آیا کہ آپ ان واقعات کو ملاحظہ نہیں فرما رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ جسد عنصری سے وہاں موجود نہ ہوتے ہوئے بھی مشاہدہ فرما رہے تھے۔ ان واقعات کا علم ہے، جو حضور کی نبوت کی دلیل ہے، اور حضور کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہو رہا ہے، اور مفسرین کرام بیان کرتے ہیں جیسا کہ تفسیر صاوی میں ہے کہ سورۃ القصص میں ہے کہ حضور ﷺ واقعہ کی جگہ پر نہ تھے۔ یہ جسمانی مقام تھا مگر روحانی طور پر حاضر تھے۔ آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک ہر رسول کی رسالت ان کے علم میں ہے۔ گستاخان رسول ﷺ اس لئے قرآن کریم پڑھتے ہیں کہ حضور ﷺ کی شان میں کمی کا کوئی واقعہ نظر آئے، محض اس لئے کہ حضور ﷺ سے محبت نہیں، اس لئے ایمان نہیں۔ ہجرت کے موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سوال پر حضور ﷺ نے فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ

اللّٰہَ مَعَنَا (پ۱۰ سورۃ توبہ:۴۰) کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ کیا اس سے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ اللہ کفار کے ساتھ نہیں، لہٰذا حاضر و ناظر نہیں۔ کیونکہ کفار کا نام نہیں لیا گیا کہ ان کے ساتھ ہے۔ حالانکہ وہ بھی اسی جہاں موجود تھے اور خدا کی ذات ان سے الگ نہ تھی۔ مطلب یہ ہے کہ خدا رحم کے ساتھ حضور کے ساتھ۔ مگر کفار کے ساتھ قہر کے ساتھ۔ بدر کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے کفار سے فرمایا: اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَالَکُمْ۔ اللہ ہمارے ساتھ مددگار ہے لیکن تمہارے ساتھ مددگار نہیں۔ حالانکہ وہ ان سے الگ نہیں، نہ یہ مطلب ہے اللہ ہمارا مولا ہے تمہارا مولا نہیں۔ بعینہٖ آیات بالا میں ہے کہ حضور بایں جسدِ عنصری ان کے پاس نہ تھے حالانکہ روحانی طور پر سب واقعات ملاحظہ فرما رہے تھے۔ اس لئے جسماً حاضر نہ ہونے سے حضور ﷺ کے علم کی نفی نہیں ہو سکتی کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ (ترمذی، احمد، حاکم، زرقانی، طبقات ابن سعد) کہ حضور اس وقت بھی نبی تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا ڈھانچہ تیار نہ ہوا تھا، مٹی اور پانی گوندھا جا رہا تھا۔

تیسرا اعتراض : اگر حضور ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو مدینہ پاک میں حاضر ہونے کیا ضرورت ہے۔

الجواب: الزامی جواب۔ اگر خدا کی ذات حاضر و ناظر ہے تو کعبہ جانے کی کیا ضرورت ہے اور شبِ معراج محبوب کو عرش پر بلانے کی کیا ضرورت تھی۔

تحقیقی جواب: حقیقت یہ ہے کہ مدینہ تو دارالسلطنت ہے تجلیاتِ الٰہیہ کا مرکز ہے جیسے کہ پاور ہاؤس مرکز ہوتا ہے مگر بجلی ہر جگہ موجود ہوتی ہے۔ مرکز میں قرب زیادہ

ہوتا ہے کہ محبوب خدا کا فرمان ہے۔ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ کہ جس نے میری قبر مبارک کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔ لہٰذا مرکز کی ضرورت شفاعت کے لئے ہے کہ زیارت کرنے والے کی نجات کا باعث ہے۔ اس سے روکنے والے نجات کے طالب نہیں۔ اولیاء اللہ کی قبور بھی رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ ہیں، مگر اس سے انکار کرنے والے کی قبور حُفْرَۃٌ مِنَ النِّیْرَانِ، مطلب یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی قبور جنت کی کیاریاں ہیں مگر فرمانِ نبوی کے منکروں کی قبور دوزخ کے گڑھے ہیں، جو خدا کے نبی پر اعتراض کر کے خوش ہوتے ہیں جو کہ شیطانی فعل ہے اور شیطان ہمیشہ دوزخ کی طرف بلاتا ہے۔

چوتھا اعتراض :۔ اگر حضور حاضر و ناظر ہیں تو تم لوگ نماز کی امامت کیوں کرتے ہو، ہر جگہ وہی امام ہونے چاہئیں؟

الجواب :امامت کے بارے میں کسی حدیث میں یہ بیان نہیں ہوا کہ حضور ﷺ کی موجودگی میں کوئی امامت نہیں کرا سکتا۔ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے اندر حضور ﷺ کی موجودگی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۱۷ نمازیں پڑھائیں، بلکہ حضور ﷺ کی موجودگی میں حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز پڑھائی اور خود حضور ﷺ نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔

یاد رکھیں کہ امامت کے لئے ضروری ہے کہ امام حاضر ہو اور نظر بھی آئے اور نماز بھی پڑھائے مگر حضور ﷺ تو جسماً مدینہ منورہ میں اپنے مرکز پر موجود ہیں جہاں سے تمام دنیا والوں کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ جس طرح سورج ایک مرکز میں رہ کر

سارے جہان پر تصرف کرتا ہے۔ روشنی پہنچا کر حاضر ہے۔ حضور ﷺ کا مقام حاضر و ناظر ہے مگر ضروری نہیں کہ ہر ایک کو نظر آئیں کیونکہ پردہ حائل ہے اور اولیائے کرام زیارت کرتے ہیں کہ ان کے پردے دور ہو جاتے ہیں اور عالم برزخ میں مرنے والے کے پردے دور ہو جاتے ہیں۔ اسی بنا پر نکیرین حضور ﷺ کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور جہاں مَنْ رَبُّكَ اور مَا دِيْنُكَ کا سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے؟ وہاں پر اشارہ قریب کے ساتھ سوال کرتے ہیں۔ مَا كُنْتُ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ کہ دنیا میں ان کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتا تھا۔ اگر میت کو نظر نہ آئیں تو سوال فِيْ حَقِّ هٰذَا الرَّجُلِ نہ ہو مگر چونکہ فرشتے سوال کرتے ہیں اس لئے ثابت ہوا کہ حضور حاضر ہوتے ہیں اور مومن پہچان کر کہتا ہے۔ ہٰذا محمد رسول اللہ۔ مگر کافر منکر گمراہ اور بے دین حاضر و ناظر پر ایمان نہ لانے والا کہتا ہے۔ هَاهُ هَاهُ لَا اَدْرِيْ۔ افسوس میں نہیں جانتا کہ اس کا عقیدہ حاضر و ناظر نہیں ہوتا، پہچان کیونکر کر سکتا ہے۔

ثابت ہوا کہ حضور ﷺ جسماً مدینہ منورہ میں ہوتے ہیں۔ قبر میں بھی حاضر و ناظر ہوتے ہیں، مگر عالم دنیا میں ہم پر پردے ہیں، اسی لئے نظر نہیں آتے، صرف اولیاء اللہ کرامت سے دیکھتے ہیں۔ لہٰذا جب جسماً نظر نہیں آتے تو امامت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بلکہ یاد رکھیں کہ عالم برزخ میں نماز فرض نہیں۔ سائل خود بے خبر نادان ہے۔ گستاخ رسول ﷺ ہے۔ اگر حضور ﷺ کا احترام دل میں نہ ہو تو ایسے اعتراض کا ہونا نئی بات نہیں، بلکہ اس بات کا ثبوت ہے کہ معترض کا حضور کے ساتھ بغض ہے، ایمان نہیں۔

پانچواں اعتراض : اگر حضور ﷺ حاضر بھی ہیں اور نور بھی تو چاہئے کہ رات میں کبھی اندھیرا نہ ہو، مگر ہر جگہ اندھیرا ہوتا ہے، اس لئے حضور حاضر و ناظر نہ ہیں' نہ نور ہیں۔

الجواب : الزامی جواب یہ ہے کہ قرآن کریم نور ہے، ہر گھر میں موجود ہوتا ہے۔ کراماً کاتبین نوری فرشتے ہر انسان کے ساتھ دن رات ہیں۔ رب تعالیٰ کی ذات بھی نور اور حاضر و ناظر ہے مگر اس کے باوجود رات کو اندھیرا ہوتا ہے۔ کیا اس اندھیرے کے باعث قرآن کریم اور کراماً کاتبین نور اور حاضر و ناظر نہیں۔ کیا خدا کے حاضر و ناظر اور نور ہونے کا انکار ممکن ہے؟ اگر نہیں تو نبی کریم ﷺ پر اعتراض لغو اور بیہودہ ہے۔ یہ سراسر حضور ﷺ کی توہین اور گستاخی رسول ﷺ ہے.........اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ جس طرح قرآن کریم، کراماً کاتبین، ملائکہ اور خدا کی ذات پر ایمان ہے کہ نور ہیں اور حاضر و ناظر بھی، حضور ﷺ کا بھی یہ مقام ہے کہ وہ حاضر و ناظر ہیں اور نور بھی، اسی لئے وہ قبر میں میت کے سامنے حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور قبر کو روشن کر دیتے ہیں۔ منکر کا حقیقت میں ایمان قائم نہیں۔ ٹیلی ویژن اسٹیشن پر مقرر ہر گھر میں آسکتا ہے جہاں پر ٹیلی ویژن سیٹ ہوتا ہے، حالانکہ یہ سائنسی ایجاد ہے۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ کے حاضر و ناظر اور نور کا انکار اس امر کی دلیل ہے کہ وہ روحانی قوت، روحانی سیٹ اور نبوت کے نور کا منکر ہے۔ خدا کے فرمان کا منکر ہے کہ بار بار قرآن کریم میں آیات کا نزول ہوا مگر اس کا دل نور ایمان سے محروم ہی رہا۔ نہ نبی کے نور کو مانتا ہے نہ مقام حاضر و ناظر کو۔

یاد رکھیں کہ نمازی قبلہ رو کھڑا ہوتا ہے اور اس پر اس کا ایمان ہے کہ وہ قبلہ کی

سمت منہ کر کے کھڑا ہے، حالانکہ کعبہ مکرمہ کا مشاہدہ نہیں کرتا جو اس کا قبلہ ہے۔ اس پر اعتراض کیوں نہیں کرتا۔ حالانکہ اولیاء کرام نہ صرف مشاہدہ کرتے ہیں بلکہ روحانی طور پر وہاں حاضری بھی دیتے ہیں، جو ان کی کرامت ہے مگر انکار کرنے والے ہمیشہ نبی کریم ﷺ کے کمالات کا انکار کرتے ہیں کہ اس پر ان کا ایمان نہیں، نہ اولیاء اللہ کی کرامت پر ان کا ایمان ہے، مگر ان کے انکار سے نہ نبیوں اور نہ ولیوں میں فرق آ سکتا ہے۔ قرآن کریم میں پ ۱۹، سورہ نمل میں بنی اسرائیل کے ولی آصف بن برخیا کی کرامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ (سورۃ نمل آیت ۴۰) کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر اور شاگرد آصف بن برخیا نے کہا کہ وہ بلقیس کا تخت آنکھ جھپکنے سے پہلے لا کر حاضر کر دے گا۔ ہزاروں میل کا فاصلہ تھا لیکن آن کی آن میں اس نے حاضر کر دیا، حالانکہ وہ مجلس سے غیر حاضر بھی نہ ہوا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت کو پاس پا کر کہا۔ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ (سورۃ نمل: ۴۰) کہ یہ خدا کا فضل ہے۔ وہ آزماتا ہے حاضر و ناظر کی نعمت دے کر کہ اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں یا ناشکری۔ اس کے باوجود انکار کرنے والے نبی کریم ﷺ کے مقام حاضر و ناظر جیسی نعمت الٰہیہ کی ناشکری کرتے ہیں جو کفر ہے کیونکہ کفر کا لفظ خدا نے بیان کر کے ایسے لوگوں کے کفر کو ظاہر کر دیا ہے، ایمان کہاں سے آئے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا فقہ اکبر میں بیان ہے اور مولانا وکیل احمد سکندر پوری نے حیدر آباد سے فقہ اکبر کا نسخہ حاصل کر کے اس کی الدرالازہر شرح فقہ اکبر میں لکھا

ہے،اور مولانا جلال الدین السیوطی نے جامع کبیر میں حارث بن نعمان سے روایت کیا ہے کہ ایک بار میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ نے مجھ پر سوال کیا: اے حارث تم نے کس حال میں دن کو پایا؟ تو میں نے عرض کیا کہ سچا مومن ہو کر۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ اس پر عرض کیا۔

وَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی عَرْشِ رَبِّیْ بَارِزًا وَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَهْلِ الْجَنَّةِ یَتَزَاوَرُوْنَ فِیْهَا وَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَهْلِ النَّارِ یَتَضَاغُوْنَ فِیْهَا۔

ترجمہ: گویا میں عرش الٰہی کو ظاہر دیکھ رہا ہوں، اور گویا جنتیوں کو ایک دوسرے سے جنت میں ملتے دیکھتا ہوں اور دوزخیوں کو دوزخ میں شور مچاتے دیکھتا ہوں۔ اور مثنوی میں مولانا روم نے اس کو اس طرح نقل کیا ہے۔

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من
ہست پیدا ہمچو بُت ایں پیش بر ہمن

کہ میرے سامنے آٹھ بہشت اور سات دوزخ ایسے ظاہر جیسے ہندوؤں کے سامنے بت ہیں۔

یک بیک وا می شناسم خلق را
ہمچو گندم من ز جو در آسیا

ہر مخلوق کو ایسے پہچانتا ہوں جیسے چکی میں جو اور گیہوں۔

کہ بہشتی کہ ور بیگانہ کی است
پیش من پیدا جو مور و ماہی است

کہ جنتی کون ہے اور دوزخی کون ہے، میرے سامنے سب چیونٹی اور مچھلی کی طرح ہیں۔

من بگویم یا فرو بندم نفس
لب گزیدش مصطفےٰ یعنی کہ بس

چپ رہوں یا کچھ اور کہوں، حضور نبی کریم ﷺ نے ان کا منہ پکڑ لیا ہے کہ بس۔

حضور نبی کریم ﷺ آفتاب رسالت کے سامنے ذروں کا یہ مقام کہ جنت دوزخ، عرش، فرش، جنتی، دوزخی سب کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو خاتم النبیین رحمۃ للعالمین، سید المرسلین ﷺ کے مقام کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ جب خدا نے فرمایا ہے......تیسرا پارہ....تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (پ ۳، سورۃ البقرہ: ۲۵۳) کہ یہ رسول ہیں کہ بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے، ان میں کسی کو کلیم اللہ بنایا ہے، اور حضور کے درجات سب سے بلند کردیئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جب انسان آفتاب دنیا، سورج کا اندازہ نہیں لگا سکتا تو اس کے لئے آفتاب رسالت کا اندازہ لگانا کیونکر ممکن ہے۔ کیونکہ انسان آفتاب دنیا سے اس قدر دور ہے کہ اسے آفتاب مثل ایک ٹکیہ کے چھوٹا نظر آتا ہے، حالانکہ وہ کرۂ ارض سے بھی بہت بڑا ہے اور وہ تو اس کے قریب بھی نہیں جا سکتا، اگر قریب جائے تو خود ختم ہوجائے۔

ثابت ہوا کہ جو لوگ خاتم النبیین ﷺ کے مقام کو چھوٹا سمجھ کر اعتراض کرتے ہیں، حضور ﷺ کے کمالات اور خصائص سے بے خبر اور نا آشنا ہیں۔ ان کا تعلق بالرسول

ہی قائم نہیں، اس لئے گستاخ رسول ﷺ ہیں۔ وہ محبوب خدا کو حضور (ﷺ) بھی کہتے ہیں اور حاضر وناظر کا انکار بھی کرتے ہیں۔ وہ رسول خدا کو نبی (ﷺ) بھی کہتے ہیں اور علم غیب عطائی کا انکار بھی کرتے ہیں۔ محض اس لئے کہ وہ ان کے معانی سے بے خبر نا آشنا ہیں۔ اگر کوئی شخص خدا کے محبوب کی شان کے خلاف اعتراضات کر کے ایمان کا دعویدار بنتا ہے تو اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ جب بیٹا اپنے ماں باپ کے خلاف غلط بیانی سننا گوارا نہیں کر سکتا، امتی محبوب خدا ﷺ کے خلاف اعتراضات کیونکر برداشت کر سکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ماں کے خلاف الزامات کی تردید کے لئے اپنی نبوت کا اعلان کر کے ثابت کر دیا کہ جس کا بیٹا نبی ہو۔ اس کی ماں گناہگار نہیں ہو سکتی۔ خداوند تعالیٰ کا قرآن کریم میں اس کے بارے میں اعلان.... اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا (پ ۱۶، سورۃ مریم آیت ۳۰) میں موجود ہے، اور ان کا بچپن میں یہ اعلان ثابت کرتا ہے کہ نبی پر اعتراض ہو تو امتی جواب دے، مگر جو حضور ﷺ پر اعتراضات کرنے والا ہے وہ کس بنا پر امتی کہلا سکتا ہے۔ جب کہ خدا تعالیٰ حضور ﷺ کے کمالات کو خود قرآن کریم مین بیان کرتا ہے اور اس پر وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (پ ۳۰، سورۃ الم نشرح: ۴) کی مہر لگاتا ہے۔ اس کے باوجود خدا کے نبی پر اعتراضات کرنے والا فریق مخالف کا کردار ادا کر کے امتی ہونے کا دعویدار بنے تو اس کا دعویٰ مبنی بر حقیقت تسلیم نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کو حضور ﷺ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی، اور جب اعتراضات کا منہ توڑ جواب پالے تو اس کے باوجود اس کا یہ ایسا عقیدہ محض ہٹ دھرمی، فرقہ بندی اور عوام میں انتشار کے سوا اور کچھ نہیں۔ مگر ان لوگوں کو

یاد رکھنا چاہئے کہ خدا کے نبی پر اعتراض کر کے نجات نہیں پا سکتے کیونکہ جب نبی کریم ﷺ کے خدا کی طرف سے سوال ہوا تو وہ جواب نہ دے سکیں گے، لہٰذا سزا پائیں گے کیونکہ متعدد آیات اور احادیث نبویہ کا انکار کر کے وہ امتی ہونے کا دعویٰ ثابت نہیں کر سکیں گے، جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات اور ان کے علاوہ چند احادیث کے انکار کا ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ محض ہٹ دھرمی، فرقہ بندی اور انتشار ہی انتشار ہے جو عوام کے ایمان کو متزلزل کرنے کے لئے جاری کر رکھا ہے مگر وہ اس سے باز نہیں آتے۔

پ ۳۰۔ سورۃ الانفطار۔ وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ○کِرَامًا کَاتِبِیْنَ○ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ○ (آیت ۱۰۔۱۱۔۱۲) ان آیات میں بیان ہو چکا ہے کہ فرشتے کراماً کاتبین حاضر وناظر ہو کر ڈیوٹی ادا کرتے ہیں۔ انسان کے اعمال کو دیکھتے ہیں جیسا کہ وہ کافر کے کفر، منافق کے نفاق اور مومن کے ایمان اور اس کے ہر نیک اور برے عمل کو تحریر کرتے رہتے ہیں۔ ان کی نظر لوحِ محفوظ پر بھی رہتی ہے، جس سے ان کا علم غیب وسیع ہے۔ جب وہ حضور ﷺ کے امتی اور غلام ہیں، ان کے لئے حاضر وناظر کا یہ مقام اور علم شرک نہیں کیونکہ خدا کی عطا سے ہے۔ خاتم النبیین کے لئے شرک کہنا اور انکار کرنا غلط بیانی ہے، توہین نبی ہے۔

پ ۷۔ سورۃ انعام آیت ۶۱ : وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَیُرْسِلُ عَلَیْکُمْ حَفَظَةً حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ۔

اس آیت میں بیان ہے کہ قدرت اور ہے اور قانون اور ہے جیسا کہ خدا اس

پر قادر ہے کہ ہماری حفاظت خود فرمائے، خود موت دے وغیرہ مگر وہ یہ کام اسباب سے کراتا ہے۔ فرشتے مقرر ہیں جو ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ ان کے سامنے دنیا ایسی ہے جیسے انسان کی ہتھیلی۔ اسی لئے جان نکالنے، روح قبض کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے۔ ہر ایک کی موت کی جگہ اور وقت کا علم ہے، جو علوم خمسہ سے ہے، جب ان کا مقام اس لئے شرک نہیں کہ خدا کی عطا سے ہے مگر خدا کا علم ذاتی ہے۔ حضور ﷺ کا مقام حاضر و ناظر اور علم غیب خدا کی عطا سے شرک نہیں بلکہ انکار گمراہی ہے۔

پ ۱۳، سورۃ ابراہیم: مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ۔ (آیت ۲۴۔۲۵) اس میں بیان ہے کہ کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر ایمان کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، صیغۂ ماضی میں نہیں حال میں ہے اور ہر زمانہ میں قیامت تک خدا کے رسول ہیں، حاضر و ناظر ہیں۔ حالات کا مشاہدہ فرمانے والے حاضر و ناظر کے مقام والے ہیں۔ اس کے انکار کرنے والے جواب دہ ہوں گے۔

مشکوٰۃ، باب اثبات عذاب القبر میں: حدیث نبوی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قبر میں تین سوالات میت کو ہوتے ہیں کہ مَنْ رَّبُّكَ، مَا دِيْنُكَ اور تیسرا سوال مَا كُنْتُ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ۔ اس کے مطابق حضور ﷺ قبر میں حاضر و ناظر ہوتے ہیں۔ نکیرین فرشتے اشارہ قریب کے ساتھ هٰذَا الرَّجُل کہہ کر میت سے پوچھتے ہیں کہ دنیا میں تیرا ان پر کیا ایمان تھا؟ جو کہے گا۔ هٰذَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وہی کامیاب ہوگا۔ ثابت ہوا کہ قبر میں حضور حاضر و ناظر ہوتے ہیں، اس لئے دنیا میں

بھی حضور ﷺ کا مقام حاضرو ناظر ہے۔ پردہ انسان پر ہے، برزخ میں پردہ دور ہوتا ہے تو صاحب قبر دیکھ کر جواب دیتا ہے۔ انکار کرنے والے خدا کے ہاں جواب دہ ہوں گے۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اخبارالاخیار شریف'' میں بیان فرمایا ہے۔

''وبا چندیں اختلاف وکثرت مذاہب کہ در علماء امت ہست یک کس راہ دریں مسئلہ اختلافی نیست کہ آں حضرت علیہ السلام بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی است و براعمال امت حاضرو ناظر است ومر طالبانِ حقیقت راومتوجہان آنحضرت رامفیض ومُربی است''

کہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ باوجود بہت سے اختلافات اور بہت سے مذاہب ہونے کے کہ ان مذاہب کو اکثر مسائل میں اختلاف ہے، مگر اس مسئلہ میں کسی کو اختلاف نہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی حقیقی اور اصلی حیاتی کے ساتھ حیات ہیں۔ اس حقیقی حیاتی میں کسی کو کسی قسم کا کوئی شبہ اور شک نہیں اور نہ مجاز کا بھی شبہ ہے اور نہ تاویل کا وہم ہے۔ آپ ہمیشہ ہمیشہ اپنی حقیقی حیات کے ساتھ دائم و باقی ہیں اور اپنی امت کے ہر فرد کے سارے اعمال پر حاضرو ناظر ہیں۔ ہر امتی کے ہر کام کو دیکھ رہے ہیں۔ خاص کر حقیقت کے طلب کرنے والوں کو اور آپ کی طرف متوجہ ہونے والوں کو اپنا فیض پہنچاتے ہیں، ان کی تربیت فرماتے ہیں۔ لہٰذا انکار کرنے والے در حقیقت علم میں کمی کے باعث ایسا باطل

نظریہ پیش کر کے حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتے جو اجماع امت کے خلاف ہے۔

قرآن مجید میں وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (پ۲، سورۃ البقرۃ: ۱۴۳) کی تفسیر فتح العزیز میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔

قیامت میں تمہارے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام تم پر گواہ ہوں گے، اس لئے کہ حضور نور نبوت کے ساتھ اس پر مطلع ہیں کہ آپ کا ہر امتی دین کے کس درجہ پر پہنچا ہے، اس کے ایمان کی کیا حقیقت ہے اور جس حجاب سے وہ ترقی سے رُکا ہوا ہے وہ کونسا حجاب ہے۔ پس رسول خدا ﷺ تمہارے سارے گناہوں کو اور تمہارے ایمان کے درجوں کو اور تمہارے نیک و بد عملوں کو، اخلاق و نفاق کو جانتے ہیں۔ اسی لئے شہادت شرع کے حکم کے ساتھ دنیا میں امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے اور وہ اپنے زمانہ کے حاضرین کے فضائل و مناقب مثل صحابہ کرام، ازواج مطہرات، اہل بیت یا آپ کے زمانہ سے غائب لوگ مثل حضرت اویس قرنی، مہدی اور دجال کے عیوب اور نقائص حاضر و غائب جو بیان فرماتے ہیں، ان پر اعتقاد واجب ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ سابقہ نبی علیہم السلام اپنے امتیوں کے اعمال پر مطلع ہیں کہ فلاں امتی کیا اور کیسا عمل کرتا ہے تا کہ قیامت کے دن ان کی ہر بات اور حرکت کی شہادت دے سکیں۔

☆☆☆☆☆☆

علمِ غیب

ہر رُخ ہے اک آئینہ ذات و صفات کا
ظاہر خدا کی شان ہے شانِ رسول ﷺ میں
دنیا کی زندگی ہو کہ عقبیٰ کی زندگی
دونوں جہاں ملے ہیں جہانِ رسول میں

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا ارشاد ہے: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۔(پ۴، سورۃ آل عمران آیت ۱۷۹)

ترجمہ: اللہ مسلمانوں کو اس حال پر نہیں چھوڑے گا جس پر کہ تم ہو، جب تک خبیث گندے کو طیب طاہر پاک سے جدا نہ کر دے، اور اللہ کی شان نہیں کہ عوام کو علم غیب عطا کرے، البتہ اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے اس کے لئے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر، اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیزگاری اور تقویٰ اختیار کرو تو تمہارے لئے اجر عظیم ہے۔

علم غیب دلیل نبوت اور معجزہ

اس آیت کا نزول اس طرح پر ہوا کہ ایک بار حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کو واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو مجھ پر ظاہر کر دیا۔ ان کی پیدائش سے پہلے ان کی صورتوں پر پیش کر دیا کہ کون ایمان لائے گا، کون کافر ہوگا اور کون منافق ہوگا۔ حضور ﷺ کے اس فرمان پر کہ خدا نے حضور نبی کریم ﷺ کو علم غیب عطا فرما دیا، اس مجمع کے اندر جو منافق بیٹھے تھے انہوں نے حضور ﷺ کے علم غیب کا انکار کرتے ہوئے اعتراض کیا اور توہین کرتے ہوئے یہ کہا کہ ہم در پردہ کافر ہیں بظاہر کلمہ پڑھتے ہیں مگر حضور ﷺ کو ہمارا پتہ نہیں اور ہمیں مومن سمجھتے ہیں اور دعویٰ یہ ہے کہ پیدائش سے ہی ہر آدمی کی پہچان ہے کہ کون مومن ہے، کون کافر، اور کون منافق۔ اس پر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ ہمارے علم پر اعتراض کرتے ہیں اور طعن کرتے ہیں اور منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اچھا آج سے قیامت تک ہونے والے واقعات میں سے جو چاہو پوچھ لو؟ اس پر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی نے عرض کیا کہ میرا باپ کون ہے تو فرمایا کہ حذافہ۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا۔ (بخاری کتاب العلم ج اص ۱۹، بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ ج اص ۷۷) کہ ہم اللہ کے رب ہونے پر، آپ کے نبی ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہیں۔ تب حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آئندہ اس قسم کے اعتراض اور طعنوں سے باز رہو۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس پر حضور ﷺ نے منافقوں کو نام بہ نام پکار کر نکال دیا جس سے ان کا نقاب کھل گیا۔ یہ حضور ﷺ کی پہچان ہے۔ اب جو کہے کہ حضور ﷺ کو مخلص مومن اور منافق کی پہچان نہ تھی وہ اس آیت کا منکر ہے جس میں حضور ﷺ کے

علم پر اعتراض کرنے والے لوگوں کو خبیث قرار دیا گیا ہے اور مومن لوگ طیب ہیں جو حضور کے علم پر اعتراض کرنا گمراہی اور بے دینی قرار دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو قیامت تک کے ہر واقعہ کی خبر عطا فرمادی اور اپنے خاص علم غیب پر مطلع فرمادیا۔ حضور ﷺ کو ایسے پوشیدہ واقعات اور باتوں کی بھی خبر ہے جس کی خبر دوسروں کو نہیں ہوتی مگر ماں جانتی ہے جیسا کہ حذیفہ کا عبداللہ کا باپ ہونا صرف ماں ہی جانتی تھی مگر یہ خبر بھی آپ جانتے ہیں جو پوشیدہ ہے۔ (تفسیر نعیمی)

اس آیت سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ تمام رسولوں پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا۔ دوسرے یہ کہ حضور ﷺ کے علم غیب کا انکار کرنے کے بعد ایمان لانے کا دعویٰ قابل قبول نہیں کیونکہ حضور ﷺ پر ایمان لانے کے معنی ہیں کہ حضور ﷺ کے تمام اوصاف حمیدہ پر ایمان لائے اور مانے کیونکہ منافقوں نے حضور ﷺ کے علم غیب کا انکار کیا اور اعتراض کر کے خبیث کہلائے اور ارشاد ہوا کہ اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ۔ لہٰذا ہر دور کے اندر حضور نبی کریم ﷺ کے علم غیب کے منکر طیب نہیں بلکہ اس آیت کی رو سے خبیث ہیں اور جب تک تمام اوصافِ حمیدہ پر ایمان نہ لائیں گے خبیث ہی رہیں گے۔ تیسرے یہ کہ تقویٰ کا حکم بھی مانیں۔ اس کے بغیر قرآن کریم پر ایمان کیسے ہوگا اور تقویٰ ظاہری اور باطنی دونوں پر ایمان ہو۔ ظاہری تقویٰ میں اعمال حسنہ ہیں اور باطنی تقویٰ کے لئے وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (پ ۱۷، سورۃ الحج آیت ۳۲) پر ایمان لانا لازمی ہے جو دل کا تقویٰ ہے اور شعائر اللہ کی تعظیم ہے۔

طیّب اور خبیث لوگ

اس آیت میں خدا کے فرمان کے مطابق مومن کہلانے والے اور طیب صرف وہ ہیں جو ایمان لانے کے بعد حضور ﷺ پر اعتراض نہیں کرتے، اور وہ لوگ اہل سنت و جماعت ہیں۔ مگر جو لوگ ایمان کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور اس کے بعد حضور ﷺ کے علم پر اعتراض کرتے ہیں اور حضور ﷺ کے اوصافِ حمیدہ کا انکار کرتے ہیں وہ خبیث ہیں۔ اس لئے اہل سنت و جماعت سے نہیں ہیں۔

لٰہذا دنیا کے اندر دو گروہ ہیں ایک طیب مومن ماننے والے۔ دوسرے خبیث گروہ، اعتراض کرنے والے، جو حضور ﷺ کی عیب جوئی کے لئے قرآن پڑھتے ہیں۔ اس حقیقت کا ثبوت قرآن کریم کی اس آیت میں بالکل واضح ہے اور اس کے بعد صحابہ کرام کی زندگی کا عملی ثبوت موجود ہے کہ صحابہ کرام نے کبھی حضور ﷺ پر اعتراض نہ کیا ہمیشہ منافقوں نے اعتراض کیا اور بظاہر ایمان کا دعویٰ بھی کیا مگر خدا تعالیٰ نے اعتراض کرنے والوں کو خبیث کہہ کر اور یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ (پ ۴، سورۃ آل عمران: ۱۷۹) کا اعلان کر کے ان کی چھانٹی کروا دی ہے۔ لٰہذا قیامت تک ان کی خباثت دنیا کے اندر ظاہر ہے کہ وہ طیب نہیں ہو سکتے۔ اگر طیب بننا چاہتے ہیں تو حضور ﷺ کے اوصافِ حمیدہ پر اعتراض کرنا بند کر دیں۔ حضور ﷺ کے علم غیب پر، حیات النبی ہونے پر، صاحب اختیار نبی ہونے پر، حاضر و ناظر، شاہد اور شہید ہونے پر اعتراض نہ کریں نہ ہی نورِ مصطفٰے پر۔

یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ کی تشریح

آیاتِ قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ کی روشنی میں

حضور نبی کریم ﷺ نے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع کے اندر ارشاد فرمادیا کہ آئندہ ان کے علم پر اعتراض اور طعنوں سے باز رہیں۔ اس کے باوجود حضور ﷺ کے اس فرمان کی مخالفت کرنے والے جو کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کا علم مثل جانوروں کے ہے (حفظ الایمان میں جیسا کہ بیان ہے) اور فرمان نبی کی مزید مخالفت کرتے ہوئے جو کہتے ہیں کہ شیطان اور ملک الموت کا علم نبی کریم ﷺ کے علم سے زیادہ ہے جیسا کہ براہین قاطعہ کے اندر بیان ہے۔ اس آیت کی رو سے خبیث ہی ہو سکتے ہیں، طیب نہیں ہو سکتے کیونکہ نہ صرف حضور ﷺ کے اس فرمان کا انکار کرتے ہیں بلکہ مندرجہ ذیل آیاتِ قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ کا صریح انکار کرتے ہیں صرف وہی طیب ہیں جن کا حضور ﷺ کے ارشاد پر ایمان ہے اور ان آیات اور احادیث پر ایمان ہے اور وہ اہل سنت و جماعت ہیں۔

دوسری آیت میں اللہ کریم کا فرمان عالیشان ہے۔ پ ۲۷، النجم، آیت: ۱۰
فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی۔ ترجمہ: اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ خدا نے محبوب کو قرب خاص میں شب معراج لامکان کی بلندیوں پر پہنچا کر قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام پر جہاں پر نور خدا اور اس کے محبوب کے نور میں دو کمان کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم رہ گیا کہ خدا کے نور نے محبوب کے نور کو گھیر لیا جیسے دائرہ مرکز کو گھیرے ہوئے ہے اس وقت مَازَاغَ الْبَصَرُ

وَمَا طَغٰی (پ ۲۷، سورۃ النجم: ۱۷) کے فرمان کے مطابق اپنی زیارت محبوب کو کرائی کہ حضور ﷺ نے نہ آنکھ جھپکی نہ آنکھ پھیری نہ حد سے بڑھی، اور ایسی حالت میں کہ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی (پ ۲۷، النجم: ۱۱) کی شان کے ساتھ دیکھا کہ دل نے جھوٹ نہ کہا جو آنکھ نے دیکھا بلکہ آنکھ نے جو دیکھا اس کی تصدیق کی، اور جسمانی معراج کراتے وقت عبدہٖ فرما کر واضح کر دیا کہ حضور خدا کے بندے ہیں۔ جبرئیل کے نہیں نہ کسی اور کے اس لئے ہٖ کی ضمیر سے تمام ضمیریں اللہ کی طرف لوٹتی ہیں کہ اس نے وحی فرمائی اور اس مقام پر جہاں جبرئیل بھی نہ تھا اور کلام فرمایا۔ خاص باتیں کیں جو کسی کے وہم وگمان سے باہر ہیں۔ اس قربِ خاص میں اپنے محبوب کو جملہ علوم غیبیہ، اسرار ورموزِ الٰہیہ عطا فرمائے اور حضور ﷺ نے رازدان مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْنُ کا مقام پالیا۔ جو اور کسی کو نصیب نہ ہوا۔ کیونکہ جبرئیل کا واسطہ بھی نہ رہا۔

معلوم ہوا کہ وحی الٰہی قرآن کریم کے علاوہ بھی ہوئی اور حضور سے جو کلام ہوا وہ سر عرش ہوا اور اسے صیغہ راز میں رکھا گیا مگر جو کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے طور پر ہوا تھا اسے سورۃ طٰہٰ میں قرآن کریم میں بیان کر دیا گیا اور حضور ﷺ نے جمال الٰہی کیا تو فرمایا رَءَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ (مشکوٰۃ باب المساجد) اور یہی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت عکرمہ، کعب اور حسن کا ہے۔ (ترمذی)

یہ مقام دنیا میں کسی اور کو نصیب نہ ہوا تو پھر ملک الموت اور شیطان کے علم کو حضور ﷺ سے بڑھانے والے حضور ﷺ کے علم پر اعتراض کر کے خبیث کہلانے والوں کے ساتھ ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ شیطان اور ملک الموت کے لئے ناممکن تھا کہ خدا کے

محبوب کے قدموں کی دُھول تک پہنچ سکیں۔اس لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ جنت سے نکالا ہوا شیطان وہاں تک پہنچ سکے اور جب جبریل سدرہ سے اوپر نہ جا سکا ملک الموت اس مقام تک کیونکر جا سکتا تھا۔لہٰذا جو حضور ﷺ کے مقام تک نہ پہنچ سکیں ان کا علم کیونکر زیادہ ہو سکتا ہے۔اس لئے ایسا بیان سراسر گمراہی اور توہین مصطفےٰ ﷺ ہے۔

یاد رکھیں کہ حضور کا کسی وقت نہ بتانا بھی علم غیب پر دلالت کرتا ہے کیونکہ حضور کا مقام وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (پ۲۷،النجم:۳،۴) ہے کہ وہ کوئی بات خدا کی مرضی کے خلاف اپنی مرضی سے بیان نہیں کرتے، کیونکہ ان کی بات تو وحی الٰہی ہے اور معجزہ ہے،جس کا انکار مومن نہیں کر سکتا کہ جس طرح حکومت کا محکمہ سی آئی ڈی مجرموں کے راز جاننے والا بغیر حکومت کی مرضی کے ظاہر کرنے کا مجاز نہیں ہوتا۔خدا کا محبوب بھی راز دان ہے مگر اظہار خدا کی مرضی کے بغیر نہیں کرتے اگر راز ظاہر کر دیں تو وہ راز نہیں کہلا سکتا۔اس پر ان کے علم غیب کا انکار کرنے والا خبیث ہے کہ خدا نے خبیث کا لفظ خود بیان کیا ہے۔جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اور اس آیت کی رو سے خدا کے محبوب کو تین قسم کے علوم عطا ہوئے۔ایک وہ جس کی تبلیغ کا حکم ہوا ۔یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ(پ۶،سورۃ المائدہ:۶۷) دوسرا جو علم خاص کو بتانے کے لئے عطا ہوا اور تیسرا جس پر پابندی لگی کہ کوئی متحمل نہ ہوگا۔اس لئے کسی پر اس کا اظہار نہ فرمائیں۔اس کے چھپانے کا عہد لیا گیا جیسا کہ مدارج النبوۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے باب معراج النبی ﷺ میں بیان کیا ہے۔

جسے بخش دی تو نے سروری اسے زیب دیتی ہے برتری
جو تیری نگاہ سے گر گیا وہ کس کی نظر میں سمائے گا
تو عطا کرے جسے بے طلب وہ کسے خیال میں لائے گا
جو تیری راہ سے بھٹک گیا وہ ہزار ٹھوکریں کھائے گا

پ ۵۔سورۃ النساء آیت ۱۱۳... وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا کے تحت تفسیر خازن میں بیان ہے کہ سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے احکام شریعت اور دین کے احکام سکھا دیئے۔ایک قول یہ ہے کہ علم غیب میں سے جو آپ نہ جانتے تھے وہ سکھا دیئے اور ایک قول کے مطابق معنی ہیں کہ آپ کو چھپی چیزوں کا علم عطا فرما دیا اور دلوں کے راز کا علم سکھا دیا اور منافقین کے مکر وفریب کا علم دیا گیا۔

اس پر معترضین کا یہ نظریہ کہ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (النساء:۱۱۳) سے صرف احکام شرعی مراد ہیں اگر احکام شرعی مراد نہ ہوں تو خدا کا فرمان عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ (پ ۳۰،سورۃ العلق:۵) کہ سکھا دیا اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو وہ نہ جانتا تھا سے ثابت ہوگا کہ ہر شخص کو علم غیب ہے۔لہٰذا عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَعْلَمُ سے آپ کا بیان کردہ معنیٰ غلط ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے ہر شخص کا علم غیب ثابت کرنا جہالت ہے۔اس لئے کہ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ میں انسان معروف بالام ہے اور اس میں الف لام عہد کا ہے جس سے فرد کامل شخص معین مراد ہے۔عام انسان نہیں۔چنانچہ صاحب

تفسیر معالم التنزیل اس آیت کے تحت بیان کرتے ہیں۔ وَقِيلَ اَلْاِنْسَانُ هٰهُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ بَيَانُهٗ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (النساء:۱۱۳) کہا گیا ہے کہ یہاں انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ اسی کا بیان آیت وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ میں ہے۔ لہٰذا معانی اور مطالب معتبرہ مستندہ نصوص سے ثابت ہونے کے باوجود ان کو غلط ثابت کرنا تاویل کر کے اپنی مرضی کے مطابق کرنا سراسر گمراہی ہے اور مولوی قطب الدّین شاگرد رشید مولوی محمد اسحاق دہلوی نے اپنی کتاب ''نظام الاسلام'' میں بیان کیا ہے۔

کہ سوال ہے کہ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت کے تہتر (۷۳) فرقے ہوں گے۔ ان میں سے بہتر (۷۲) ناری اور ایک ناجی ہوگا۔ معلوم ہوا کہ ہر فرقہ محمدی کہلائے گا اور قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو اپنی دلیل ٹھہرائے گا تو کیا وجہ ہے کہ ایک فرقہ ناجی اور باقی سب ناری، باوجودیکہ ہر ایک اپنی دلیل میں قرآن کریم اور احادیث رسول ﷺ کے موافق عمل کا دعویٰ رکھے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صرف ایک فرقہ اہل سنت و جماعت ہے جس کا طریق ہے کہ جو بات حدیث سے ثابت ہو تو اس پر عمل واجب جانتے ہیں۔ اپنی خواہش نفسانی کی پیروی نہیں کرتے بلکہ وہ سنت کا اتباع لازم اور واجب جانتے ہیں اور حضور ﷺ کی امت جس پر اتفاق کریں۔ اس کو دل و جان سے قبول کرتے ہیں مگر دوسرے فرقے اپنی خواہش کے مطابق جو کام ہو اسے قبول کر لیتے ہیں اگر مخالف ہو تو قرآن و حدیث کی تاویل کر لیتے ہیں۔ اسی طرح اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہوئے کسی حیلہ

اور فریب سے دلیل لاتے ہیں اور اس طرح اس اجماع کو مانتے ہیں جو ان کی خواہش کے موافق ہو۔ اسی سبب سے اہل سنت و جماعت ان لوگوں کو اہل ہوا نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والے کہتے ہیں۔ جیسے کہ معتزلہ عذاب قبر کے منکر ہیں مگر اہل سنت و جماعت احادیث صریح اور صحیح پر ایمان رکھتے ہوئے اس کو برحق مانتے ہیں اور اس کی کیفیت کو علم الٰہی پر چھوڑتے ہیں کہ انسان خود غیر کامل اس کا علم غیر کامل مگر خدا کے محبوب ﷺ کا علم کامل اور لازوال ہے کہ خدا سے تعلق دائمی قائم ہے، اس لئے اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ الغرض اور فرقوں نے شرح کے احکام میں اپنی خواہش اور ناقص علم اور عقل کو دخل دیا۔ اس واسطے جہنمی ہوں گے مگر اہل سنت و جماعت حضور ﷺ کی سنت اور جماعت صحابہ کی سنت کی پیروی کرتے ہیں وہ جنتی ہوں گے۔ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْنَا مَعَھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔

مولوی قطب الدین کے اس بیان کے مطابق آیات قرآن کریم اور احادیث نبویہ کا مطالعہ اور ان پر جمہور مفسرین اہل سنت و جماعت کے معانی اور مطالب ناجی جماعت کا مسلک ہے، اس کے متعلق اعتراض کرنا اور یہ کہنا کہ یہ غلط ہے، ایسا عمل جمہور مفسرین اہل سنت و جماعت کی مخالفت اور محض نفسانی خواہشات کی پیروی کرنا ہے اور حق کو جھٹلانا ہے۔ سراسر ناری ہونے کی دلیل اور منافقت ہے۔

پ ۱۱۔ سورۃ توبہ میں آیت وَمِنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ مَرَدُوْا عَلَی النِّفَاقِ۔ (آیت: ۱۰۱) کے تحت تفسیر کبیر شریف میں.......... امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ سدی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ

نے منبر پر یوم جمعہ خطبہ میں فرمایا: اے فلاں! نکل جا، تو منافق ہے۔ پس آپ نے منافقوں کو ذلیل و رسوا کر کے مسجد سے نکال دیا۔ اور شرح شفا میں علامہ علی قاری بیان کرتے ہیں کہ منافقین ایک سو ستر عورتیں اور تین سو مرد تھے۔

مطالعہ المسرات میں بیان ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا نام مبارک صاحب شفاعۃ ہے کہ آخرت میں آپ کی شفاعت صحیح احادیث مبارکہ اور اجماع امت سے ثابت ہے، جو حضور نبی کریم ﷺ کے علم غیب عطائی کی دلیل ہے۔ آپ کے لئے بہت سی شفاعتیں ہیں، سب سے بڑی شفاعت ساری مخلوق کے موقف سے خلاصی پانے کے لئے جو بالا جماع آپ کے ساتھ خاص ہے۔ جو سارے شفاعت کرنے والوں پر عظمت ہے۔ جاہ و مرتبہ میں وسعت شفاعتِ کبریٰ کا خاص ذِکر حضور کے لئے خاص ہے۔

دوسری شفاعت: قوم کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کرانے کے لئے ہے۔ تیسری شفاعت اس کے حق میں جو مستحق عذاب نار ہوگا، وہ دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ چوتھی شفاعت ان مومنوں کے لئے ہوگی جو گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوئے ان کو نکالنے کے لئے ان میں سے ایک بھی دوزخ میں باقی نہ رہے گا۔ پانچویں شفاعت: جنت میں جنتیوں کے درجات بلند کرنے کے لئے۔ چھٹی شفاعت مومنین صالحین کے لئے کہ ان کی تقصیر سے درگزر اور معافی کے لئے بوجہ ان کی اطاعت اور عبادت گزاری کے۔ آپ کی شفاعت عذاب میں تخفیف بعض کفار کے لئے جو دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ جیسے ابولہب کو ہر پیر کے دن تخفیف بوجہ حضور

ﷺ کی ولادت کے دن کی خوشخبری سن کر ابولہب کے لونڈی ثویبہ کو آزاد کرنے پر ہو گی۔ اس کے علاوہ بارگاہ رب العزت میں حضور ﷺ کا سوال کہ وہ دوزخ میں کسی اہل بیت کو داخل نہ کرے.... جو قبول ہوگا، بلکہ آپ کی شفاعت قوموں کے نیک اعمال کے وزن بھاری کرے گی، اور آپ کی شفاعت اصحاب اعراف کے لئے ہوگی کہ وہ آپ کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے۔

زرقانی کی شرح مواہب میں بیان ہے اور لا فرق بین موته و حياته و مشاهدته لامته و معرفته باحوالهم ونياتهم و عزائمهم و خواطرهم و ذالك عنده اجلى لا خفاء به۔ حضور علیہ السلام کے لئے برابر ہے حیات و وفات کی حالت، اس میں کہ اپنی امت کے احوال، نیت، ارادے اور قلبی وسواس جانتے ہیں دیکھتے ہیں، اور یہ بات ان کے نزدیک ظاہر ہے پوشیدہ نہیں۔

علومِ خمسہ کے بارے میں اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (پ۲۱، سورۃ لقمان ۳۴) کے تحت صاحبِ تفسیر شاہ عبدالحق ''اشعۃ اللمعات'' میں فرماتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ان امورِ غیب کو بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے عقل کے اندازے سے کوئی نہیں جان سکتا، کیونکہ اللہ کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ جس کو اپنی طرف سے وحی و الہام کرے۔

تیسری آیت میں ارشاد ہے: ۳۰ التکویر: وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔ (آیت:۲۴) اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔ اس آیت میں واضح کر دیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو علم غیب دیا گیا۔ دوسرے یہ کہ حضور نے اس آیت میں بہت کچھ بتا دیا

کہ بخیل نہ ہونا سخی ہونا ہے یہ اس کی صفت ہو سکتی ہے جس کے پاس کچھ ہو، اور یہاں علم غیب کا ذکر ہے۔ حضور ﷺ نے اس کو لوگوں تک پہنچایا اور غیب سے مراد علم شرعیہ وغیب سے آئے، اور گزشتہ اور آئندہ زمانہ کے حالات ہیں اور عالم غیب کی خبریں ہیں۔ پہلی صورت کے مطابق عالم کو شرعی مسائل ظاہر کرنے چاہئیں اور ان کا چھپانا بخل ہے۔ حضور ﷺ نے کوئی مسئلہ نہ چھپایا ورنہ تبلیغ ناکمل ہوگی اور آیت بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ (پ ٦، سورۃ المائدہ: ٦٧) کے خلاف ہوگا اسی لئے خدا نے اعلان کر دیا۔ اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ (پ ٦، سورۃ المائدہ: ٣) ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو علم غیب دیئے اور حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتائے۔ لہٰذا حضور ﷺ کے علم غیب پر اعتراض کرنے والا خدا کے نزدیک خبیث ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے اور حضور ﷺ کا علم عطائی ہے کہ خدا کی عطا سے ہے، اس کا انکار خدا کی عطا کا انکار ہے۔

چوتھی آیت : پ ٥، النساء آیت: ١١٣: وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا۔ اور اللہ نے تم پر کتاب وحکمت اُتاری اور تمہیں سکھا دیا جو تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

اس آیت میں بیان ہوا کہ قرآن کریم بھی رب کی طرف سے ہے اور حدیث پاک بھی۔ حدیث کا مضمون صرف رب کی طرف سے ہے، الفاظ حضور ﷺ کے اپنے ہیں۔ اور آگے فرمایا کہ سارے علوم غیبیہ حضور ﷺ کو عطا کر دیئے اور سکھا دیئے اس لئے حضور ﷺ کسی چیز سے بے خبر نہیں ہیں۔ جو بے خبر کہے وہ اس آیت کا انکار کرتا

ہے کہ ما کا لفظ عربی میں عموم پر آتا ہے اور تفسیر جلالین میں اس سے مراد ہیں من الاحکام والغیب کہ احکام شرعیہ اور علوم غیبیہ دونوں کا علم ہے، جس کو فضل عظیم بیان کردیا، تمام دنیا کو اس کے مقابلے میں قلیل کہا ہے کہ فرمایا: قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ (پ۵، سورۃ النساء:۷۷) جس سے واضح ہوگیا کہ تمام دنیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ملک کا ایک ادنیٰ حصہ ہے ورنہ فضل عظیم کیسے ہوگا۔

پانچویں آیت: پ۲۹ سورۃ جن۔ آیت ۲۶،۲۷ : عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔

ترجمہ : غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

اس آیت میں بیان ہوا کہ عالم کی چیزیں صفات الٰہیہ کی مظہر ہیں۔ بعض صفات کی تجلی رب نے ساری مخلوق پر ڈالی ہے، جیسے وجود اور خیالات کا ہونا، اور بعض کی خاص پر جیسے، علم اور بعض کی کسی پر نہیں جیسے اس کی صفات ازلی اور خالق ہونا۔ لہٰذا آئینہ آفتاب کی تجلّی پا کر آفتاب نہیں بن جاتا۔ ایسے میں بندہ رب کی تجلّی صفت الٰہی پا کر رب نہیں بن جاتا۔ علم غیب بھی صفات الٰہی میں سے ہے۔ رب نے اپنے بعض محبوبوں پر اپنے خاص علم غیب کی تجلّی بخشی، جس سے وہ رب نہیں بن گئے بلکہ رب کے مظہر اتم ہو گئے کہ انہیں خاص غیوب پر پوری اطلاع دیتا ہے اور اعلیٰ درجہ کا کشف دیتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے بعض اولیاء اللہ کو بھی علوم غیبیہ بخشے جاتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ان کے علم سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ لہٰذا واضح ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم

غیبیہ رب تعالیٰ نے عطا کیے ہیں اور اس پر ایمان لانا ہی دین ہے اور اس کا انکار قرآن کریم کی آیت کا انکار ہے۔

چھٹی آیت : پ ۲۷، سورۃ الرحمٰن، آیت ۱۔۲ : اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ○

رحمان نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بہت علوم بخشے کیونکہ یہ تعلیم رحمت ومحبت کی بنا پر فرمائی۔ جب استاد مہربان ہو شاگرد سعادت مند اور کتاب ایسی کہ اس کے بلند پایہ ہونے میں کوئی شک نہیں، سب کچھ پڑھا دیا اور اَکْمَلْتُ کا اعلان کر دیا، اور یہ کہ حضور ﷺ کو تمام انبیاء سے افضل اور اعلیٰ بنایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو چیزوں کے نام سکھائے حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولی سکھائی، حضرت داؤد علیہ السلام کو زرہ بنانی سکھائی، حضرت خضر علیہ السلام کو علم باطنی سکھایا، حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانا سکھایا، مگر امام الانبیاء کو قرآن سکھایا جس میں لوح محفوظ کے علوم کی تفصیل ہے اور حضور ﷺ تمام خلق سے زیادہ عالم ہیں یعنی اور لوگ مخلوق کے شاگرد ہوتے ہیں، حضور کو رب تعالیٰ پڑھانے والا۔ جب رب تعالیٰ پڑھانے والا اس کا محبوب پڑھنے والا، جو پڑھا وہ قرآن کریم ہے تو علم مصطفےٰ ﷺ میں کمی کیسی۔ جبرئیل بھی حضور کے خادم ہیں پیغام لانے والے، مگر استاد نہیں۔ حضور ﷺ کو سکھانے والا رب تعالیٰ ہے اور پھر یہ بھی کہ حضور قرآنی احکام کے نزول سے پہلے واقف تھے کہ یہ آیت مکیہ ہے۔ سارا قرآن آنا ابھی باقی تھا مگر رب نے فرمایا کہ سارا قرآن سکھا دیا۔ علم باب تفضیل مبالغہ کے لئے ہے جیسے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ (البقرہ:۳۱) ہے،

اور یہ بھی کہ خدا نے اپنے حبیب کو الفاظ قرآن، اسرار قرآن، رموز قرآن سب خو
سکھا دیئے اور سکھا کر دنیا میں بھیجا ہے، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کتاب پڑھا کر بھیجا
تو معلوم ہوا کہ حضور کا علم بلا واسطہ مخلوق کے رب تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ لہٰذا اس کی پیائش
اور اندازہ ناممکن ہے۔ جیسے سمندر کے پانی اور ہوا اور آفتاب کے نور کی پیائش نہیں،
اس کے لئے میسّر ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض کرنے والے علم غیب کے انک
کرنے والے کس بنا پر انکار کرتے ہیں جب دلیل کوئی نہیں تو یہ اعتراض کرنے وا
خبیث ہیں تو طیب نہیں ہو سکتے جو سعادت مند شاگرد خداوندی پر اعتراض کر
ہیں، جس کے عطا کردہ علم میں کمی کوئی نہیں کہ قرآن بذات خود ایسی کتاب ہے جس
اعلان ہے۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ (پ ۱۔ سورۃ البقرہ:۲) کہ اس کے بلند مر
اور منزل من اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں، اس لئے بے نظیر و بے مثال ہے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بے نظیر و بے مثال کتاب کے لانے والے، جس کا علم خدا نے دنیا میں
آنے سے پہلے عطا کر کے بھیجا کہ حروف مقطعات الٓمٓ وغیرہ کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ا
خدا کو ہے، اور خدا اور رسول کے درمیان راز ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض
خدا کے نزدیک خباثت ہے۔

ان چھ آیات کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی دلیل کا ثبوت ہے لیکن بعض
نادان لوگ یہ کہتے ہوئے اپنی جہالت کا ثبوت دیتے ہیں کہ جس کا ذکر ہو جائے
غیب نہیں رہتا۔ لہٰذا ان کی جہالت کا رد اور ان کی فریب کاری کا جواب خدا
مندرجہ آیات میں بیان کیا ہے۔

ساتویں آیت: پ۳۔آل عمران آیت۴۴: ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ

ترجمہ: یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں۔

اس آیت میں حضرت مریم بچی کی پرورش کے بارے میں جو واقعہ ہوا وہ قرعہ اندازی کا عمل تھا کیونکہ خدام بیت المقدس میں سے ہر شخص چاہتا تھا کہ مریم میری پرورش میں رہیں کیونکہ آپ ان کے سردار عمران کی صاحبزادی تھیں، تو قلموں کو دریا میں ڈالا گیا کہ جس کا قلم نہ بہے، یہ قرعہ اندازی تھی جو بزرگوں کی اولاد کی خدمت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے تھی۔ قرآن کریم میں اس کا ذکر غیب کی خبروں میں سے ہے جو خداوند تعالیٰ نے حضور کو دیا، اس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ اس لئے حضور ﷺ کے علم غیب کی عطا کا انکار کرنے والے خدا کے نزدیک قابلِ گرفت ہیں اور ان کو خبیث کہا گیا ہے اور طیب مومنوں سے ان کی تمیز کرائی گئی ہے۔

آٹھویں آیت: پ۲۰ سورۃ نمل۔ آیت ۷۵: وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔

ترجمہ: اور جتنے غائب ہیں آسمانوں اور زمین کے سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں۔

اس آیت پاک کے اندر انبیاء اور اولیاء کے علوم غیبیہ کا اعلیٰ ثبوت ہے اور یہ کہ عطائے الٰہی سے فرشتے بھی جانتے ہیں کہ ان کی نظر لوح محفوظ پر ہے جو مبین ہے کہ تمام علومِ غیبیہ کو ظاہر کرتی ہے۔ اگر لوگوں پر ظاہر کرنا مقصود نہ ہوتا تو اس کو مبین نہ کہا جاتا۔ لہٰذا لوح محفوظ پر تحریر اس لئے ہوئی کہ اس کے ذریعہ وہ لوگ سب علوم حاصل

کریں جن کی اس کتاب پر نظر ہے۔ ورنہ رب تعالیٰ کو اس تحریر کی حاجت نہ تھی کہ وہ بھول چوک سے پاک ہے۔ اپنی یادداشت کے لئے تحریر نہ ہوا اور جو کچھ قرآن کریم میں بیان ہے لوح محفوظ کی پوری تفصیل ہے۔ لہٰذا قرآن کریم علوم غیبیہ بتانے والی کتاب ہے۔

نویں آیت : پ۱۶ النحل آیت ۸۹ : وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ ○

ترجمہ : اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت ہے اور بشارت ہے مسلمانوں کے لئے۔

اس آیت میں بیان ہوا ہے کہ قرآن کریم دین و دنیا کی ہر چیز کا روشن بیان ہے کہ فرمایا مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ۔ (پ ۷، سورۃ الانعام: ۳۸) کہ ہم نے قرآن کریم میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ اسی لئے جب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہیں تو فرمایا ہاں عمر کی نیکیاں ہیں۔ ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر سارے امتیوں کے نیک اعمال کی گنتی جانتے ہیں اور آسمانوں کے تمام چھوٹے بڑے تاروں کے شمار سے بھی واقف ہیں۔ برابری وہی بتا سکتا ہے جو دونوں کی تعداد کو جانے اور قرآن کریم ہدایت عامہ اور رحمت عامہ، بشارت عامہ سارے عالم کے لئے ہے۔ مگر رحمتِ خاصہ اور ہدایتِ خاصہ مسلمانوں کے لئے ہے جسے حضور کے طفیل مومن حاصل کرتے ہیں

دسویں آیت: پ ۷۔ سورۃ انعام آیت ۵۹ : وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ

تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔

ترجمہ : اور جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اور جو پتا گرتا ہے وہ اسے جانتا ہے اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا ہے۔

اس آیت میں بیان ہے کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ چیز لوح محفوظ میں لکھی ہے، اور یہ لکھنا اس لئے نہیں کہ خدا کو اپنے بھول جانے کا اندیشہ تھا، اس لئے لکھا۔ بلکہ اپنے خاص مقبول بندوں کو بتانے کے لئے لکھا جن کی نظر لوح محفوظ پر رہتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ علم غیب حساب سے اور عقل سے حاصل نہیں ہوتا۔ یہ خدا کی عطا سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ علم غیب اس کے پاس ہے اور وہ اسے عطا کرتا ہے اور حضور ﷺ سے بڑھ کر اور کون ہے جو اسے حاصل کرے کیونکہ یہ نبوت کی دلیل ہے۔

گیارہویں آیت : پ ۷۔ سورۃ الانعام آیت ۳۸ : مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ۔

ترجمہ : ہم نے اس کتاب میں کچھ نہ اٹھا رکھا سب بیان کر دیا۔ کتاب سے مراد قرآن مجید ہے یا لوح محفوظ جس سے حضور کے علم غیب کلی کا ثبوت ہے کیونکہ سارے علوم ان کتابوں میں ہیں اور یہ کتابیں حضور ﷺ کے علم میں ہیں خدا کو بھول جانے کا اندیشہ نہ تھا، اس لئے اپنی یاداشت کے لئے نہ لکھا بلکہ بتانے کے لئے لکھا۔

بارہویں آیت : وَمَا کَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ یُّفْتَرٰی مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰکِنْ

تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(پ۱۱ یونس آیت ۳۷)

ترجمہ : اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے بنا لے بغیر اللہ کے اتارے، ہاں وہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے، اور لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے سب کی تفصیل ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں پروردگار عالم کی طرف سے ہے۔

اس آیت میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس طرف اشارہ ہے کہ کفار کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود قرآنی آیات بنا لیتے ہیں اور پھر رب کی طرف منسوب کر دیتے ہیں (نعوذ باللہ) اس آیت میں ان کی تردید بلیغ ہوئی ہے کہ قرآن کی ایک آیت تم سارے مل کر بھی نہ بنا سکے، فصیح ہوں یا بلیغ، تو حضور تنہا سارا قرآن کیسے بنا لیتے ہیں جس کی مثل پر انسان قادر نہ ہو وہ خدا کی چیز ہے، جیسے چاند سورج ستارے اس کو ہی سمجھ لیتے۔ اس نے قرآن کریم بھی اتارا ہے سابقہ کی تصدیق کرتا ہے مگر کسی نبی کی بشارت نہیں۔ تصدیق سابقہ کی ہوئی ہے، بشارت آئندہ والوں کی۔ اور لوح محفوظ میں سارے علوم ہیں اور سارا قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے علوم بخشے ہیں اور جو شک کرے اور کہے کہ قرآن میں سارے علوم نہیں وہ اس آیت کا منکر ہے۔ لہٰذا قرآن کا منکر ہے اور جو اس میں شک کرے اور کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کا پورا علم نہیں وہ آیت اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (پ۲۷، سورۃ الرحمٰن: ۱۔۲) کا منکر ہے، اور جو قرآن کریم کی ترتیب سے انکار کرے وہ اس آیت کا منکر ہے۔

؎ محمد باعث حسن جہاں ایمان ہے میرا
محمد حاصل کون و مکان ایمان ہے میرا
محمد اول و آخر ، محمد ظاہر و باطن
محمد آفتاب ہر صورت عیاں ایمان ہے میرا

تیرہویں آیت: پ۹، سورۃ الاعراف آیت ۱۵۹ : اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَهٗ مَکۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِی التَّوۡرٰىةِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ یَاۡمُرُهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡهٰهُمۡ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنۡهُمۡ.......الخ

ترجمہ : وہ جو اعلان کریں گے اس رسول امی غیب کی خبریں دینے والے کا جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس تورات اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور پاک چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان کیلئے حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتار دے گا۔

اس آیت پاک میں بیان ہوا ہے کہ حضور ﷺ کے اوصاف تورات اور انجیل میں مذکور تھے۔ جس کے باعث حضور ﷺ کو سارے بنی اسرائیل پہچانتے تھے، بلکہ حضور ﷺ کی امت حضور کے صحابہ کے فضائل بھی ان کی کتب میں مفصل درج تھے۔

اس جگہ رب تعالیٰ نے حضور کے سات فضائل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سنائے کہ وہ نبی امی ہیں یعنی ماں کے شکم سے علم والے، اچھی باتوں کا حکم فرمانے والے، بری باتوں کو حرام فرمانے والے، مشکل کشا، حاجت روا، دافع البلاء، صاحب الجود و العطاء، جیسا کہ

يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الاعراف:۱۵۹) سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے گلے کے پھندے اور بوجھ اتارے گا، مشکلیں حل کرے گا۔

اس آیت میں نبی الامی کے ارشاد سے ماں کے شکم سے عالم پیدا ہونے کا ذکر ہوا ہے کیونکہ حضور معلم کائنات ہیں اور دنیا میں کسی کے شاگرد نہیں۔ یہ حضور ﷺ کے علم غیب کا بیان ہے کہ دنیا میں پڑھا کر بھیجے گئے۔ اس لئے پیدائشی نبی ہیں اور جانتے ہیں کہ اعلان نبوت خدا کے حکم کے مطابق کریں گے۔ اسی لئے متشابہات اور مقطعات کے نزول کو سمجھتے ہیں مگر جبرئیل نہ سمجھ سکے جو لانے والے تھے۔ حضور ﷺ نبی الامی کے فرمان سے نبیوں کی اصل ہیں اور پتہ تھا کہ چالیس سال کی عمر میں نبوت کا اعلان ہوگا اور جو کہتے ہیں کہ چالیس سال تک حضور ﷺ کو پتہ نہ تھا کہ وہ نبی ہیں۔ وہ حضور ﷺ کے علم پر اعتراض کرنے والے خدا کے نزدیک خبیث ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی اپنی نبوت کا اعلان کیا اور کہا.... قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا (پ۱۶، سورۃ مریم:۳۰) کہ میں خدا کا بندہ اور صاحب کتاب نبی ہوں اور انہوں نے قوم سے کہا مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (پ۲۸، سورۃ صف:۶) کہ میں نبی آخر الزماں احمد کی بشارت دیتا ہوں، کیونکہ پتہ تھا کہ نبی آنے والے ہیں اور لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (پ۳، سورۃ آل عمران:۸۱) پر عمل کیا۔ اس لئے حضور بدرجہ اولیٰ جاننے والے ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ امتی ہو کر حضور کی نبوت کا پتہ دیویں اور حضور کو خبر نہ ہو کہ وہ نبی ہیں، یہ ناممکن ہے۔ جس طرح اپریٹر ٹک ٹک کی آواز کو محکمہ ٹیلی گراف میں پڑھ کر محکمہ کی بات کو سمجھتا ہے،

حضور پڑھ کر دنیا میں آئے اور اسی لئے حروف مقطعات کو سمجھتے تھے۔ روز ازل سے نبی ہیں، اور اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ (مصنف عبدالرزاق، زرقانی) حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ سب سے پہلے خدا نے میرے نور کو پیدا فرمایا بلکہ بتا دیا کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْن کہ میں آدم کے وجود کے ظہور سے پہلے نبی تھا۔ ثابت ہوا کہ جس کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو چالیس سال تک پتہ نہ تھا کہ وہ نبی ہیں وہ آیات قرآن کریم اور احادیث نبویہ کا منکر بھی ہے اور خبیث بھی کہ وہ تو یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ کے فرمان خداوندی کہ حضور معلم کائنات ہیں اس کا بھی منکر ہے۔

چودھویں آیت : پ۳۔ سورۃ البقرہ : آیت ۲۵۵: مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَاشَآءَ ۔

ترجمہ : وہ کون ہے جو اس کے ہاں شفاعت کرے بغیر اس کے حکم کے جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ کے بندے رب کے ہاں شفاعت فرمائیں گے اور ان کی شفاعت دھونس کی نہ ہوگی اس کی رضا سے اور اذن سے شفاعت کریں گے مگر جو شفاعت کا منکر ہے وہ ایماندار نہیں کہ وہ اس آیت کا منکر ہے اور دھونس کی شفاعت ماننے والا بھی بے ایمان کافر ہے۔ شفاعت کرنے والے انبیاء، اولیاء، علماء، حجر اسود، قرآن مجید، کعبہ، ماہ رمضان اور مسلمانوں کے نابالغ بچے۔ شفاعت تین

طرح کی ہوگی، میدان محشر سے نجات کے لئے، گناہوں کی معافی کے لئے، بلندی درجات کے لئے۔ پہلی شفاعت سے کفار بھی فائدہ اٹھائیں گے۔ دوسری شفاعت سے گنہگار، تیسری شفاعت سے نیک لوگ۔

خداوندی تعالیٰ ذاتی طور پر لوگوں کے اگلے پچھلے اعمال جانتا ہے اور اس کی عطا سے خدا کا محبوب شفیع المذنبین لوگوں کے اگلے پچھلے گناہ جانتا ہے کیونکہ علم کے بغیر شفاعت ناممکن ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ کون شفاعت کے قابل ہے اور صاحب ایمان ہے اور کون شفاعت کے قابل نہیں کہ ایمان سے محروم ہے، کافر منافق ہے، یہ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ (پ۳، سورۃ البقرہ: ۲۵۵) سے واضح ہوا ہے اور خدا نے اپنے بندوں کو علم دیا ہے اور حضور اس کی عطا سے علم غیب رکھتے ہیں اس لئے حق دار کی شفاعت کر کے انصاف کریں گے۔ (روح البیان)

مگر غیر مستحق کی شفاعت نہ کریں گے کہ ایسا عمل انصاف کے خلاف ہوگا اور وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ (پ۳، سورۃ البقرۃ: ۲۵۵) سے واضح ہوا کہ خدا نے اپنے بندوں کو جس قدر چاہا علم عطا کیا اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ خدا کے محبوب نے جس قدر چاہا علم عطا کیا اور غلاموں کو نوازا۔

دین کی تکمیل ہوئی سید امی کے سبب
یہ چمن پھولا پھلا رحمت عالم کے طفیل

ان چودہ آیات کے علاوہ متعدد آیات پہلے پیش کی جا چکی ہیں۔ اس لئے ان کا اعادہ مناسب نہیں۔ ان سب کا انکار کرنے والے طبیب نہیں ہو سکتے خبیث ہی

ہیں اور یہ لفظ خدا کی ذات نے قرآن کریم میں بیان کیا ہے کسی انسان کی طرف سے نہیں ہے۔اب آیات قرآن کریم کے بعد احادیث پیش کی جا رہی ہے مطالعہ کریں۔

۱۔پہلی حدیث :

مشکوٰۃ باب وفات النبی پہلی فصل میں حضرت عقبیٰ بن عامر سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے اُحد کے شہیدوں پر ان کے آٹھ برس بعد ان کی نماز جنازہ پڑھی جیسا کہ آپ سب کو رخصت کر رہے ہیں پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا کہ میں تمہارے آگے آگے اس طرح جا رہا ہوں جس طرح قافلے کا میر منزل جاتا ہے۔ فرمایا کہ اَنَا عَلَیْکُمْ شَہِیْدٌ کہ میں تمہارے اعمال کا گواہ رہوں گا۔پھر فرمایا وَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْحَوْضُ وَاِنِّیْ لَاَ نْظُرُ اِلَیْہِ وَاَنَا فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا۔کہ تم سے ملاقات حوض کوثر پر ہوگی اور میں اپنی جگہ پر کھڑا اس وقت بھی حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں پھر فرمایا وَاِنِّیْ قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اور البتہ مجھ کو زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں، پھر فرمایا وَاِنِّیْ لَسْتُ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْھَا۔کہ میں اس سے نہیں ڈرتا کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے بلکہ اس سے ڈرتا ہوں کہ تم دنیا کی طرف رغبت کرو گے۔اس میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

۲۔ مدارج النبوۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو ہر قسم کا علم عطا ہوا ہے مگر بعض کے چھپانے پر مامور ہیں اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ ان پانچ چیزوں کے علم کے بارے میں

جو خداوند تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ اس کے سوائے اور کسی کو علم نہیں وہ خدا تعالیٰ کے ذاتی اور استقلالی علم کا بیان ہے جو قرآن کریم میں بیان ہے مگر اس میں خدا کے عطائے علم کی نفی نہیں جو نبیوں اور ولیوں کو عطا ہوا اور قرآن کریم میں بیان ہے اور اس کی تعلیم قرآن وسنت سے ثابت ہے جس پر اجماع امت ہے۔

۳۔ تیسری حدیث :

مرقاۃ میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خدا کے فرمان صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (پ ۲۲ سورۃ الاحزاب :۵۶) کی تعمیل کرتے ہوئے مجھ پر درود اور سلام بھیجو کہ میں تمہارا درود اور سلام سنتا ہوں کہ جہاں سے بھی تم بھیجو مجھے ضرور پہنچتا ہے کہ پاک نفوس کے دل پاکیزگی اور طہارت سے بدنی علائق سے خالی ہو کر ملاء اعلیٰ سے اتصال کرتے ہیں تو ان سے پردے دور ہو جاتے ہیں۔ سب کو دیکھتے اور سنتے ہیں جیسے کوئی خود دیکھ رہا ہو یا سن رہا ہو یا فرشتے کے خبر دینے سے۔ لہٰذا حضور ﷺ کے علم غیب پر اعتراض اور انکار خبیث ہی کرتا ہے جیسا کہ خدا کا فرمان ہے اور دور حاضر میں ٹیلی ویژن اور رڈار سسٹم نے اس کو ثابت کر دیا ہے کہ اس کا انکار نہیں ہو سکتا جیسا کہ ٹیلی ویژن سیٹ سے براڈ کاسٹنگ سٹیشن میں مقرر کی آواز اور شکل وصورت دونوں ظاہر ہو جاتی ہیں اور رڈار سے بھی یہی عمل ہوتا ہے کہ دشمن کے ہوائی جہاز کی آواز اور نقل وحرکت کو ایک بند کمرے میں بیٹھا ہوا انسان سن لیتا اور دیکھ لیتا ہے، حالانکہ وہ بڑے فاصلہ پر واقع ہوتا ہے۔

۴۔ چوتھی حدیث:

مشکوٰۃ شریف باب شام ویمن وغیرہ پہلی فصل۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا وَیَمَنِنَا کہ اے اللہ ہمارے ملک شام اور یمن میں برکتیں عطا فرما۔ اس پر کسی نے سوال کیا کہ ہمارے ملک نجد میں بھی۔ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَفِیْ نَجْدِنَا۔ اس پر آپ نے پھر ملک شام اور یمن کے لئے دعا کی اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا وَیَمَنِنَا۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ عرض کیا گیا یارسول اللہ ہمارے ملک نجد میں۔ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَفِیْ نَجْدِنَا فَاَظُنُّہٗ قَالَ فِی الثَّالِثَۃِ۔ راوی کا بیان ہے کہ اس پر آپ نے فرمایا ھُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَ الْفِتَنُ وَ بِھَا یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ، مگر وہاں پر زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا گروہ (سینگ) ظاہر ہوگا۔ (بخاری)

۵۔ پانچویں حدیث :

مشکوٰۃ باب فی المعجزات، تیسری فصل : حضرت عمرو بن اخطب انصاری سے روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم ﷺ نے صبح کی نماز پڑھا کر وعظ مبارک شروع کیا۔ جس کا سلسلہ ظہر تک رہا پھر بعد نماز ظہر سے عصر تک رہا۔ پھر عصر کی نماز کے بعد مغرب تک وعظ جاری رہا اور اس وقت کے اندر آپ نے ان تمام باتوں کا ذکر کر دیا جو قیامت تک ہونے والی ہیں۔ قَالَ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا کہ جس نے یاد کر لیا وہ سمجھدار ہو گیا۔

۶۔ چھٹی حدیث: مشکوٰۃ باب حوض کوثر وشفاعت کا بیان، پہلی فصل۔ حضرت ابوسعید

خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو رب تعالیٰ فرمائے گا کہ اے محبوب جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہے اس کو جہنم سے نکال لو۔ ارشاد ہوگا۔ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ فَاَخْرِجُوْهُ۔ جب ان کو نکال لیا جائے گا تو وہ مثل کوئلہ کے جل کر نکلیں گے۔ تب ان کو نہر حیات میں ڈال دیا جائے گا جہاں پر وہ اس طرح تر و تازہ ہوں گے جیسے دریا کے کنارے کوڑا کرکٹ میں سے دانہ تر و تازہ ہو کر اگتا ہے، لپٹا ہوا زرد نکلتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

۷۔ ساتویں حدیث :(مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین، دوسری فصل)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا : اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَكْرَمُ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ وَ بِيَدِيْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَّبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِىْ۔ کہ قیامت کے روز میں اولاد آدم کا سردار ہونگا اور پہلے اور بعد میں آنے والے لوگوں میں سے سب سے عزت و اکرام والا ہوں گا۔ میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور فخر سے نہیں کہتا کہ اس دن سارے نبی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک میرے اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے فرمایا کہ انا شفیع المذنبین کہ میں شفیع المذنبین ہونگا۔

۸۔ آٹھویں حدیث :

حضور ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی۔ سب سے پہلے

سوار ہو کر میدان محشر میں حاضر ہوں گا۔ سب سے پہلے اونٹنی پر سوار ہو کر میرا داخلہ جنت میں ہوگا، مثل بادشاہ کے اور بلال میری اونٹنی کی مہار پکڑ کر میرے آگے آگے جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے اور داروغۂ جنت رضوان سلامی دے کر جنت میں داخل کرے گا۔

۹۔ نویں حدیث :

مشکوٰۃ شریف باب ذکر الیمن والشام وذکر اویس قرنی، پہلی فصل : حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ خَیْرَ التَّابِعِیْنَ رَجُلٌ یُّقَالُ لَہٗ اُوَیْسٌ وَلَہٗ وَالِدَۃٌ وَکَانَ بِہٖ بَیَاضٌ فَمُرُوْہُ فَلْیَسْتَغْفِرْ لَکُمْ۔

ترجمہ : کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اور میں نے سنا کہ تابعین میں سے بہترین شخص وہ ہوگا جس کو اویس کہا جائے گا۔ اس کی ایک ماں ہوگی اس کے جسم پر سفیدی کا داغ درہم کے برابر ہوگا۔ تم اس کے پاس پہنچ کر مغفرت کی دعا کراؤ۔ اس میں حضور ﷺ کا ارشاد بتاتا ہے کہ اس کا حلیہ کیسا ہوگا اور خدا کے نزدیک اس کا کتنا بڑا مقام ہوگا۔ حالانکہ وہ دربار نبوی میں حاضر نہ ہو سکا کہ والدہ کی خدمت کی وجہ سے مجبوری تھی۔ اس لئے صحابی نہ بن سکا۔ یہ سب حضور ﷺ کے علم غیب کا بیان ہے۔ اور اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا الخ میں شاہداً کی تفسیر روح البیان میں ذکر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی پہلی مخلوق ہیں اس کی وحدانیت کے گواہ اور ان تمام چیزوں کے جاننے والے اور گواہ ہیں جو عدم سے وجود میں آئیں۔ سب کے لئے رحمت بھی ہیں

اور وہ تمام اسرار و رموز اور عجائبات جو کسی مخلوق کے لئے ممکن ہیں آپ کو عطا ہوئے
یہ آپ کے لئے علوم غیبیہ ہیں جو عطا ہوئے۔

حشر میں ان کی شان محبوبی دکھائی جائے گی
ان کے صدقے میں جنت لٹائی جائے گی
جن کے لب پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آئے گا
پیاس کوثر سے ان کی بجھائی جائے گی

۱۰۔ دسویں حدیث :

مشکوٰۃ، باب حوض کوثر اور شفاعت کا بیان، دوسری فصل ۔حضرت انس رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ میرے لئے
قیامت کے روز شفاعت فرماویں ۔اَنْ یَّشْفَعَ لِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ۔اس پر حضور نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا فاعل کہ میں شفاعت کروں گا۔تب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے
عرض کیا کہ قیامت کے روز میں آپ کو کہاں پر تلاش کرون تا کہ مل سکوں۔ اَیْنَ
اَطْلُبُکَ۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الصِّرَاطِ کہ مجھے پل صراط پر
تلاش کرو۔تب حضرت انس نے عرض کیا کہ اگر پل صراط پر آپ کو نہ پاؤں تو کیا کر
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْمِیْزَانِ کہ تب مجھے میزان پر تلاش کرو
جہاں مخلوق کے اعمال وزن کئے جائیں گے ۔پھر فرمایا کہ اگر وہاں پر بھی نہ ملوں
فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْحَوْضِ تب مجھے حوض کوثر پر تلاش کرو کہ ان تینوں مقامات پر ہوں
گے، ان کو نہ چھوڑیں گے۔اس لئے فرمایا لاَ اُخْطِیءُ ھٰذِہِ الثَّلاَثَۃِ (ترمذی)۔حضو

ﷺ نے صحابی کو ان تینوں مقامات کا پتہ دیا۔ جہاں حضور ﷺ تشریف فرما ہوں گے کہ امت کی امداد پل صراط پر کرتے ہوں گے، میزان پر اور پھر حوض کوثر پر۔ کیا یہ حضور ﷺ کے علم غیب کا بیان نہیں ہے پھر اس کے باوجود انکار کیوں ہے؟

۱۱۔ گیارہویں حدیث :

مشکوٰۃ، مناقب علی رضی اللہ عنہ، پہلی فصل۔ حضرت سہل بن سعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے مقام پر فرمایا کہ کل میں اس شخص کے ہاتھ میں جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا اور قلعہ خیبر قبضہ میں آئے گا، اور وہ شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور خدا اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں۔ دوسرے دن صبح کے وقت حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا: اَیْنَ عَلِیٌّ صحابہ نے عرض کیا کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں اور خیمہ میں ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے اپنا لعاب دہن شریف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں لگایا اور وہ ٹھیک ہو گئیں۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لے کر عرض کیا کہ میں اس وقت تک لڑوں گا جب تک وہ ہماری طرح مسلمان نہ ہو جائیں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے علی نرمی اختیار کرو پہلے اسلام کی دعوت دو کیونکہ اگر ایک شخص بھی ہدایت پا گیا تو تمہارے لئے سرخ اونٹوں کی قطاروں سے بہتر ہو گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمان نبوی کے مطابق خیبر فتح کر لیا۔ قلعہ کا دروازہ جس کو چالیس آدمی پکڑ کر نہ اٹھا سکے انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اکھاڑ کر اوپر اٹھا لیا

اور بطور ڈھال استعمال کیا اور پھر دور پھینک دیا۔ یہ ان کی کرامت کا ظہور تھا جو حضور ﷺ کے فرمان پر ظاہر ہوا۔

۱۲۔ بارہویں حدیث :۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ان کے ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ میرے دائیں ہاتھ کی کتاب میں جنتیوں کے نام اور ان کے والدین کے نام ہیں اور بائیں ہاتھ والی کتاب میں دوزخیوں کے نام ہیں اور ان کے والدین کے نام ہیں۔ پھر فرمایا کہ دونوں کا میزان بھی ہو چکا ہے فَلَا یُزَادُ فِیْهِمْ وَلَا یُنْقَصُ (مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر، دوسری فصل، ترمذی) کہ اس میں نہ زیادتی ہو سکتی ہے نہ کمی ہو سکتی ہے۔ پھر فرمایا کہ عمل کرو یہاں تک کہ خاتمہ اہل جنت پر ہو۔ حضور ﷺ نے دنیا میں بیٹھ کر قیامت کے ہونے والے واقعات بیان فرما دیئے اور حضور ﷺ جانتے ہیں کہ کون جنت میں جائے گا اور کون دوزخ میں اور یہ تمام غیب کی خبریں ہیں۔ پھر بھی منکر انکار کرتے ہیں اور حضور ﷺ کے علم پر اعتراض کرتے ہیں، اسی لئے خدا کے نزدیک خبیث ہیں۔ حالانکہ حضور ﷺ علوم غیبیہ کے جاننے والے، راز دانِ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ ہیں۔

۱۳۔ مرقاۃ میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کا علم قرآن کریم کی آیت وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۔۔۔ الخ (پ ۵، النساء: ۱۱۳) کے مطابق بے نہایت اور لا غائت ہے۔ آپ ﷺ کو تمام علوم عطا ہو گئے جو آپ حضور ﷺ

جانتے تھے۔ جس میں احکام شرعیہ اور علوم غیبیہ سبھی شامل ہیں من الاحکام والغیب میں ماکان کا علم جو ہو چکا ہے اور ومایکون کا علم جو ہونے والا ہے اور سعادت اور شقاوت سب کا علم ہے۔ لہٰذا لوح وقلم کا علم حضور ﷺ کے علم کے مقابل ایسا ہے جیسے دریا کے مقابل نہر ہے یا علوم کے دفتر کے مقابلہ میں مثل ایک سطر کے۔

۱۴۔ چودھویں حدیث:

مشکوٰۃ معجزات النبی ﷺ پہلی فصل۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے حضرت زید، حضرت جعفر طیار اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کے مارے جانے کی خبر لوگوں کو پہلے سے دے دی تھی اور میدان جنگ میں شہادت بعد میں ہوئی۔ آپ نے اس سلسلہ میں واقعہ شہادت اس طرح بیان فرمایا کہ زید نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور ان کو شہید کر دیا گیا۔ پھر اس علم کو جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے سنبھالا اور وہ بھی شہید ہو گئے پھر ابن رواحہ نے جھنڈے کو لیا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ آپ یہ واقع بیان فرما رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس کے بعد نشان کو اس شخص نے لیا جو خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں یعنی خالد بن ولید نے۔ یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو دشمنوں پر فتح عنایت فرمائی۔ (بخاری)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ نَعَى النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَّ جَعفرًا وَّ ابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ يَّاتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَا بْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰى اَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ يَعْنِى خَالِدَ ابْنَ الْوَلِيْدِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ (رواہ البخاری)

حضور نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں بیٹھ کر یہ حالات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنائے حالانکہ لشکرِ اسلامی مدینہ منورہ سے دور محاذِ جنگ میں معروفِ جنگ تھا۔

۱۵۔ پندرہویں حدیث :-

مشکوٰۃ باب المعجزات، پہلی فصل۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو تیار کیا اور وہ آپ کے ساتھ بدر کے مقام پر پہنچے تو حضور ﷺ نے لوگوں کو نشان لگا کر وہ مقام دکھا دیئے اور فرمایا کہ یہ فلاں شخص کی نعش کی جگہ ہے، یہاں ہلاک ہو کر مرے گا اور یہ فلاں کے قتل جگہ ہے۔ اس طرح آپ نے ستر کفار کی جگہ مقرر کی جو دوسرے دن بدر میں قتل ہوئے اور جو مقامات مقرر تھے ان میں سے ایک بھی باہر اور متجاوز نہ ہوا، اسی جگہ ہلاک ہوا۔ (مسلم)

قَالَ فَنَدَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى نَزَلُوْا بَدْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَّيَضَعُ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ هٰهُنَا وَ هٰهُنَا قَالَ فَمَا مَاطَ اَحَدُهُمْ عَنْ مَّوْضَعِ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسلم)

ان بے شمار آیاتِ قرآن کریم سے جن میں سے ۱۴ آیتیں اس وقت بیان ہوئی اور متعدد اس سے پہلے بیان ہو چکی ہیں اور اس کے بعد ۱۵ احادیث جو اس وقت بیان ہوئی ہیں اور متعدد جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ان کی موجودگی میں حضور کے علم اعتراض کرنے والے اور حضور ﷺ کے علم غیب پر جو خدا نے حضور ﷺ کو عطا کیا انکار کرنے والے اس دور کے لوگ موجود ہیں۔ قرآن کریم پڑھتے ہیں اور یہ بھی

ہے کہ خدا نے ایسے لوگوں کو خبیث بیان کیا ہے جو حضور ﷺ کے علم پر اعتراض کرنے والے ہیں پھر بھی وہ اعتراض سے باز نہیں آتے اور وہی طرز عمل اختیار کرتے ہیں جو حضور ﷺ کے زمانہ میں منافقین نے اختیار کیا تھا، لیکن کسی کے انکار سے حضور ﷺ کے مقام میں فرق نہیں آسکتا کہ عطائے الٰہی تو ہو چکا اور حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت کا ڈنکا دنیا کے اندر قیامت تک بجتا رہے گا۔ البتہ اعتراض کرنے والے ہی ذلیل ورسوا ہو رہے ہیں جب کہ نبوت کا مقام ہمیشہ بلند رہے گا۔

ظاہر تیری صورت سے ہوا حسن ازل بھی
دیکھا جو مدینہ میں تو کعبہ نظر آیا
مطلوب دو عالم بھی ہیں محبوب خدا بھی
اک ذات میں ان کی کیا کیا نظر آیا

حقیقت یہ ہے کہ انبیائے کرام خاص خاص نعمتوں سے مخصوص فرمائے جاتے ہیں مثلاً نبوت، وحی الٰہی، قرب الٰہی، وسیلہ الی اللہ، خلافت الٰہی۔ بالکل اسی طرح سے ان کو علم غیب بھی عطا کیا جاتا ہے۔ بعثت سے مقصود کفار اور منافقین میں فرق معلوم کرنا ہے کہ آیت كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ۔ (پ۲، البقرہ:۲۱۳) اس پر شاہد ہے کہ اگر ان کے حال نبیوں پر ظاہر نہ ہوں اور سعید اور شقی کی پہچان نہ ہو تو بعثت کا مقصد پورا نہ ہوگا۔ اسی لئے آیات علم غیب کی عطا نبوت کی دلیل ہے اور انبیاء کرام اس کے اہل ہیں مگر نبی کریم ﷺ کے علم غیب کے منکر اعتراضات کر کے نبوت کی توہین کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں ان آیات کا نزول جن میں حضور ﷺ کے علم غیبیہ کی عطا کا ذکر ہے حضور کی نبوت اور خلافت الٰہیہ کا ثبوت ہے۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (البقرہ:۳۰) کا اعلان نیابت الٰہیہ کا مقام ہے اور نیابت کے لئے تین امور ضروری ہیں۔ علم، قدرت اور عظمت کہ اس کے بغیر خلافت الٰہیہ نامکمل ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت دے کر۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (سورۃ البقرہ:۳۱) کے فرمان سے علم اشیاء کی عطا ہوئی۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے سجدہ کرا کر حضرت آدم کو ممتاز کر دیا۔ اس سے انبیاء کی عظمت اور قدرت بوجہ علم الاسماء کے ہوگئی کہ ملائکہ سجدہ ریز ہو گئے۔ اس سے منشاء الٰہی یہ تھی کہ انبیاء کی عظمت اور تعظیم دنیا میں ہو کہ نبوت کی تعظیم انبیاء پر ایمان لانے والے کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو تھپڑ مار کر اس کی آنکھ نکال دی کہ وہ نبی کا بے ادب ہو تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو انبیاء کے ادب کا حکم دیا کہ ان کے ہاں جائیں تو اخلاق سے پیش آئیں، ان کی تعظیم کریں کہ وہ نیابت الٰہیہ کے مقام پر ہیں۔ بے ادب گستاخ رسول ﷺ اخلاق سے گرے ہوئے خدا کے حکم کے نافرمان ہدایت سے محروم ہیں۔

امام الانبیاء ہادی خیر الوریٰ حضور سرورِ کائنات فخر موجودات ﷺ کا مقام شفیع المذنبین ہے۔ اس بنا پر شفاعت کے مقام پر جلوہ افروز ہو کر شفاعت کریں گے۔ لہٰذا انہیں علم دیا گیا تا کہ مشفوع لہ کا علم ہو سکے کہ نا اہل کی شفاعت نہ ہو سکے اور اہل شفاعت اس سے محروم نہ رہیں کہ نا اہل کو نعمت دینا اسراف و تبذیر ہے مگر اس کے اہل

کو نعمت سے محروم کرنا بخل ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ کو علم غیب پر مطلع فرمایا گیا تا کہ حق تعالیٰ اپنی نعمتیں اس کے اہل کو عطا کرے، نا اہل کو عطا نہ کرے۔ لہٰذا حضور ﷺ علم غیب کے اہل ہیں اور اسی بنا پر حق تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو علم غیب کے لئے چن لیا اور اس حقیقت کی موجودگی میں حضور ﷺ کے علم غیب کا انکار بے دینی اور گمراہی ہے کیونکہ انکار کرنے والے حضور ﷺ کی نبوت پر اعتراض کرتے ہیں جس سے عوام کے اندر گمراہی پھیلاتے ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگوں کے اعتراضات جیسا کہ دیوبندیوں اور وہابیوں کی طرف سے ہوتے ہیں پیش کر کے ان کے جوابات پیش کئے جا رہے ہیں تا کہ عوام ان کے عقائدِ باطلہ سے بچ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں زیر آیت مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ (پ۴، سورۃ آل عمران: ۱۷۹) میں حضور ﷺ کے علم پر اعتراض کرنے والوں کو خبیث کہہ کر پکارا ہے مگر حضور ﷺ کے علم پر ایمان والوں کو طیب قرار دیا ہے، جن کی تمیز کا حکم دے کر اس نے اپنے محبوب سے ان کی تمیز بھی کرادی ہے۔ اہل سنت و جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضور ﷺ کی سنت پر ایمان رکھتے ہوئے ایسے گمراہ کن اعتراضات کا حقیقت پسندانہ جواب پیش کر کے حضور کی شان کو بلند و بالا کرتے ہیں۔ لہٰذا ایسے اعتراضات اور ان کے جوابات ملاحظہ کریں۔

۱۔ پہلا اعتراض:

غیب خدا کی صفت ہے جو مخلوق میں نہیں پائی جا سکتی۔

الجواب : غیب کی صفت خدا کی ذاتی ہے جس کا کسی کو انکار نہیں مگر مخلوق کے لئے

عطائی ہے کہ خدا عطا کرنے والا عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے۔ خدا کی صفت علم غیب ذاتی ایسی ہے کہ اس میں وہ کسی کا محتاج نہیں مگر مخلوق کی صفت عطائی علم غیب ایسی کہ وہ اس میں خدا کی محتاج ہے۔ خدا کی صفات قدیم ہیں، مخلوق کی حادث ہیں۔ خدا کی صفات محیط، مخلوق کی محاط ہیں اور یہی بات علم غیب میں ہے کہ خدا کا نام علی ہے اور حضرت علی بن ابی طالب کا نام بھی علی ہے مگر اس کے معانی میں بڑا فرق ہے۔ اسی لئے شرک نہیں، حالانکہ الفاظ مشترک ہیں۔

عالم الغیب والشہادۃ کے فرمان الٰہی سے جیسے علم غیب صفتِ الٰہی ہے، ویسے ہی علم شہادت بھی صفت الٰہی ہے بلکہ مطلقاً سمع بصر کا علم حیات وغیرہ صفات الٰہیہ ہیں۔ اس رو سے کسی مخلوق کا نہ علم غیب مانو نہ علم شہادت نہ کسی کو سمیع مانو نہ بصیر نہ علیم نہ خبیر نہ زندہ نہ حیات۔ لہٰذا مخلوق کا مطلقاً وجود ہی نہ رہے اور ایسی صورت میں فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا (پ۲۹۔ الدھر:۲) کا انکار ہو جائے گا، جو کفر ہے۔ ثابت ہوا کہ ذاتی علم خدا کا ہے، عطائی مخلوق کا، دونوں پر ایمان لانا ہی اسلام ہے اور یہ اعتراض سراسر گمراہی پر مبنی ہے۔

۲۔ دوسرا اعتراض:

دیگر آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ علم غیب خدا کے لئے خاص ہے۔

الجواب: ذاتی علم خدا کا ہے مگر عطائی علم مخلوق کے لئے ہے جیسے حقیقی ملکیت خدا کی ہے مگر عطائی ملکیت مخلوق کی ہے اور حقیقی حکم خدا کا ہے اور عطائی حکم مخلوق کا ہے کہ فرمان الٰہی ہے۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (پ۱۲، سورۃ یوسف:۴۰) کہ حکم خدا ہی کا ہے

اور یہ کہ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پ۳،البقرہ:۲۵۵) تمام چیزیں آسمان و زمین کی سب اللہ ہی ہیں مگر اللہ کی عطا سے انسان اپنے گھر کا مالک ہے، اپنی اشیاء کا مالک ،زمین کا مالک، چاندی سونے کا مالک، اسی بناء پر زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے، فطرہ ادا کرنے کا حکم ہے، خیرات کا حکم، بیع کے احکامات، خرید و فروخت کے احکام اس پر وارد ہوتے ہیں۔ بعینہٖ وہ حکم کے بارے میں مختار ہے اور ارشاد ہے۔ وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ۔ (پ۵،النساء:۵۸) اور جب تم لوگوں میں فیصلے کرو تو عدل کی بنیاد پر فیصلے دیا کرو۔ پھر فرمایا۔ فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا (پ۵،النساء:۳۵) کہ ایک حاکم مرد کی طرف سے اور ایک حاکم عورت کی طرف سے ہو۔

معلوم ہوا کہ اگر حکم صرف خدا کا ہی ہے تو پھر یہ احکام قرآنی کیونکر تسلیم ہوں گے اور کیونکر ان پر عمل ہوگا کہ جہاں میاں بیوی کے درمیان اختلاف کی صورت میں حکم مقرر کرنے کا حکم ہے۔ پھر بادشاہ کا حکم رعایا پر اور والدین کا حکم اولاد پر، استاد کا شاگرد پر، مشائخ کا مرید پر کیسے ہوگا جبکہ خدا نے کسی کو ملک کا بادشاہ بنایا ہے، کسی کو شہر کا حاکم، کسی کو مکان کا مالک، کسی کو دوکان کا مالک بنایا ہے۔ اسی طرح سے اس نے علوم غیبیہ بھی عطا کئے ہیں جیسے ملکیت اور اختیارات عطا کئے ہیں جس میں ذاتی علم خدا کا ہے اور اس میں وہ کسی کا محتاج نہیں مگر عطائی علم مخلوق کا ہے اور مخلوق اس کے حصول میں محتاج ہے۔

۳۔ تیسرا اعتراض :

یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اپنی بھی خبر نہیں کہ مجھ سے کیا معاملہ ہوگا، نہ

امت کی خبر ہے کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ کیونکہ وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ (پ۲۶، الاحقاف:۹) کے ارشاد سے واضح ہے کہ حضور نہیں جانتے کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نبی ہوں مگر مجھے خبر نہیں کہ مجھ سے کیا معاملہ ہوگا۔

الجواب : اس آیت میں صاف واضح ہے کہ حضور ﷺ کے عطائی علم کی نفی نہیں بلکہ قیاس اور اٹکل کی نفی ہے کہ حضور ﷺ اپنے اور امت تک کے حالات اپنی اٹکل اور عقل کی بنا پر نہیں جانتے بلکہ خدا کے عطا کرنے پر اور اس کے الہام اور وحی کی بنا پر جانتے ہیں، جیسا کہ اس آیت میں اس کی وضاحت میں۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ (پ۲۶، الاحقاف:۹) کا ارشاد بتا رہا ہے اور قرآن کریم سے پندرہ آیات اور اتنی ہی احادیث سے بھی واضح ہو رہا ہے۔ حضور ﷺ نبی الامی خاتم النبیین ہیں، اپنے منصب رسالت کو جانتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ معصوم ہیں گنہگار نہیں۔ جب گناہ سے پاک ہیں تو فرمان الٰہی کے مطابق اس کے انجام کی خبر رکھتے ہیں کہ پاک لوگوں کا مقام جنت ہے جس پر بے شمار آیات کے نزول سے اس کی تصدیق ہوتی ہے اور پلید لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے جو ایمان سے محروم ہیں۔ ان کے علاوہ مندرجہ ذیل آیات کے نزول سے حضور ﷺ کو اپنے اور امت کے انجام کی خبر بذریعہ وحی ہو چکی ہے، اس لئے وہ بے خبر نہیں ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے پ۲۶، سورۃ الفتح: اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ يُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۔ (الفتح:۱،۲)

بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کردے اور تمہیں سیدھی راہ دکھادے۔

اس سورۃ کے اندر بتایا گیا ہے کہ فتح مکہ کے سبب سارے مکے والے اسلام قبول کر کے امتی بن جائیں گے اور تمہارے وسیلے سے ان کے گناہ معاف ہوں گے اور یہ بھی بیان ہے کہ یہاں حضور ﷺ کے ذنب سے مراد امت کے گناہ ہیں' جن کی شفاعت حضور ﷺ کے ذمے ہے، جیسے مقدمہ میں وکیل مقدمہ کہتا ہے کہ یہ میرا مقدمہ ہے جس کی وہ پیروی کرتا ہے کہ یہاں تک بیان کر کے تمہارے طفیل اور وسیلے سے گناہ بخشے گا کہ قیامت کے روز آپ کو شفاعتِ عظمیٰ کا مقام عطا ہوگا۔

پ ۱۱، سورۃ یونس میں ہے۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (آیت ۶۲)

ترجمہ: سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہوگا اور غم۔ بلکہ ان کے لئے فرمایا ہے۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (پ ۱۱، سورۃ یونس آیت: ۶۴) انہیں خوش خبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ جب اولیاء اللہ کا یہ مقام ہے تو حضور ﷺ کا مقام کس قدر بلند و بالا ہے جن کے وسیلے سے اور نظر کرم سے ان کو یہ مقام ملا ہے۔

پ ۲۸، سورۃ التحریم میں ہے۔ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ (آیت: ۸)۔ جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی کریم ﷺ اور ان کے ساتھ کے

ایمان والوں کو۔ معلوم ہوگیا کہ آخرت میں حضور نبی کریم ﷺ اور ایمان والوں کے ساتھ رسوا کرنے والا سلوک نہ ہوگا اور اس کی خبر حضور کو دنیا میں دی گئی ہے۔ یہ رسوائی کفار کے لئے مخصوص ہے اور متقی حضور کے ساتھ ہوں گے۔ اور روح البیان میں ذکر ہے کہ قیامت میں بعض متقی لوگوں کا بالکل حساب ہی نہ ہوگا، بعض کا حساب پس پردہ ہوگا۔ ان کی شفاعت قبول ہوگی، ان کے چہرے روشن ہوں گے۔

پ۹، سورۃ انفال: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (آیت:۳۳)

اور اللہ کا کام نہیں کہ ان پر عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔ حضور نبی کریم ﷺ کے صدقہ میں نہ دنیا میں عذاب نہ قبر میں نہ حشر میں کیونکہ حضور ﷺ امت کے ساتھ ہیں۔ حضور کی موجودگی رحمۃ للعالمین ہے اور اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (پ۸، سورۃ الاعراف:۵۶)۔ حضور ﷺ کا مقام ہے، یہ خدا کا اعلان ہے اور حضور اس سے بے خبر نہیں ہیں کہ ان پر نزول قرآن ہوا اور وہ صاحب قرآن ہیں، جو بے خبر کہے وہ منکر قرآن ہے۔

پ۳۰۔ سورۃ الضحٰی: وَالضُّحٰى ○ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ○ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ○ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ○ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (آیت:۱۔۲۔۳۔۴۔۵) چاشت کی قسم اور رات کی جب پردہ ڈالے کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا نہ مکروہ جانا، اور بیشک پچھلی زندگی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے، اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

ان آیات میں بیان ہے کہ حضور ﷺ کو رب تعالیٰ نے عطائے نبوت

چاشت کے وقت کی اور معراج رات کے وقت کرائی، یا رُخ انور روشن ہے اور زلف عنبرین سیاہ کاروں کے لئے عیب پوش ہے۔ پھر فرمایا۔ مَاوَدَّعَ کہ زمانہ ماضی میں نہ چھوڑا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی نبی ہیں اگر چہ اعلان نبوت چالیس سال کی عمر میں ہوا۔ ہمیشہ خدا سے تعلق قائم اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ کا علم وقدرت وہ کبھی آپ سے ناراض نہ ہوا۔ آپ کی برزخی زندگی دنیا سے بہتر کہ ہر وقت خدا سے وصال ہر آن معراج اس لئے حیات النبی کا ثبوت ہے۔ بہتر جگہ میں جسم مبارک عرش اعظم سے افضل، اُخروی زندگی بعد قیامت دنیاوی سے افضل کہ دنیا میں فضائل نبی قال سے معلوم ہوئے، وہاں حال سے ہوں گے جس کا انکار نہ ہوگا۔ مقام محمود، شفاعت کبریٰ، سب نبیوں کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی، حوض کوثر، وسیلہ کی عطا، ہر آن درجات بلند، آپ کا چاند عروج میں کہ آپ کے توسل سے لوگوں کی آخرت دنیا سے بہتر ہوگی۔ جو حضور کو چھوڑے گا آخرت میں ذلیل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ حضور کو اتنا دے گا کہ دنیا میں خوش، آخرت میں خوش ہوں گے۔ دنیا میں بے شمار معجزات، دین مشرق و مغرب میں پھیلایا۔ بے شمار امت بخشی، اولین وآخرین کے علوم عطا کیے ذکر بلند کیا۔ برزخ میں آپ کی پہچان لوگوں کی کامیابی کا مدار ہوگا۔ قیامت تک روضۂ اقدس پر جن وانس صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔ آخرت میں شفاعت عامہ کا مقام، مقام محمود، وسیلہ کی عطا، حوض کوثر کی ملکیت ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس وقت تک خوش اور راضی نہ ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہا۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (سورۃ کوثر آیت:۱) کا فرمان، اس سے بڑھ کر نعمتوں کی عطا جو ہمارے وہم

وگمان میں نہ آسکیں کہ حضور رب کے مطلوب ومحبوب ہیں۔

ثابت ہوا کہ حضور ﷺ بے خبر نہیں مگر منکر قرآن بے خبر کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ربیع بن کعب کو جنت عطا کردی۔ ایک نابینا صحابی کو جنت بھی اور آنکھیں بھی عطا کردیں۔ عشرہ مبشرہ کو جنت کی بشارت دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ وَ بِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَ مَا مِنْ نَّبِیٍّ یَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاہُ اِلَّا وَھُوَ تَحْتَ لِوَائِیْ۔ (مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین) کہ حضور اولاد آدم کے سردار ہوں گے۔ قیامت میں اولین وآخرین میں سب سے عزت والے، حضور ﷺ کے ہاتھ میں لواء الحمد کا جھنڈا۔ آدم سے لے کر عیسیٰ تک سارے نبی حضور ﷺ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، یہ فخر سے نہیں کہا بلکہ حقیقت ہے مگر منکرِ قرآن حضور ﷺ کی توہین کے مرتکب ہیں، جو کہتے ہیں کہ خبر نہیں۔

حضور ﷺ کا فرمان۔ مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَ مِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب المساجد، پہلی فصل) کہ میرے حجرہ مبارک اور منبر کے درمیان زمین کا ٹکڑا جنت کا ٹکڑا ہے۔ کیا حضور جنت کے مقام سے بے خبر ہیں، پھر انکار کیسا؟

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (پ۵، سورۃ النساء:۸۰) کے ارشادِ خداوندی میں حضور ﷺ کی اطاعت میں خدا کی اطاعت ہے، خدا کا اطاعت گزار جنتی ہے، بے خبر کہنے والے لوگوں کا اس پر ایمان نہیں، وہ کیونکر ایماندار ہیں۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (پ۲۱، سورۃ الاحزاب:۲۱)

کہ حضور کا اسوہ حسنہ مومن کا ضابطۂ حیات ہے، کیا اسوۂ حسنہ رسول والا جنتی نہیں، وہ کیونکر جہنمی ہے؟

پ۳۰: أَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (سورۃ الضحیٰ آیت ۱۰) اور سائل کو نہ جھڑکو۔ حضور ﷺ کا در ہر منگتے کے لئے کھلا ہے۔ سائل میں قید نہیں، نہ زمان نہ مکان کی، ہر قسم کی نعمت مانگنا جائز ہے، جنت کی عطا، شفا، خزانے، خاتمہ بالخیر عطا فرماتے ہیں۔

پ۵ النساء آیت: ۶۴: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ۔ الخ۔ اور گنہگار جب اپنی جانوں پر ظلم کر کے تمہارے در پر حاضر ہوں، خدا سے معافی چاہیں، حضور شفاعت کریں تو خدا کو مہربان، توبہ قبول کرنے والا پائیں گے۔ جب درِ مصطفےٰ ﷺ توبہ کا در ہے جہاں خدا ملتا ہے مہربان توبہ قبول کرنے والا۔ پھر توبہ کے بعد انجام کا پتہ حضور کو نہ ہو، یہ تکذیب شانِ مصطفےٰ ہے، حضور نبی کریم ﷺ کی توہین ہے۔

پ۴، سورۃ آل عمران: لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (آیت ۱۶۴)۔ بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا ایمان والوں پر کہ ایک رسول بھیجا انہی میں سے ان میں مثل جان کے حاضر و ناظر ان پر ان کی آیتیں پڑھتا ہے انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضور ﷺ کو تمام نعمتوں کی اصل اور سب سے

اعلیٰ بیان فرمایا ہے کہ حضور سے ایمان ملتا ہے جو فانی نہیں باقی ساری نعمتیں فانی ہیں مگر وہ بھی حضور ﷺ کے وسیلے سے عطا ہوتی ہے، حضور ﷺ سے تزکیہ اور پاکی ملتی ہے جو نیکیوں سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ نیکیاں پاکی کا سبب ہیں اور پاکی نگاہ مصطفےٰ ﷺ سے عطا ہوتی ہے۔ کوئی متقی حضور سے بے نیاز نہیں، حضور ﷺ معلم کائنات ہیں، دنیا کو سکھانے آئے ہیں۔ اس لئے لفظ مَنَّ اللّٰہُ فرما کر اعلان فرمایا کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری احسان عظیم ہے مومنوں پر، جس کے متعلق خدا کا یہ اعلان ہوا ہے۔ انجام سے بے خبر کہنے والے حضور ﷺ کی توہین کے مرتکب ہیں۔ ان کا حضور پر ایمان کا دعویٰ بے بنیاد ہے۔ ایسا عقیدہ تبلیغ دین سے انحراف اور تخریب کاری ہے۔ صرف جماعت اہل سنت حق پر ہیں جو قرآن کریم کی سمجھ رکھتے ہیں۔ اس لئے حضور کے مقام کو جانتے ہیں اور دنیا کے سامنے دین حقہ پیش کرنے کے اہل ہیں۔ خدا کا محبوب قیامت میں جس کے ایمان کی تصدیق کریں گے وہی جنتی ہوگا جیسا آیات وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (سورۃ البقرہ: ۱۴۳) میں بیان ہے اور فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (پ ۵، سورۃ النساء: ۴۱) میں بیان ہے کہ حضور ﷺ موقع کے گواہ بن کر سب پر گواہ ہوں گے۔ مومن کے ایمان کی تصدیق اور کافر منافق کے خلاف گواہی دیں گے۔ اس پر خدائی فیصلہ ہوگا۔ جب جنت اور دوزخ کے مقام کا فیصلہ حضور ﷺ کی گواہی پر ہوگا، حضور ﷺ کو بے خبر کہنے والے آیات قرآن کریم کے منکر اور گمراہ ثابت ہوئے۔ لہٰذا ان کا اعتراض گمراہی پر

مبنی ہے۔

۴۔ چوتھا اعتراض :

فروعی امور میں ہے کہ دیوبندی وہابی کہتے ہیں کہ حضور کو فلاں چیز کی خبر نہیں، اگر علم ہوتا تو بتاتے۔ان کے اعتراضات کا اجمالی جواب یہ ہے کہ نہ بتانے میں علم کی نفی نہیں کہ نہ بتانا بھی علم غیب پر دلالت کرتا ہے، جیسے حکومت وقت کا محکمہ سی آئی ڈی مجرموں کے راز جاننے پر مامور ہوتا ہے مگر بغیر حکومت کی مرضی کے اس کے اظہار کا مجاز نہیں ہوتا، ورنہ وہ راز نہیں ہوسکتا۔حضور ﷺ راز دان مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ ہیں مگر خدا کی مرضی کے بغیر اظہار نہیں کرتے۔لہٰذا اظہار کا نہ فرمانا راز کی نفی نہیں ہوسکتی۔ اس میں ہزار ہا اسرار کی وجہ سے اظہار نہیں ہوتا۔جیسا کہ ہار کے گم ہونے پر اعتراض کرتے ہیں کہ اگر علم ہوتا تو اظہار کرتے۔ یہ حضور ﷺ کے مقام نبوت کی توہین ہے۔ حالانکہ اگر ہار کے گم ہونے پر فوراً بتا دیا جاتا تو بواسطہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے تیمم کی آیت کا نزول نہ ہوتا۔ مشیت ایزدی یہ تھی کہ تیمم کی آیت کا نزول ہو جس کا سبب ہار گم ہونا تھا۔حضور نبی کریم ﷺ نے تراویح متواتر جماعت سے نہ پڑھائیں کہ علم تھا کہ یہ ہمیشگی فرضیت کا سبب بن جائے گی۔ حالانکہ خدا بغیر سبب کے بھی فرض کرنے پر قادر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں قرآن کریم کی گواہی آنے والی تھی جس سے تاقیامت مسلمان عصمت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گواہ ہوگئے۔اس سے عدالت کے لئے قانون بنا کہ قاضی اپنے علم کی بنا پر فیصلہ نہ فرمائیں۔حضرت عائشہ صدیقہ کا ہار گم ہونا اور جگہ کی تلاش ایک تدبیر تھی جس سے دیر

لگی اور یہی سبب تھا اس واقعہ کا۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے شاہی پیالہ اپنے بھائی بنیامین کے سامان میں بعد میں ڈھونڈا مگر پہلے بھائیوں کے سامان کی تلاشی ہوئی۔ حالانکہ خود جانتے تھے کہ پیانہ بنیامین کے سامان میں ہے۔ مگر یہ ایک تدبیر تھی جس سے بنیامین کو روکا۔ معلوم ہوا کہ تدبیر اختیار کرنا علم کی نفی نہیں۔

نبی کا علم عطائی اور حصولی ہوتا ہے جو حادث ہے، اس لئے بعض دفعہ بے توجہی ہو سکتی ہے کہ بڑے سے بڑا عالم جب کسی اور طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس وقت ایک مسئلہ بھی اسے حاضر نہیں ہوتا۔ اسی بنا پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے چاہ کنعان میں محسوس نہ کیا مگر متوجہ ہوئے تو مصر سے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو کو پالیا اور فرمادیا: اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ (پ ۱۳، سورۃ یوسف: ۹۴) اور یہ کہ میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے (پ ۱۳، سورۃ یوسف: ۹۶) اور یہ فرمایا۔ عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِھِمْ جَمِیْعًا (سورۃ یوسف: ۸۳) کہ قریب ہے کہ اللہ بلا لے جمیع کو، حالانکہ بظاہر صرف بنیامین اور یہودا مصر میں تھے اور تیسرے یوسف علیہ السلام تھے۔ تینوں ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کے استقبال کے لئے شہر مصر سے باہر آ گئے کہ مصر سے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ میں بیان ہے۔

حضور ﷺ دنیا میں رہ کر قیامت کی خبریں دے رہے ہیں اور ان لوگوں کا یہ کہنا کہ خبر نہیں کیا ہوگا ان کے ساتھ اور امت کے ساتھ، یہ صریحاً گستاخی رسول ہے۔ حالانکہ قیامت میں ہر شخص جہنمی اور جنتی کو پہچانے گا کہ جہنمی کے منہ کالے مگر جنتی کے روشن، نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں، مومن کے وضو کے اعضاء ہاتھ پاؤں روشن، جہنمی

کے محروم، نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں، بلکہ حضور نے فرمایا ہے کہ شفاعت کرنے والے مسلمانوں کے نابالغ بچے، حجر اسود، قرآن کریم، ماہ رمضان، کعبہ وغیرہ وہ شفاعت کرنے والے ہوں گے، ان کو پہچانتے ہوں گے، پھر امام الانبیاء پر اعتراض کس بنا پر ممکن ہوسکتا ہے۔ جبکہ خدا نے حضور ﷺ کو مقام شفیع المذنبین عطا کیا ہے۔

جب خدا نے خود ہی سورۃ النحل پ ۱۴ میں اعلان فرمادیا۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (آیت: ۸۹) اور آپ کے مطالعہ میں یہ آیت آچکی ہے کہ اس میں کل شئ کا بیان ہے تو پھر اعتراض کرنے والے دیوبندی، وہابی کل کی نفی کرکے اس آیت کا انکار کیوں کرتے ہیں؟ بلکہ یہ بھی کہتے کہ حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا بھی پتہ نہیں، نہ علم ہے۔ لہٰذا اعتقاد ہی اسلام کی بنیاد ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل نے قرآن کریم کے قدیم ہونے پر کوڑے کھائے تھے۔ اس لئے عوام کے لئے لازم ہے کہ وہ ان عقائد باطلہ سے بچیں اور اپنے ایمان کو بچائیں۔

یادرکھیں کہ انبیاء پیدائش کے وقت ہی عارف باللہ ہوتے ہیں اور علم غیب رکھتے ہیں۔ اسی لئے حضرت آدم علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی ساق عرش پر تحریر پڑھ لی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی اپنی نبوت وغیرہ کی خبر دیدی، اور شفیع المذنبین نے پیدا ہوتے ہی امت کی شفاعت اور بخشش کی دعا کر دی اور زندگی میں حضور ﷺ کے علوم بڑھتے ہی رہے اور شب معراج میں مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ کے جملہ علوم عطا فرمائے گئے کہ ایک قطرہ منہ میں ٹپکایا گیا جس سے تمام علوم منکشف ہو گئے جیسا کہ حدیث معراج میں بیان ہے اور مشکوٰۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب المساجد کی

دوسری فصل میں بیان ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنا دست قدرت حضور ﷺ کے سینہ پر رکھا۔ جس سے تمام علوم کائنات منکشف ہو گئے اور حضور ﷺ نے سب کو پہچان لیا، پھر بھی یہ لوگ اعتراض سے باز نہیں آتے اور سوال کرتے ہیں کہ اگر معراج میں علوم غیبیہ عطا ہو گئے تھے تو اس آیت کے کیا معنیٰ ہیں۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (پ۱۴، سورۃ النحل: ۸۹) کہ جب قرآن کے نزول سے پہلے علوم عطا ہو چکے تو قرآن سے علوم کی تحصیل کے کیا معنے مگر وہ یہ بھی نہیں سمجھتے کہ قرآن کریم کی شان تبیان ہے کہ واقعات کا بیان کرنا جو معراج میں بطور کشف عطا ہوئے تھے۔ اسی لئے فرمایا گیا۔ فتجلی لی کل شیئ یعنی اس وقت تجلی تھی مگر قرآن کریم میں بیان ہوا۔ لہٰذا تجلی اور ہے اور بیان کچھ اور ہے۔ ہر رمضان میں حضور ﷺ پورا قرآن حضرت جبرائیل کو سناتے تھے اور ظاہر ہے کہ ہر دفعہ تبیان نہیں ہو سکتا مگر قرآن کی شانِ تبیان ہے۔

اعتراض کرنے والے اعتراض سے باز نہیں آتے، حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام کو وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ (البقرہ: ۳۱) کا علم دیا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملکوت السموات والارض کی سیر کرائی گئی، اور شکم مادر میں جو فرشتہ بچہ کی تقدیر لکھتا ہے، اسے علوم خمسہ کا علم دیا جاتا ہے کہ سعید ہے یا شقی۔ کہاں مرے گا، کب مرے گا، کتنا کھائے گا، وہ لڑکا ہے یا لڑکی وغیرہ۔ اسی طرح سے جب کسی مومن کی بیوی اس سے لڑتی ہے تو جنت سے حور پکارتی ہے کہ اس سے نہ لڑ، یہ ہمارے پاس آنے والا ہے، تیرے پاس یہ مہمان ہے۔ جب حور جنت سے اس کے گھر کی لڑائی کو دیکھتی ہے

اور اسے خبر بھی ہے کہ یہ شخص مر کر جنت میں جائے گا تو خدا کے رسول نبیِّ آخر الزماں ﷺ کے علم پر اعتراض کیوں اور کس بنا پر ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ کو نہ اپنی خبر ہے نہ امت کی خبر کہ کیا ہوگا۔ تابیرِ نخل کی حدیث سے جو اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ حضور ﷺ کے فرمان اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ پر حضور کے علم غیب کی نفی بیان کرتے ہیں حالانکہ یہ کلمہ زجر کے لئے فرمایا گیا کہ اچھا تم جانو اگر شادی کے بغیر ہی صبر سے کام لیتے، درختوں میں پھل خوب آتے، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے کبھی بھی کھیتی نہیں کی تھی کہ بچپن سے آکر مصر میں شاہی محل اور جیل میں قیام فرمایا۔ کسی کسان سے ملاقات کا موقع نہ ملا مگر قحط سالی کے لئے غلہ پیدا کرنے اور اس کو محفوظ رکھنے کی ضرورت ہوئی تو ایسی ترکیب بتائی جو آج تک کارآمد ہے کہ فرمایا فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْبُلِهٖ (سورۃ یوسف:۴۷) اور فرمایا اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ (سورۃ یوسف:۵۵)۔ جب یوسف کو کھیتی باڑی کے ایسے راز معلوم تھے تو حضور ﷺ کے علم پر اعتراض کیسا کہ باغ کے راز ان کو معلوم نہ ہوں۔ (تفسیر نعیمی)

مثنوی شریف میں حکایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ ایک انصاری کے دفن کے بعد تشریف لا رہے تھے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ زور کی بارش ہو رہی ہے اور حضور ﷺ اس بارش میں آ رہے ہیں مگر نہ جسم مبارک تر ہے نہ کپڑے۔ محض اس وجہ سے کہ حضور ﷺ کا تہبند شریف ان کے سر پر تھا۔ انہوں نے اس رحمت کی بارش کو دیکھ لیا جو پانی کی بارش نہ تھی۔ جب حضور ﷺ کے جسم سے لگا ہوا کپڑا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر پر آ گیا تو علوم غیبیہ کے پردے ان سے کھل گئے تو

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض کیونکر اور کیسے ایمان کی دلیل ہے۔ اسی لئے خدا نے اعتراض کرنے والوں کو خبیث کہا اور حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ (آل عمران: ۱۷۹) کا ارشاد ہوا۔

مار در موزہ بہ بینم در ہوا
نیست از من عکس تست اے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں وضو فرمانے لگے اور موزے اُتار کر رکھے کہ اچانک ایک عقاب موزا اٹھا لے اڑا اور ہوا میں اوپر لے جا کر اوندھا کر کے پھینک دیا۔ جس سے ایک بڑا سانپ نکلا جو وہیں رُک گیا اور عقاب کی دربار نبوی میں حاضری ہوئی تو اس نے اس سوال کے جواب میں کہ بغیر اجازت موزہ کیوں اٹھایا؟ یہ کہا کہ موزہ میں میں نے سانپ کو دیکھا تو چاہا کہ آپ کو مطلع کردوں تا کہ بے توجہی سے آپ پہن نہ لیں اور سانپ سے ایذا نہ پائیں، اور اس سوال کا جواب کہ سانپ موزے میں تھا اور عقاب نے ہوا میں اتنی بلندی پر ایک چھپی ہوئی چیز کو کیسے دیکھ لیا؟ اس نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک سے ایک نورانی شعاع نکل رہی تھی جو آسمان کی طرف پہنچ رہی تھی۔ جب میں اس نورانی شعاع میں آ گیا تو چودہ طبق روشن ہو گئے۔ اس روشنی میں سانپ کو دیکھ لیا کہ یہ میرا کمال نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی عکس کا کمال ہے۔

گرچہ ہر غیبے خدا ما را نمود　　　دل دریں لحظہ بحق مشغول بود　　　(مولانا روم)

جنگ بدر میں لڑنے کے لئے امیہ بن خلف جانا نہیں چاہتا تھا، وہ کافر تھا مگر

وہ حضور ﷺ کے علم غیب پر یقین رکھتا تھا، اس کی بیوی نے کہا کہ تو بہادر ہے پھر بزدل کیوں ہو گیا۔ اس نے جواب دیا کہ میرے ایک یثربی دوست نے خبر دی ہے کہ محمد (ﷺ) نے اعلان فرمایا ہوا ہے کہ امیہ ہمارے ہاتھ سے مارا جائے گا اور یہ خبر جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ابوجہل نے کنکریاں ہاتھ میں چھپا کر نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ اس میں کیا ہے؟ حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھ سے نماز، روزے کے مسائل پوچھو میں کیا جانوں مٹھی میں کیا ہے بلکہ بتا دیا کہ میرا یہ بتانا کہ مٹھی میں کنکریاں ہیں یہ عجیب نہیں بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ مٹھی والی چیز بولے اور بتائے کہ میں کون ہوں۔

بعض لوگ اس دور میں ایمان کے دعویدار بھی بنتے ہیں اور حضور ﷺ کے علم پر اعتراض بھی کرتے ہیں۔ وہ امیہ بن خلف اور ابوجہل کو برا بھلا کہتے ہیں مگر خود ان سے بھی گئے گزرے ہیں کہ انہوں نے ضد کی بنا پر اور اپنی سرداری کے ختم ہو جانے کی بنا پر انکار کیا۔ یہ لوگ جہالت کی بنا پر حضور ﷺ کے علم پر اعتراض کرتے ہیں کہ جس زبان سے حضور ﷺ کو نبی کہتے ہیں، حضور کا کلمہ بھی پڑھتے ہیں، اسی زبان سے اعتراض کر کے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا علم ناقص ہے، قابل اعتراض ہے، حضور کو غیب کی خبر نہیں، حالانکہ نبی کے معنی ہیں غیب کی خبریں بتانے والا۔

ایسے لوگ یہ نہیں سوچتے کہ نبی کریم ﷺ کی توہین کرنے والا قابل گرفت ہے۔ حالانکہ خدا کا فرمان ہے۔ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (پ ۱۷، سورۃ الحج: ۳۲) کہ دلوں کی پرہیزگاری یہ ہے کہ اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی جائے جیسے کعبۃ اللہ، صفا مروہ، عرفات، مساجد اور ماہ رمضان، ایام تشریق، عیدین

کہ یہ سب اللہ کی نشانیاں ہیں مگر یہ سب صدقہ امام الانبیاء ﷺ کے خدا کی نشانیاں ہیں۔ کعبہ اس لئے قابل تعظیم ہوا کہ وہ قبلہ بنا اور خدا نے قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا۔ (سورۃ البقرہ:۱۴۴) کے مطابق اس لئے کعبہ کو قبلہ بنایا کہ حضور ﷺ کی رضا تھی۔ ایسے ہی صفا اور مروہ اور میدان عرفات، مساجد وغیرہ اس لئے قابل تعظیم ہیں کہ حضور ﷺ نے ان کی تعظیم کا حکم دیا ہے۔

یہ لوگ خدا کی شان کے خلاف غلط بیانی سے باز نہیں آتے اور کہتے ہیں کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ حالانکہ صیانۃ الایمان مصنف شہود الحق مرادآبادی میں بیان ہے کہ یہ عقیدہ کفر کے قریب ہے اور دیوبندی اس عقیدے کی بنا پر متعدد آیات قرآن کریم کا انکار کرتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا (پ۵، النساء:۱۲۲) کہ خدا تعالیٰ سے کلام میں اور کون سچا ہے۔ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (پ۶، الانعام:۱۴۶) کہ ہم سچے ہیں وَقَوْلُهُ الْحَقُّ۔ خدا کا کلام سچا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ (پ۳، آل عمران:۹)۔ بیشک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ لہٰذا امکانِ کذب باری تعالیٰ شرعاً عقلاً محال ہے اور ایسا عقیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدے کے خلاف ہے، ادب کے خلاف ہے۔ شیطان اس لئے مردود ہوا کہ بے ادب تھا، اس کا بستر گول ہو گیا۔ جو بھی خدا اور رسول کا بے ادب ہے وہ نہیں بچ سکتا، اسی لئے اس کا بستر بھی گول نظر آتا ہے۔ ولید بن مغیرہ نے نبی کی گستاخی کی، دیوانہ کہا، خدا نے اس کے دس عیب گن گن کر سنا دیئے اور عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِیْمٍ (پ۲۹، سورۃ القلم:۱۳) فرما کر اس کا پردہ فاش کر دیا کہ اس کی اصل میں فرق ہے۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تو

توہین کی تو دریائے نیل میں ڈبو دیا گیا۔ کفار نے حضرت نوح علیہ السلام کی توہین کی تو صفحۂ ہستی سے مٹ گئے کہ یہ سب شیطان کے چیلے، بے ادب تھے۔ حضور ﷺ کا بے ادب ایمان دار نہیں ہوسکتا نہ نجات پا سکتا ہے۔ خدا نے پارہ ۱۵ میں فرمایا ہے۔ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا (پ ۱۵، سورۃ کہف: ۱۷)۔ جسے اللہ گمراہ کرے اس کا نہ کوئی ولی ہے نہ مرشد۔ پ ۱۴ میں فرمایا۔ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ (پ ۱۴، سورۃ الحجر: ۵۶)۔ اللہ کی رحمت سے ناامید گمراہ ہے۔

چونکہ حضور نبی کریم ﷺ شفیع المذنبین کو اپنے منصب نبوت، رسالت پر یقین ہے کہ وہ مغفور ہیں، معصوم ہیں۔ ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتے۔ اس لئے معذب نہیں۔ اس پر ان کا ایمان ہے کہ وہ امت کے لئے شفیع ہیں۔

جو حضور ﷺ کے علم میں کمی کا اظہار کرتے ہیں وہ حضور کے منصب رسالت پر ایمان نہیں رکھتے نہ اُمت محمدیہ کی بخشش پر ان کو یقین ہے۔ لہٰذا ایسا عقیدہ سراسر باطل ہے اور ایسے لوگ گمراہ ہیں اور وہ حضور ﷺ کے کمالات اور اوصاف حمیدہ کے منکر ہیں مگر اہل سنت و جماعت خدا کے فرمان وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے مطابق حضور ﷺ کی شان بیان کرنا خیر و ایمان سمجھتے ہیں کہ یہ خدا کے فرمان کی تعمیل ہے۔

اور مزید یہ کہ سورہ اعراف پ ۹ میں بیان ہے۔ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ (سورۃ الاعراف: ۱۵۶)

ترجمہ: اور ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی لکھ اور آخرت میں بیشک ہم تیری طرف رجوع لائے۔

اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نعمتوں کی عطا کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ دین و دنیا کی بھلائی، توفیق خیر اور مخلوق میں اچھا ذکر اور آخرت میں خیر و مغفرت عطا کر۔ یہ نعمتیں صدقہ امام الانبیاء کے حضور ﷺ کے غلاموں کو بغیر مطالبہ مل رہی ہیں۔

حضور ﷺ کی تعریفیں تورات اور انجیل میں مذکور ہیں جیسا کہ پ ۹، سورۃ الاعراف، آیت (۱۵۷) میں اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ۔ کہ بھلائی کا حکم دے گا برائی سے منع کرے گا، اچھی چیزیں حلال کر دے گا، گندی اور بری حرام کرے گا، لوگوں کے گناہوں کے بوجھ اور گلے کے طوق اتارے گا جو آپ کے اختیار میں ہے۔

لہٰذا حضور ﷺ کی تعظیم قولاً عملاً مومنوں پر لازم اور رکن ایمان ہے سوائے سجدہ کے ہر طرح کی تعظیم فرض ہے کہ آیت میں اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ (پ ۹، سورۃ الاعراف: ۱۵۷) کا فرمان خداوندی اس کا ثبوت ہے۔ جس کا انکار بے دینی اور گمراہی کے سوائے اور کچھ نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب لوگ اٹھائے جائیں گے ان میں سب سے پہلے ہم قبر انور سے باہر آئیں گے اور جب لوگ وفد بنیں گے تو ہم پیشرو ہونگے جب لوگ خاموش ہوں گے ہم ان کے خطیب ہوں گے۔ جب لوگ روکے ہوئے ہوں گے ہم ان کے شفیع ہوں گے۔ جب لوگ مایوس ہونگے ہم ان کو بشارت دینے والے ہوں گے۔ اس دن عزت اور کنجیاں ہمارے ہاتھ میں ہوں گی۔ حمد کا جھنڈا اس دن ہمارے ہاتھ میں ہوگا۔ میں ساری اولاد آدم میں اپنے

رب کے نزدیک عزت والا ہوں گا۔ ہمارے پاس ایک ہزار خدام ہوں گے۔ گویا وہ محفوظ انڈے ہیں یا بکھرے موتی۔ (مشکوٰۃ، ترمذی، دارمی)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مدارج النبوۃ میں ہے کہ اس دن ظاہر ہو جائے گا کہ حضور مالکِ یوم الدّین کے نائب ہیں۔ وہ دن آپ کا دن ہے اس دن بحکمِ خدا آپ ہی کا دن ہوگا۔

قیامت کے دن چابیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوں گی۔ قیامت کے روز صراط کے پاس ایک منبر بچھایا جائے گا پھر ایک فرشتہ آکر اس کے پہلے زینے پر کھڑا ہوگا اور نداء کرے گا۔ اے گروہ مسلمانان! جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا جس نے نہ پہچانا تو میں داروغہ دوزخ ہوں۔ خدا نے مجھے حکم دیا کہ جہنم کی چابیاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سپرد کروں، گواہ ہو جاؤ۔ پھر ایک فرشتہ دوسرے زینہ پر کھڑا ہوگا۔ پکارے گا، اے گروہ مسلمین! جس نے مجھے پہچانا اس نے جانا۔ جس نے نہ جانا تو میں داروغہ جنت رضوان ہوں مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ جنّت کی کنجیاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ ابوبکر کے سپرد کردوں گواہ ہو جاؤ۔ (کتاب التحقیق فی فضل الصدیق من کتاب الاکتفاء فی فضل اربعہ خلفاء)

کتاب شرف النبوۃ میں حافظ ابو سعید عبدالمالک بن عثمان حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب اگلے پچھلے لوگوں کو جمع فرمائے گا اور دو منبر نور کے عرش کے دائیں بائیں بچھائے

جائیں گے، ان پر دو شخص چڑھیں گے، داہنے والا پکارے گا، اے جماعت مخلوق جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا تو میں رضوان داروغہ جنت ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جنت کی کنجیاں محمد مصطفےٰ ﷺ کے سپرد کروں، اور محمد ﷺ نے حکم دیا کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) دونوں کو دوں کہ وہ اپنے دوستوں کو جنت میں داخل کریں۔ سننے پر گواہ ہو جاؤ۔ پھر بائیں جانب والا پکارے گا۔ اے جماعت مخلوق جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا تو میں داروغہ دوزخ ہوں۔ مجھے اللہ عزوجل نے حکم دیا کہ دوزخ کی کنجیاں محمد ﷺ کے سپرد کروں اور محمد ﷺ نے حکم دیا کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کو دوں کہ وہ اپنے دشمنوں کو جہنم میں داخل کریں۔ سنتے ہو گواہ ہو جاؤ۔

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا

کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

بیہقی و ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت اُم دردا سے جو راوی ہیں کعب احبار سے پوچھا کہ توارات میں حضور اقدس ﷺ کی نعت کیسی پاتے ہو؟ فرمایا توارات میں حضور ﷺ کا وصف یوں ہے۔ محمد اللہ کے رسول ہیں، ان کا نام متوکل ہے۔ نہ درشت خو، نہ سخت گو، نہ بازاروں میں چلانے والے، وہ کنجیاں دیئے گئے ہیں تاکہ ان کے ذریعے سے اللہ پھوٹی آنکھیں بینا کرے بہرے کان شنوائی والے ٹیڑھی زبانیں سیدھی کرے۔ یہاں تک کہ لوگ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ کی مدد کریں گے کہ کمزور سمجھے جانے سے بچائیں گے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں بیان کرتے ہیں کہ
تورات کے سفر چہارم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ بیشک
حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے اولاد ہوگی، اس کے بچوں میں وہ ہوگا جس کا ہاتھ سب سے بالا
ہے، اور سب کے ہاتھ اس کی طرف پھیلتے ہیں اور عاجزی کرتے ہیں، گڑگڑاتے ہیں'
وہ محمد رسول اللہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ
کے حمل مبارک کی نشانیوں میں سے تھا۔ کان من دلالۃ حمل رسول اللہ ان کل
دابۃ کانت بقریش نطقت تلک الیلۃ وقالت حمل رسول اللہ ورب کعبۃ
وھوا مان الدنیا و سراج اھلھا۔ کہ قریش کے جتنے چوپائے تھے سب نے اس
رات کلام کیا اور کہا رب کعبہ کی قسم! رسول اللہ حمل میں تشریف فرما ہوئے، وہ تمام دنیا
کی پناہ اور اہل عالم کے سورج ہیں۔

حافظ ابوزکریا یحییٰ بن عابد اپنے مولد میں حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ
عنہما) سے مروی ہیں کہ حضرت آمنہ زہرہ نے بعد ولادت دریافت کیا تو خازن جنت
نے عرض کی کہ حضور ﷺ کے ساتھ نصرت کی کنجیاں ہیں۔ رعب و دبدبہ کا جامہ پہنایا
گیا کہ جو حضور کا چرچا سنے گا اس کا دل دہل جائے گا اور جگر کانپ اٹھے گا اگرچہ
حضور ﷺ کو نہ دیکھا ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت وشان کے متعلق خداتعالیٰ کے فرمان پر غور
کریں تو معلوم ہوگا کہ

پ ۱۱، سورہ توبہ میں لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا

عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (آیت:۱۲۸) کے ارشا
خداوندی میں ہے کہ بیشک تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تم میں سے آئے
ایسے کہ جیسے جسم میں جان، جس کو ہر عضو کی تکلیف کا احساس ہوتا کہ ان پر تمہار
مشقت میں پڑنا گراں ہوتا ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مومنوں پر
کمال مہربان، امت کے دکھ درد سے ہمیشہ باخبر ہیں کہ حضور ﷺ کے قلب مبارک کو
اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ حضور امت کے رکھوالے ہیں پھر قیامت کے روز ان کی
شان محبوبی کا اظہار اس قدر کے جنت اور دوزخ کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں دی
جائیں گی۔ ایسی حالت میں امتی کو مصیبت میں گرفتار دیکھ کر اس کا مداوا کرنے والے
امتی کے دکھ درد اور مصیبت کو دور کیوں نہ فرمائیں گے۔ جب حضور کے قلب مبارک
کو اس دکھ سے تکلیف ہوگی اس لئے امتی کا فرض ہے کہ خدا کے فرمان اُدْخُلُوْا فِی
السِّلْمِ کَآفَّۃً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ (پ۲، البقرہ:۲۰۸) پر عمل کرتے
ہوئے اسلام میں پورا پورا داخل ہو جائے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب وہ دامن مصطفےٰ
ﷺ کو تھامے رکھے اور اس کو ہاتھ سے نہ چھوڑے ورنہ حضور ﷺ کا بے ادب اور
گستاخ جس زبان سے دعویٰ کرے کہ وہ امتی ہے اسی زبان سے حضور ﷺ کی شان
کے خلاف عقیدہ باطلہ رکھے دو زبان والا ہے کیونکہ خدا کے فرمان وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ
کے خلاف عقیدہ ہے۔ اس لئے مومن وہی ہے جو گستاخان رسول کے عقائد باطلہ
سے بچتے ہوئے حضور ﷺ کے مقام اور عظمت خیر الانام پر صلوٰۃ وسلام زبان پر جاری
رکھے اور اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ کا ہدیہ بھیجنے میں بخل نہ کرے۔ نہ
انکار کرے ہمیشہ حضور ﷺ سے رابطہ قائم رکھے اور ایمان رکھے کہ حضور ہی نجات کا

ذریعہ ہیں۔اس وسیلے کے بغیر جنت کی ہوا بھی نہیں کھا سکتا۔

ملت کے ساتھ رابطہ تو استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

علمِ قیامت

علمِ قیامت کے بارے میں عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ (پ۲۹،سورۃ جن:۲۶) کے تحت علامہ علاؤ الدین تفسیر خازن میں بیان کرتے ہیں کہ خدا جس کو چاہے اپنی نبوت ورسالت کیلئے انتخاب کرے اور جس پر وہ چاہے اس پر غیب کا اظہار فرما دیتا ہے تاکہ ان مغیبات سے جن کی وہ خبر دیتے ہیں ان کی نبوت کی دلیل ہو اور ان کا معجزہ ہو۔

علمِ ما فی الارحام

علمِ ما فی الارحام کے بارے حدیث میں ہے۔پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نے جو دیکھا بہتر دیکھا انشاءاللہ میری بیٹی فاطمہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا جو تیری گود میں رہے گا۔تو پیدا ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ (مشکوٰۃ ص۵۷۲)

علمِ ما فی الغد

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔اِنَّ اَحَدَکُمْ یُجْمَعُ فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا ثُمَّ یَکُوْنُ عَلَقَةً ثُمَّ یَکُوْنُ مُضْغَةً ذَالِكَ ثُمَّ یَبْعَثُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَیْهِ مَلَكًا بِاَرْبَعِ کَلِمَاتٍ فَیَکْتُبُ

عَمَلَهٗ وَاَجَلَهٗ وَرِزْقَهٗ وَشَقِیٌّ اَوْ سَعِیْدٌ ثُمَّ یُنْفَخُ فِیْهِ الرُّوْحِ (بخاری کتاب الانبیاء، بخاری کتاب بدء الخلق)

ترجمہ : حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہاری پیدائش کا طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن نُطفہ رکھا جاتا ہے، پھر جما ہوا خون، اسی طرح چالیس دن، پھر گوشت کا لوتھڑا چالیس دن تک رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس لوتھڑے کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کے متعلق چار باتیں لکھتا ہے۔ اس کے اعمال، موت کا وقت، اس کا رزق، اس کا بد بخت یا نیک بخت ہونا، پھر اس لوتھڑے میں روح پھونکی جاتی ہے۔

عِلم بائی ارضٍ تموت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ بیشک نبی کریم ﷺ نے جنگِ بدر کے موقع پر ایک دن پہلے ہی فرما دیا کہ فلاں کا فر کل اِس جگہ مرے گا اور فلاں کا فر کل اس جگہ مرے گا انشاء اللہ۔ تو فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس رب ذوالجلال کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، جس جس جگہ حضور علیہ السلام نے کافروں کے مرنے کی جگہ کے نشان لگائے تھے اسی جگہ پر وہ کافر مرے اور ذرہ بھر ان نشانوں سے تجاوز نہ کیا۔

عصمتِ انبیاء کو ماننے والا ہی مومن ہے، انکار کرنیوالا مومن نہیں ہوسکتا

آیات قرآن کریم سے ثبوت ملاحظہ کریں۔

(۱) اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ (پ۱۴، سورۃ الحجرات آیت:۴۲) بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے شیطان سے کہا کہ اَے ابلیس میرے خاص بندوں پر تیری دسترس نہیں۔ثابت ہوا کہ سارے انبیاء معصوم ہیں اور بعض اولیاء کرام کاملین محفوظ ہیں۔

(۲) لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ (پ۲۳، سورۃ ص آیت ۸۳،۸۲) شیطان نے خود اقرار کیا کہ اے مولیٰ میں ان سب کو گمراہ کروں گا سوائے تیرے خاص بندوں کے۔

ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے خود بیان فرمادیا کہ شیطان کی دسترس انبیائے کرام تک نہیں کہ وہ ان کو گناہ میں ملوث کر کے ان کی عصمت کو خراب کرسکے، لہٰذا وہ گنہگار نہیں ہوسکتے۔اس میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ شیطان خود انبیاء کو معصوم مانتا ہے، اس لئے اپنی دسترس سے وراء مانتا ہے مگر دورِ حاضرہ کے بعض بے دین اور گمراہ لوگ ان کو گنہگار اور مجرم قرار دیکر شیطان سے سبقت لے گئے ہیں اور اس کے باوجود دعویٰ ایمان بھی ہے۔

(۳) مَا کَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِکَ بِاللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ (پ۱۲، سورۃ یوسف آیت ۳۸) حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء کو لائق نہیں کہ خدا کے ساتھ شرک

کریں اور کسی چیز کو اللہ کا شریک ٹھہرائیں۔

(۴) وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ (پ۱۲، سورۃ ھود آیت ۸۸)

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اس کا ارادہ بھی نہ کروں گا کہ جس چیز سے تمہیں منع کروں اسے خود کرنے لگوں۔

ان آیات سے واضح ہوا کہ انبیاء کرام شرک اور گناہ کا کبھی ارادہ بھی نہیں کرتے، جو ان کی عصمت کی دلیل ہے۔

(۵) وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ (پ۱۳، سورۃ یوسف آیت ۵۳) میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں کہتا، بیشک نفس تو برائی کا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے۔

بیشک عام نفوس انسانوں کو برائی کا حکم کرتے ہیں، سوائے ان نفوس کے جن پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور وہ نفوس انبیاء کرام کے ہیں۔ ان کو اپنے نفس فریب دیتے ہی نہیں کیونکہ یہ ان پر رب کا فضل ہے۔ اور اس پر نازاں نہ ہونے کیلئے فرمایا کہ یہ رب کا شکر ہے کہ میرا پاک دامن رہنا اور زلیخا کی طرف التفات نہ کرنا میرا اپنا کمال نہیں اور نہ ہی میں اس پر شیخی کرتا ہوں۔ انکساری کا اظہار کرنے کیلئے فرمایا کہ میں اپنے نفس کو بے قصور ہونے کا اعلان نہیں کرتا۔ یہ بیان حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر کے قاصد کو دیا تھا۔

اس آیت سے ایک تو یہ واضح ہوا کہ انبیاء کرام گناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ نفس انسانی امارہ ہے۔ کوئی اپنے نفس پر مطمئن نہیں مگر انبیائے کرام کے

نفوس اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّی میں داخل ہیں۔اس لئے شیطان کی ان تک رسائی نہیں، اسی لئے یوسف علیہا السلام نے یہ نہ فرمایا کہ میرا نفس امارہ ہے۔(تفسیر نعیمی)

(۶) اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۔ (پ۳،سورۃ آل عمران آیت ۳۳) بیشک چن لیا ہے اللہ نے آدم،نوح،آل ابراہیم اور آل عمران کو سارے عالمین اور جہاں سے۔

اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ انبیاء کرام عالمین سے افضل ہیں اور عالمین یعنی جہانوں میں ملائکہ بھی ہیں،اور ملائکہ کی صفت اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے۔لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ ۔(پ۲۸،سورۃ التحریم:۶)وہ کبھی نافرمانی کرتے ہی نہیں۔اس لئے اگر انبیاء گنہگار ہوں تو ملائکہ ان سے بڑھ کر معصوم ہیں۔ بزرگوں کی اولاد ہونا دینی عزت کا باعث ہے کہ آل ابراہیم اسلئے افضل کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مومن اولاد تھی۔

(۷) قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ (پ۱،سورۃ البقرہ آیت ۱۲۴) فرمایا۔ ہمارا عہد نبوت ظالمین یعنی گنہگاروں فاسقوں کو نہ ملے گا۔جس سے واضح ہوتا ہے کہ نبوت اور فسق وگناہ جمع نہیں ہوسکتے،یعنی فاسق نبی نہیں ہوسکتا اور نہ نبی فاسق ہوسکتا ہے۔

قرآن کریم سے انبیائے کرام کے ارشادات: لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔(پ۸،سورۃ الاعراف آیت ۶۱)اے میری قوم مجھ میں گمراہی بالکل نہیں لیکن میں تو رب العالمین کا رسول ہوں۔

اس ارشاد میں نبوت اور گمراہی کا اجتماع ناممکن بیان ہوا ہے،اور اس کی

وجہ یہ ہے نبوت نُور ہے اور گمراہی تاریکی ہے۔ گویا نور اور تاریکی دو ضدیں ہیں۔ اس لئے یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ نور اور تاریکی اکٹھی ہوسکیں انبیاء کرام کو گمراہی کے مرتکب ظاہر کرنے والے خود گمراہی اور تاریکی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین
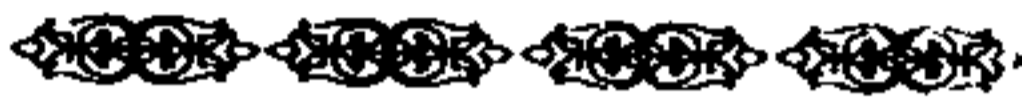
عصمتِ انبیاء کا ثبوت.....حدیث پاک کی روشنی میں

(۱) مشکوٰۃ باب فی الوسوسہ، فصل پہلی ص ۲۲ میں بیان ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ بَنِیْ آدَمَ مَوْلُوْدٌ اِلَّا یَمَسُّهُ الشَّیْطَانُ حِیْنَ یُوْلَدُ فَیَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِّنْ مَّسِّ الشَّیْطَانِ غَیْرَ مَرْیَمَ وَابْنِهَا (متفق علیہ)

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ آدم کا کوئی بیٹا ایسا پیدا نہیں کیا گیا جس کو پیدا کئے جانے کے وقت شیطان نے چھوا نہ ہو، پس جس وقت شیطان اس کو چھوتا ہے وہ تکلیف سے چیختا ہے مگر مریم اور اسکے بیٹے کو شیطان نے نہیں چھوا۔

(۲) مشکوٰۃ باب فی الوسوسہ، پہلی فصل میں ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ وُکِّلَ بِهٖ قَرِیْنُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَقَرِیْنُهٗ مِنَ الْمَلَائِکَةِ قَالُوْا وَاِیَّاکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاِیَّایَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِیْ عَلَیْهِ فَاَسْلَمَ فَلَا یَاْمُرُنِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ : حضرت ابن مسعود سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کا کوئی قرین ہم نشین جن اور ملائکہ میں سے مقرر نہ کیا گیا ہو۔ صحابہ نے یہ سن کو پوچھا اور یا رسول اللہ آپ کیلئے؟ فرمایا: ہاں میرے لئے بھی لیکن

اللہ نے اس پر مجھ کو غلبہ بخشا ہے۔ میں اس سے محفوظ رہتا ہوں اور وہ مجھ کو ہمیشہ بھلائی کی ہدایت کرتا ہے۔ (مسلم)

ان احادیث میں یہ بیان ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم شیطان کے وسوسہ سے اور اس کی حرکتوں سے محفوظ ہیں۔

(۳) مشکوٰۃ باب علامات نبوت کی پہلی فصل میں بیان ہے۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَاہُ جِبْرَئِیْلُ وَھُوَ یَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَاَخَذَہٗ فَصَرَعَہٗ فَشَقَّ عَنْ قَلْبِہٖ فَاسْتَخْرَجَ مِنْہُ عَلَقَۃً فَقَالَ ھٰذَا حَظُّ الشَّیْطَانِ مِنْکَ ثُمَّ غَسَلَہٗ فِیْ طَشْتٍ مِّنْ ذَھَبٍ بِمَآءِ زَمْزَمَ ثُمَّ لَاَمَہٗ وَاَعَادَہٗ فِیْ مَکَانِہٖ وَجَاءَ الْغِلْمَانُ یَسْعَوْنَ اِلٰی اُمِّہٖ یَعْنِیْ ظِئْرَہٗ فَقَالُوْا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ فَاسْتَقْبَلُوْہُ وَھُوَ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ قَالَ اَنَسٌ فَکُنْتُ اَرٰی اَثَرَ الْمِخْیَطِ فِیْ صَدْرِہٖ۔ (رواہ مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بچپن میں بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، کہ جبریل آپ کے پاس آئے اور آپ کو پکڑ لیا۔ چت لٹایا اور پھر آپ کے سینے کو دل کی طرف سے چاک کیا اور آپ کے دل میں سے خون بستہ کا ایک ٹکڑا سیاہ رنگ کا نکالا اور کہا کہ یہ تمہارے جسم کے اندر شیطان کا حصہ ہے اور حضرت جبرئیل نے اس کو سونے کے طشت میں ڈال کر زمزم کے پانی سے دھویا، پھر اس کو اس کے مقام پر رکھ کر سینے کو ملا دیا۔ بچے جو آپ کے ساتھ کھیل رہے تھے دوڑے

ہوئے آپ کی ماں دایہ کے پاس گئے اور کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مار ڈالا گیا لوگ آپ کی تلاش میں آئے اور آپ کو اس حال میں پایا کہ آپ کے چہرے کا رنگ متغیر تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ کے سینے اقدس پر سلائی کا نشان دیکھا کرتا تھا۔

(۴) مشکوۃ باب الغسل میں بیان ہے کہ انبیاء کرام کو خواب میں شیطانی اثر نہیں ہوتا اسی لئے وہ اور ان کی بیبیاں احتلام سے محفوظ رہتی ہیں۔

(۵) انبیائے کرام کو جنابانی بھی نہیں آتی کیونکہ وہ بھی شیطانی اثر ہوتا ہے۔ اسی شیطانی کے اس اثر کو دُور کرنے کیلئے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھا جاتا ہے۔

(۶) حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس راستے سے گزرتے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا۔

(مشکوۃ باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مقام ہے کہ ان پر اس قدر نظر کرم ہوگئی کہ شیطان ان کے راستے سے بھاگ جاتا تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام کتنا بلند ہے۔ گویا انبیائے کرام شیطان پر حاوی ہوتے ہیں، اس لئے اُن کا ارتکاب گناہ ناممکن ہے۔

اقوالِ علمائے اُمّت سے عصمتِ انبیاء کا ثبوت

اجماع امت کا اس پر عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام معصوم اور گناہ سے محفوظ ہوتے ہیں۔ چنانچہ تفسیرات احمدیہ میں بیان ہے کہ "اِنَّهُمْ مَعْصُوْمُوْنَ عَنِ الْكُفْرِ قَبْلَ الْوَحْيِ وَبَعْدَهٗ بِالْاَجْمَاعِ وَكَذَا عَنْ تَعَمُّدِ الْكَبَائِرِ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ۔"

انبیائے کرام وحی سے پہلے اور بعدہ' کفر سے معصوم ہیں۔ ایسے ہی علمائے کرام کے نزدیک دیدہ دانستہ کبیرہ گناہ سے بھی محفوظ ہیں۔

شرح عقائد نسفی، شرح فقہ اکبر، تفسیرات احمدیہ، مدارج النّبوۃ، مواہب الدنیہ، شفاء شریف، نسیم الریاض اور تفسیر روح البیان آیت مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ (الشوریٰ:۵۲) کی تفسیر میں بیان ہے۔

فَاِنَّ اَهْلَ الْوُصُوْلِ اِجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنَّ الرُّسُلَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ قَبْلَ الْوَحْيِ مَعْصُوْمِيْنَ مِنَ الْكَبَائِرِ وَمِنَ الصَّغَائِرِ الْمُوْجِبَةِ لِنَفْرَةِ النَّاسِ عَنْهُمْ قَبْلَ الْبِعْثَةِ وَبَعْدَهَا فَضْلًا عَنِ الْكُفْرِ۔

ترجمہ : یعنی اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام وحی سے پہلے مومن تھے اور گناہ کبیرہ نیز ان صغائر سے جو نفرت کا باعث ہوں، نبوت سے پہلے معصوم تھے اور بعد میں چہ جائیکہ کفر کا ارتکاب ہو۔

مندرجہ بالا عبارات سے عصمتِ انبیاء کا ثبوت ملاحظہ کر چکے، اب عقل سلیم کی روشنی میں ملاحظہ ہو۔

(ا) کفر اور فسق تین وجوہ کی بنا پر ہوتا ہے۔

(ا) عقائد کی بے خبری سے (ب) نفس کی سرکشی سے (ج) شیطان کے اغواء سے۔

(ا) یہ تو آپ معلوم کر چکے ہیں کہ انبیاء کرام عارف باللہ ہوتے ہیں، اس لئے بے خبر نہیں ہو سکتے۔ (۲) ان کے نفوس پاک ہوتے ہیں، اس لئے نفس امارہ کے تابع نہیں ہو سکتے۔ (۳) وہ شیطان کے اغوا سے محفوظ ہوتے ہیں۔ شیطان کا عمل اور دخل ان پر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کفر اور فسق ان سے سرزد نہیں ہو سکتا۔

(۲) نبی کی اطاعت فرض ہے، اسی طرح سے فاسق کی مخالفت بھی ضروری ہے۔ اگر نبی فاسق بھی ہوتا تو اس کی اطاعت جس طرح ضروری ہے ویسے ہی اس کی مخالفت بھی ضروری ہو جاتی اور یہ اجتماع ضدین ہے جو ناممکن ہے۔ متقی کی خبر بلا تحقیق قبول کر لینی چاہئے مگر فاسق کی نہیں۔ چنانچہ فرمان خداوندی ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا (پ ۲۶، سورۃ الحجرات آیت ۶)

اے مومنو! اگر فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی بات کو بلا تحقیق نہ ماننا چاہئے بلکہ اس کی تحقیق کر لینی چاہئے۔ اسی خالق کائنات جل شانہٗ کا فرمانِ عالیشان ہے۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ

(پ ۲۲، سورۃ الاحزاب آیت ۳۶)

ترجمہ : اور نہ کسی مسلمان مرد اور عورت کو حق پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کچھ فرما دیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار ہے۔

ان آیات کی رو سے اگر نبی فاسق ہو تو جیسے نبی ہونے کی حیثیت میں اس کی بات بلا تحقیق ماننا ضروری ہے، ویسے ہی فاسق ہونے کی حیثیت میں بات بلا تحقیق ماننا بھی ضروری ہے۔ گویا نبی کا گنہگار ہونا اجتماع نقیضین ہے جو ناممکن ہے۔

(۳) پیغمبر اور نیک انسان سے اللہ تعالیٰ راضی ہے، اس لئے وہ حزب اللہ میں داخل ہے۔ اگر وہ گنہگار ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہے اور وہ حزبُ الشیطان میں داخل ہے کیونکہ اس سے شیطان راضی ہے۔ اور یہ بھی ناممکن ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے کہ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ (پ ۲۳، سورۃ ص آیت ۲۸) کیا ہم نے متقین کو فاجر لوگوں کے برابر بنایا ہے۔ نبی اگر جس وقت گناہ کرے اس وقت اس کا امتی نیکی کرتا ہو تو یہ لازم آئے گا کہ اس گھڑی امتی نبی سے افضل ہوگا اور یہ عقیدہ باطل ہے کیونکہ ایک آن کیلئے امتی نبی سے نہ بڑھ سکتا ہے اور نہ برابر ہوسکتا ہے۔ جب متقی اور فاسق برابر نہیں، نبی اور غیر نبی برابر نہیں تو نبی فاسق نہیں ہوسکتا۔

(۵) بدعقیدہ کی تعظیم حرام ہے۔ احادیث پاک میں ہے۔ مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ ۔ جس نے بدعقیدہ کی تعظیم کی اس نے اسلام کی بربادی میں مدد کی۔ مگر نبی کی تعظیم واجب ہے۔ ارشاد رب العزت ہے۔ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۔ (پ ۲۶، سورۃ فتح آیت ۹) اس کی عزت اور توقیر کرو۔ نبی اگر فاسق اور گنہگار ہو تو اس کی تعظیم واجب بھی اور حرام بھی ہو اور یہ ناممکن ہے۔

(۶) وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ .... (پ ۵، سورۃ النساء آیت ۶۴)

اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو محبوب تیرے در پر حاضر ہوں پھر معافی چاہیں اور رسول شفاعت کریں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اس آیت کی رو سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم گنہگاروں کی بخشش کا وسیلہ ہیں کہ دربارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر ان کے وسیلے سے بخشش کیلئے استغفار کریں اگر نبی پاک خود ہی گنہگار ہوں تو آپ کا وسیلہ کون رہا۔ لہٰذا وہی وسیلہ ہو سکتا ہے جو گناہ سے پاک ہو۔

(۷) نبوت ایک بڑی بے بہا نعمت ہے۔ اور خدا کا ارشاد ہے۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (پ ۸، سورۃ الانعام آیت ۱۲۴) اللہ تعالیٰ ان پاک نفوس کو جانتا ہے جو اس کی رسالت کے لائق ہیں۔ اسی لئے بڑی قیمتی چیز ہے اور ایسی چیز ہمیشہ قیمتی برتن میں رکھی جاتی ہے۔ موتی، ہیرے، جواہرات سنہری زیورات کا بکس بھی قیمتی ہوتا ہے۔ وہ گندگی سے محفوظ ہوتا ہے۔ لہٰذا لازم ہے کہ انبیاء کے دل ہر قسم کی گندگی اور عیب سے پاک ہوں۔

(۸) جب فاسق اور فاجر کی خبر بغیر گواہی کے اعتماد کے قابل نہیں تو انبیاء کرام اگر فاسق، فاجر، گناہ گار ہوتے تو ان کی کوئی خبر بغیر گواہی کے قابل اعتماد نہ ہو سکتی، حالانکہ ان کی ہر بات غیر نبی کے لئے باعث حاجت اور دلیل ہے۔ اسی لئے حضرت ابو خزیمہ انصاری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر کہ انہوں نے اونٹ خریدا ہے اس کی تصدیق میں گواہی اس بنا پر دی کہ جب ہم ہر معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ سچا ہے تو اونٹ کی خرید پر گواہی کیوں نہ دوں کہ یہ بیع حقیقی اور سچی ہے۔ چنانچہ

اللہ تعالیٰ ان کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر فرمادیا۔

ان حقائق کی موجودگی میں انبیائے کرام کو معصوم ماننا ہی دین ہے، ان کا انکار کفر ہے۔ اور جو فرق انبیائے کرام کو گنہگار، مشرک اور کافر قبل از نبوت قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ توبہ کر کے نبی ہوئے وہ بے دین اور سراسر گمراہ ہیں کیونکہ انبیائے کرام ہر وقت اور ہر آن معصوم ہوتے ہیں، اس لئے کہ اعلانِ نبوت سے پہلے وہ بدعقیدگی کفر اور شرک اور ذلیل حرکتوں سے معصوم ہیں، چاہے عمداً یا سہواً ایک آن کے لئے بھی ان کی اس شان کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ وہ عارف باللہ ہی پیدا ہوتے ہیں۔

مدراج النبوۃ اور مواہب اللدنیہ میں بیان ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی عرش پر لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـہِ لکھا ہوا پڑھ لیا، جس سے نا صرف ان کا عارف باللہ ہونا ثابت ہوتا ہے بالکل بغیر استاد کے پڑھا لکھا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا (پ ۱۶، سورۃ مریم آیت ۳۰) میں اللہ کا بندہ ہوں (خدا کا بیٹا نہیں) مجھے اس نے کتاب (انجیل) عطا فرمائی اور نبی بنایا، اور یہ بھی فرمایا۔ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا ○ وَّ بَرًّا بِوَالِدَتِیْ (مریم آیت ۳۱۔۳۲) مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں نماز اور زکوٰۃ ادا کروں اور اپنی والدہ سے حسن سلوک کروں۔ اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بوقت پیدائش ہی اللہ کی ربوبیت، اپنی نبوت اور عطائے انجیل سے باخبر تھے۔ وہ تہذیب اخلاق، تدبیر منزل اور حکمت عملی سے بھی باخبر تھے، اسی لئے پیدا ہوتے ہی اپنی نبوت کا اعلان کر کے والدہ کی عصمت کا ثبوت بہم پہنچا دیا کہ نبی کی

والدہ کبھی گنہگار اور باغی نہیں ہوسکتی۔ وہ نزول انجیل سے پہلے ہی انجیل سے خبردار تھے لہٰذا امام الانبیاء ﷺ نزول قرآن سے پہلے احکام قرآنی سے خبردار تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بچپن ہی میں توحید کی حجت قائم کرنے کیلئے چاند، سورج، ستاروں کی پرستش کو شرک اور کفر ثابت کر دیا کہ جو ڈوبنے والے ہیں وہ خدا نہیں ہوسکتے اور فرمایا۔ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ (پ ۷، انعام: آیت ۷۶) یعنی عالم متغیر ہونے والا ہے اور جو متغیر ہونے والا ہے وہ حادث ہے۔ لہٰذا عالم حادث ہے، جو حادث ہے وہ خدا نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا کی ذات قدیم ہے۔ ان کی اس دلیل کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرما کر ارشاد فرمایا۔ تِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَیْنٰهَآ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰی قَوْمِهٖ (پ ۷، الانعام: آیت ۸۳) یہ دلائل ہم نے ابراہیم کو عطا فرمائے جو انہوں نے قوم کو پیش کیے۔ نبی کا علم لدنی ہوتا ہے، وہ کسی کا شاگرد نہیں ہوتا۔

مدارج النبوۃ اور مواہب لدنیہ میں ہے۔ کہ آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان یہ ہے کہ حضور ﷺ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کر کے امت کی شفاعت کیلئے فرمایا۔ رَبِّ هَبْ لِیْ اُمَّتِیْ۔ کہ اے میرے رب میری اُمّت کو بخش دے۔ اس سے نا صرف یہ کہ حضور ﷺ نے پیدا ہوتے ہی اپنے رب کو پہچان لیا، بلکہ اپنی نبوت اور نبوت کے درجات شفاعت وغیرہ کو اپنی اُمت کو پہچان لیا، کیونکہ حضور ﷺ کو یہ پہچان دے کر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیجا۔ غیر نبی دنیا میں آئے تو بچپن میں کھیل کود کی طرف رغبت کرتا ہے مگر حضور ﷺ نے بچپن میں ہی اس کی تردید یوں فرمائی۔ مَا خُلِقْنَا لِهٰذَا۔ کہ ہم اس لئے پیدا نہیں ہوئے اور اعلانِ نبوت کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے اس بیان کی یوں تصدیق فرمائی۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا

لِیَعْبُدُوْنِ (پ ۲۷، سورۃ الذاریات آیت ۵۶) کہ ہم نے جنوں اور انسانوں کو عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ اس کے ماسوا کیلئے پیدا نہیں کیا۔ اور امام الانبیاء ﷺ کا ارشاد ہے کُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ۔ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم آب وگل میں جلوہ گری کر رہے تھے۔ حضور ﷺ کی روزِ اوّل سے نبوت کی دلیل ہے جو ابد تک قائم ہے۔

اللہ خالق کائنات جل وعلا نے ارشاد فرمایا۔ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ (پ ا، سورۃ البقرہ آیت ۱۲۴) فرمایا کہ میرا عہد نبوت ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

تفسیراتِ احمدیہ میں اس کی تفسیر یوں بیان ہوئی ہے۔ اِنَّهُمْ مَعْصُوْمُوْنَ عَنِ الْكُفْرِ قَبْلَ الْوَحْيِ وَبَعْدَهٗ بِالْاِجْمَاعِ۔ انبیاء کرام وحی سے پہلے اور بعد کے زمانہ میں معصوم ہوتے ہیں۔ کفر کے مرتکب نہیں ہو سکتے۔ اور نبی آخر الزمان ﷺ کے بارے میں ارشاد ہے۔ لَاجَلَا فَلَا حَدَّ فِیْ اَنَّ نَبِیَّنَا عَلَیْهِ السَّلَامُ لَمْ یَرْتَکِبْ صَغِیْرَةً وَّلَا کَبِیْرَةً طَرْفَةَ عَیْنٍ قَبْلَ الْوَحْیِ وَبَعْدَهٗ کَمَا ذَکَرَهٗ۔ امام ابو حنیفہ فی الفقہ الاکبر، تفسیر روح البیان زیرِ آیت...... مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ (پ ۲۵، سورۃ الشوریٰ آیت ۵۲) یعنی کسی نبی سے کسی گناہ کا ارتکاب ناممکن ہے۔ نبی آخر الزمان ﷺ نے کسی آن واحد میں بھی کوئی گناہ صغیرہ یا کبیرہ اعلان وحی سے پہلے نہیں کیا اور نہ بعد اس کے۔ جیسا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ اکبر میں جو بیان فرمایا ہے، اس کی زیرِ آیت مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ ۔ تفسیر روح البیان میں یوں تفسیر ہوئی۔ یَدُلُّ عَلَیْهِ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ قِیْلَ لَهٗ هَلْ عَبَدْتَّ وَثَنًا قَطُّ قَالَ لَا قِیْلَ هَلْ شَرِبْتَ خَمْرًا قَطُّ قَالَ لَا فَمَا زِلْتُ اَعْرِفُ اَنَّ الَّذِیْ هُمْ عَلَیْهِ کُفْرٌ۔

ترجمہ : یہ دلالت اس امر پر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ نے

کبھی بت پرستی کی تھی؟ تو فرمایا: نہیں۔ کیا آپ نے کبھی شراب استعمال فرمائی؟ تو فرمایا کہ نہیں۔ ہم تو ہمیشہ سے جانتے ہیں کہ یہ عقیدہ کُفر ہے۔

اس کے باوجود جو لوگ انبیاء پر معترض ہوں وہ کاذب اور جھوٹے ہیں۔ اور اگر کوئی حدیث ایسی پیش کریں جس سے پیغمبر کا گناہ ثابت کریں تو وہ لوگ مردود اور وہ حدیث قابل اعتبار نہیں کیونکہ تفسیر کبیر میں سورۃ یوسف کی تفسیر میں بیان ہے کہ جو احادیث خلاف عصمتِ انبیاء ہوں ان کا راوی جھوٹا ہے اور اس کو جھوٹ ماننا دین ہے اور اس پیغمبر کو گناہ گار ماننا کفر اور بے دینی ہے اور ایسی آیات قرآن کریم اور روایات متواترہ جو انبیاء کرام کا جھوٹ یا کوئی گناہ ثابت کریں واجب التاویل ہیں کیونکہ ان کے ظاہری معنی مراد نہیں ہو سکتے۔

تفسیر نعیمی میں آیت قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ (پ ۱، سورۃ البقرہ آیت ۱۲۴) کی تفسیر میں ہے کہ اپنی اولاد کیلئے دعائے خیر کرنا سنت ہے اور یہ بھی کہ فاسق نبی نہیں ہو سکتا اور نبی فاسق نہیں ہو سکتے اور یہ کہ کافر مسلمانوں کا دینی پیشوا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس کی اتباع جائز نہیں بلکہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس لئے یزید فاسق کے مقابل اپنی جان قربان کر دی مگر اس کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا۔

انبیائے کرام کو نافرمان، گنہگار وغیرہ بیان کرنا بے دینی اور گمراہی ہے

بے دینوں کے گمراہ کن اعتراضات کے مدلل جوابات:

مدارج النبوۃ (جلد اول، باب چہارم) میں بیان ہے کہ آیات متشابہات کے بارے میں خاموشی لازم ہے کہ بعض آیات ظاہری معنی کے لحاظ سے صفاتِ الٰہیہ کے خلاف ہیں کہ وہ قدوس، قادرِ مطلق، علیم اور غنی ہے۔ لہٰذا ان آیات میں جیسا کہ بیان ہے۔ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (پ۵، النساء آیت ۱۴۲) کہ وہ رب کو دھوکا دیتے ہیں اور وہ ان کو دھوکا دیتا ہے (مراد ان کو دھوکا کی سزا دینا ہے)

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (پ۱۔ البقرہ آیت ۱۱۵) تم جدھر منہ کرتے ہو ادھر ہی رب تعالیٰ کا منہ ہے (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے)

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (پ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۱۰) کہ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے (مراد حضور کی بیعت رب کی بیعت، حضور کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ)

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (پ۲۱، سورۃ السجدہ آیت ۴) پھر عرش پر استوا فرمایا۔ (مراد تجلّی فرمائی) ورنہ استوا سیدھا ہو کر بیٹھنا خدا کی شان کے خلاف ہے۔

ان آیات میں رب تعالیٰ کا چہرہ، ہاتھ، سیدھا بیٹھنا، اور دھوکا دینا رب کی شان کے خلاف ہے۔ وہ ان سے مبرا اور پاک ہے۔ لہٰذا ایسی آیات میں تاویل واجب ہے کہ ظاہری معنی کئے جائیں تو خدا تعالیٰ کو عیب دار بنانے سے انسان بے

ایمان ہو جاتا ہے کیونکہ حقیقی معانی خدا ہی جانتا ہے۔بعینہٖ بعض آیات کے ظاہری معنی کرنے سے انبیاء کو گنہگار ٹھہرا کر مشرک کہنے سے بے دین ہو جاتا ہے۔لہٰذا ایسے لوگ جوانبیاء کرام کو نافرمان، گنہگار وغیرہ بیان کر کے ان کی توہین کرتے ہیں، بے دین اور گمراہ ہو جاتے ہیں، چنانچہ ان کے انبیاء کرام پر اعتراضات اوران کے جوابات سے ان کی بے دینی اور گمراہی کا ثبوت ملاحظہ کریں تا کہ ان کے ان کے عقائدِ باطلہ سے بچیں۔

(۱) اعتراض :

ابلیس نے بھی سجدہ نہ کر کے خدا کی نافرمانی کی اور حضرت آدم علیہ السلام نے بھی گندم کا دانہ کھا کر یہی جرم کیا۔دونوں کو سزا بھی یکساں دی گئی کہ ابلیس کو فرشتوں کی جماعت سے علیحدہ کر دیا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو جنّت سے خارج کر دیا گیا۔آدم معصوم نہ تھے،لہٰذا انبیاء معصوم نہیں ہیں۔

الجواب : شیطان نے سجدہ نہ کر کے حکم عدولی کی، مجرم گردانا گیا اور سزایاب ہو گیا۔ حکم ہوا۔فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ۝ وَّاِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ (پ۱۴،سورۃ الحجر آیت ۳۴) کیونکہ اس نے دیدہ دانستہ طور پر حکم کا انکار کیا، سجدہ نہ کیا اس نے حکمِ الٰہی کو غلط قرار دیا اور مقابل میں گفتگو کر کے تکبّر کا اظہار کیا کہ کہا خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ (پ۸۔الاعراف آیت ۱۲) کہ مجھے آگ سے پیدا کیا جس کا مقام بلند ہے مگر آدم کو مٹی سے پیدا کیا جس کا مقام پست ہے۔لہٰذا ایسا حکم غلط ہے کہ بلند مقام والا پست والے کی تعظیم کرے اور خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو

خلافت دے کر ابلیس کی توہین کی ہے اور حکم کی نافرمانی کو اپنی دلیل پیش کر کے جا
قرار دیا، اس لئے خدا کے نزدیک باغی قرار پایا۔ اس کو سزا بوجہ بغاوت کے ملی او
اسے اس مقام سے خارج کر دیا گیا۔ اور یہ زمین اس کے لئے سزا کالے پانی کی
طرح کا مقام ملا ہے کہ قیامت تک وہ سزا کا شمار ہے، اس پر لعنت کا طوق، ذلت
وخواری مسلط کر دی گئی۔ اس لئے اس کی سزا کو حضرت آدم علیہ السلام کے برابر قرار
دینے والے بھی اس کے تابعدار ہیں کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام نے گناہ کا ارادہ نہ
کیا تھا، جان بوجھ کر دیدہ دانستہ ابلیس کی طرح نافرمانی نہ کی تھی۔ اس لئے وہ گنہگار نہ
ہوئے اور نہ ہی ان کو کوئی سزا ملی بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کے عمل کو یوں ارشاد فرمایا۔
فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (پ۱۶، سورۃ طٰہٰ، آیت: ۱۱۵) کہ وہ بھول گئے اور
انہوں نے گناہ کا ارادہ بھی نہ کیا۔ اصل حقیقت بھی بیان کر دی کہ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ
عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ (البقرہ آیت ۳۶) تو شیطان نے انہیں لغزش دی اور
جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کرا دیا۔ کہیں فرمایا ہے۔ فَوَسْوَسَ لَهُمَا
الشَّیْطٰنُ (پ ۸۔ الاعراف آیت ۲۰) کہ شیطان نے ان کو وسوسہ میں ڈال دیا۔

غرضیکہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کو ذمہ
دار قرار دیا ہے کیونکہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو دھوکا دیا اور حضرت آدم علیہ
السلام اس کے دھوکے میں آ گئے اور دھوکا یوں دیا جیسا کہ ارشادِ خداوندی تھا۔ وَلَا
تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ (سورۃ البقرہ آیت: ۳۵) کہ اس پیڑ کے پاس نہ جانا۔ شیطان
نے اس فرمان کو یوں بیان کر کے آدم کو دھوکا دیا کہ آپ کو درخت کے پاس جانے سے

روکا گیا ہے مگر آپ کو اس کے کھانے کی ممانعت نہیں ہے کیونکہ اس کا ذکر حکم میں موجود ہی نہیں ہے۔ اس لئے بیشک آپ اس کے قریب نہ جائیں، میں قریب جاتا ہوں اور اس کا پھل لا دیتا ہوں، آپ کھالیں۔ اس کے ساتھ اس نے قسم بھی کھائی اور کہا کہ میں آپ کا خیر خواہ ہوں اس لئے پھل آپ کیلئے فائدہ مند ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس کی قسم پر اعتبار کرلیا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ خدا کی جھوٹی قسم کون اٹھا سکتا ہے۔ مزید یہ کہ وَلَا تَقْرَبَا... کو ممانعت تنزیہی یعنی برائے ادب سمجھتے تھے۔ پھر جنت میں مقامِ جزا کیلئے نہ تھا، اس لئے قیام عارضی تھا، اور پھل کے کھانے میں خداتعالیٰ کا اپنا ارادہ بھی تھا کہ رضائے الٰہی یہ تھی کہ گندم کا کھانا حضرت آدم علیہ السلام کیلئے زمین پر خلافت کی عطا کا باعث ہوگا اور اس کیلئے ہی تو حضرت آدم کو پیدا کیا تھا۔ جس کا ثبوت آیت وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (البقرہ آیت ۳۰) میں موجود ہے۔

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ، اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جنت میں قیام محض عارضی تھا جو ان کیلئے بطور تربیت کے تھا کہ جنت کی آبادی کو دیکھ کر حضرت آدم علیہ السلام دنیا کو اس کی مثل آباد کریں۔ وہاں باغات، محلات اور نہروں کو دیکھ کر اپنے علم کی تکمیل کرلیں مگر وہاں پر مستقل طور پر رہنے کا یہ وقت نہ تھا۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی تھی کہ اس وقت ان کی بیوی صرف حوا تھیں، مگر حوریں نہ تھیں۔ جن کو چھوڑنا محال ہوتا۔ اس کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام نے اس نقل مکانی کو بہت محسوس کیا اور بارگاہ رب العزت میں

اپنی بے بسی اور بیکسی کا اظہار کر کے اور گریہ زاری کر کے اور آنسو بہا کر فرشتوں سے سبقت لے گئے کیونکہ فرشتوں کے پاس سوائے گریہ وزاری کے اور ساری عبادتیں تھیں، مگر دردِ دل نہ تھا۔ ان کے دردِ دل کے اظہار کیلئے اور عشقِ الٰہی کے مظاہرہ کیلئے قُلْنَا اهْبِطُوْا ۔(پ ا۔البقرہ:۳۸) اور ہم نے فرمایا کہ نیچے اُترو۔ کا فرمان الٰہی ایک بہانہ بن گیا، اور یہی ارادہ الٰہی تھا کہ اپنے عشق میں رُلانے کیلئے تخلیقِ کائنات ایک بہانہ بن جائے۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں
اے خیالِ یار کیا کرنا تھا اور کیا کر دیا
تو تو پردہ میں رہا اور مجھ کو رُسوا کر دیا

اور یہ راز وہی سمجھ سکتا ہے جو لذت عشق چکھ چکا ہو اور وہی دانائے راز ہو سکتا ہے۔

عصمتِ انبیاء کے منکروں کا یہ اعتراض بھی اس وجہ سے غلط ہے کہ قانوناً دھوکہ دینے والا مجرم ہوتا ہے اور وہ شیطان ہی تھا، مگر حضرت آدم تو دھوکہ کھانے والے تھے، اس لئے جرم کا ارتکاب انہوں نے نہ کیا، بلکہ وہ تو مظلوم تھے۔ اسلئے شیطان کا اخراج اور زمین پر آنا سزا ہے۔ جیسے کالے پانی کی سزا۔ زمین شیطان کیلئے پردیس ہے کیونکہ اس کی پیدائش آگ سے ہے۔ لہٰذا اس کیلئے زمین کو وطن قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ اس کا وطن آگ ہے۔

مگر آدم علیہ السلام سے یہ بھی فرمایا گیا۔ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (سورۃ بقرہ آیت ۳۶) اور تمہیں زمین پر ایک وقت تک ٹھہرنا ہے اور برتنا ہے۔ یعنی کچھ عرصہ کیلئے تم بھیجے جا رہے ہو تا کہ خلافت کا بار سنبھال سکو۔ جو منشاء الٰہی تھا۔ گویا حضرت آدم علیہ السلام کے لئے زمین پر آنا سزا کے طور پر نہ تھا، بلکہ تاج نبوت پہننے کیلئے تھا۔ ان کیلئے یہ زمین پردیس نہ تھا کیونکہ حضرت آدم کا جسم زمین پر اور مٹی سے بنا تھا۔ لہٰذا زمین ان کا وطن جسم تھا اور عالم ارواح ان کا وطن روح تھا اور وہ تو وطن روح سے وطن جسم کی طرف آئے تھے اور وہ بھی ایک معینہ مدت کیلئے۔ اسی لئے جو انسان وفات کے بعد جنت میں جاتا ہے وہ وطن جسم ہے وطن روح کی طرف جاتا ہے۔ پردیس میں نہیں جاتا۔ حضرت آدم نے لغزش کھائی اور وہ جس شیطان کے دھوکے میں آ گئے مگر اس میں صدہا حکمتیں تھیں۔ جہاں پر ان کی پشت سے انبیاء کرام، اولیاء عظام اور مومنین کا ظہور ہونا تھا وہاں خصوصاً حضور سرور کائنات، حضرت محمد مصطفےٰ، محبوبِ خدا ﷺ کا ظہور ہونا تھا۔ جو لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ کی تفسیر تھے۔ ان کی خاطر کائنات عالم کا ظہور ان کی شان کا مظہر بنا یعنی ان کی خاطر عالم ارواح عالم ملائکہ یعنی سارا عالم امر اور ویسے ہی عالم خلق کا ظہور ہو گیا۔

تو واضح ہو گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی خطا خدا کی مرضی اور رضا تھی، اگر گناہ ہوتا تو اس قدر انعامات کی بارش اُن پر نہ ہوتی، مگر ان کی بھول کو خطا کہا گیا ہے اور بڑوں کی یہ خطا ہم گناہگاروں کیلئے عطا بن گئی۔ دنیا اور اس کی بے شمار نعمتیں اس خطا کا خلاصہ ہیں۔ گندم کا دانہ کھا کر وہ خطا نہ کرتے تو یہ ہماری غذا کیونکر بنتی۔ اولاد

آدم کو یہ زیب نہیں دیتا کہ جو فعل ان کی زندگی اور حیات اور بے شمار نعمتوں کا باعث بنا وہ اس فعل کو گناہ کہہ کر نبوت کی سفید چادر پر سیاہ داغ لگانے کی کوشش کریں اور حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ ہی حضرت آدم کی بھول اور خطا کا سبب بنے۔ ایسے گمراہ لوگ دنیا میں تو فطرت اسلام پر آئے اور اسی سنت آدم کو پورا کرتے ہوئے یعنی روتے ہوئے پیدا ہوئے مگر آنے کے بعد وہ باغی ہو گئے۔ کافر، منافق اور فاسق، فاجر بن گئے۔ بظاہر جب آدم علیہ السلام دنیا میں آئے تو دو عناصر تھے، مگر حقیقت میں ان کی پشت سے اربوں کی تعداد میں جو انسان پیدا ہونے والے تھے، وہ بھی ان کے جنت سے نکلنے کا باعث تھے۔ جن کی روحیں جنت کے لائق نہ تھیں۔ ایسے ہی باقی تمام انبیائے کرام، اولیائے عظام اور مومنین کی جگہ بھی جنت ہے، مگر دنیا میں جانے کے بعد یہ باغی عناصر جنت میں واپس نہیں آسکتے کیونکہ یہ بھی ابلیس ہی کی طرح مجرم ہیں۔ لہٰذا ان کا ٹھکانہ بھی جہنم ہے۔ اس لئے جب تک اِهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا۔ (البقرہ: ۳۸) پر عمل نہ کرو گے مجرمین، تابعداروں سے علیٰحدہ نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ سرورِ کائنات ﷺ اور جملہ انبیائے کرام کی مخالفت کرتے رہے اور ان کی شان کے بے ادب اور گستاخ ہیں، اور تعلق بالرسول سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کو معصوم نہیں مانتے اور سوادِ اعظم سے کٹ کر علیحدہ ہو چکے ہیں۔ کاش یہ لوگ حضرت آدم کو جنت سے خارج ہونے کو سزا بتانے سے پہلے اپنے گھروں کی چار دیواری میں اپنی لڑکی پر نظر دوڑائیں۔ اس معصوم نے کیا جرم کیا ہے، کہ اپنے ہی ہاتھوں سے اس کی شادی کر کے اس کو اپنے والدین اور بہن بھائیوں سے جدا کر دیتے

ہیں اور یہ بیچاری روتی ہوئی اور چیختی چلاتی رُخصت ہوتی ہے۔ کیا اس کو مجرم ثابت کر سکتے ہیں؟ نہیں، کیونکہ اس سے نئی دنیا نے جنم لینا ہوتا ہے، اور رخصتی میں وہ بیچاری مجبور ہے تو حضرت آدم بھی مجبور تھے، بے بس تھے۔ مجرم نہ تھے۔ لہٰذا ان کا اخراج سزا نہ تھی بلکہ رضا الٰہی تھی اور رضا الٰہی جرم نہیں ہے۔ یہ لوگ جو جرم خود کرتے ہیں۔ اس کی سزا کیا ہے؟

دوسرا اعتراض :

حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کی بیوی زلیخا سے گناہ کا ارادہ کیا جسے رب تعالیٰ نے فرمایا۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ (پ۱۲، سورۃ یوسف آیت ۲۴) یعنی زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کا اور انہوں نے زلیخا کا ارادہ کیا تھا، اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھتے تو نہ معلوم کیا ہو جاتا۔ دیکھو یہ کتنا بڑا گناہ تھا جو یوسف علیہ السلام سے صادر ہوا۔

الجواب : حضرت یوسف علیہ السلام نے گناہ کا ارادہ نہ کیا تھا بلکہ وہ تو اس کے خیال سے بھی محفوظ رہے تھے۔ اور جو اس گناہ کو ان کی طرف منسوب کرے وہ منکر قرآن کریم ہے، دیندار نہیں ہو سکتا۔ تفسیر روح البیان میں اس آیت کی تفسیر میں یوں ارشاد ہے۔ فَمَنْ نَسَبَ اِلَى الْاَنْبِيَاءِ الْفَوَاحِشَ كَالْعَزْمِ عَلَى الزِّنَاءِ وَنَحْوِهٖ الَّذِىْ يَقُوْلُهُ الْحَشْوِيَّةُ كَفَرَ لِاَنَّهٗ شَتْمٌ لَهُمْ كَذَا فِى الْقُنْيَةِ ۔ جس کسی نے انبیاء پر زنا جیسے فحش عزم اور ارادہ کا الزام منسوب کیا اس نے کفر اختیار کیا کیونکہ یہ ان پر گالی دینا ہے۔ اندریں حالات اعتراض کرنے والا اپنے ایمان کو درست کرے۔ اگر شک ہو تو

اس کی تفسیر کے بعد خود سمجھ لے کی اس نے ایک پیغمبر کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کئے ہیں، جو توہین اور گالی سے کم نہیں؛ اور یہ طریقہ سراسر اسلام کی تعلیمات کے خلاف اور قرآن کریم کی غلط ترجمانی کی عکاسی کرتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی کلام پاک کو گالی میں تبدیل کر دیا جو محض غلط ترجمہ کی وجہ سے ہوا۔ اور ایسا کرنے والا کفر کا مرتکب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ (سورۃ یوسف: ۲۴) پر وقف کریں اس کے بعد وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ (سورۃ یوسف: ۲۴) کو پڑھیں۔ اس کے معنی صاف ہیں کہ بیشک زلیخا نے یوسف کا قصد کر لیا تھا۔ اور اگر یوسف اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے تو وہ (یوسف) بھی قصد کر لیتے۔ اس تشریح کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قصد نہیں کیا تھا کیونکہ وہ تو اپنے رب کی دلیل دیکھ چکے تھے۔ ان پر نہ کوئی نقلاً اعتراض آ سکتا ہے نہ ہی عقلاً، کوئی ان کی عصمت پر حملہ کر سکتا ہے کیونکہ انہوں نے تو عورت کا ارادہ کیا ہی نہ تھا۔

تفسیر نعیمی میں بیان ہے کہ اگر یوسف علیہ السلام زلیخا کا ارادہ کرتے تو قرآن کریم میں دونوں کیلئے ایک ہی صیغہ ارشاد ہوتا، مگر یہاں پر علیحدہ علیحدہ صیغے همت اور هم ارشاد فرما کر اتنی دراز عبارت لائی گئی ہے۔ مزید یہ کہ یوسف علیہ السلام نے اس نازک موقعہ پر دیکھا کہ یعقوب علیہ السلام سامنے کھڑے ہیں اور دانت میں انگلی دبا کر اشارہ فرما رہے ہیں کہ نبوت پر داغ نہ لگنے پائے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ مقام واضح کرتا ہے کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ہر حال سے خبردار تھے۔ اور یہ بھی کہ اللہ کے بندے دور رہ کر بھی بند کوٹھڑی

کی خبر رکھتے ہیں۔وہ دور رہ کر بھی مدد کرتے ہیں۔جہاں کوئی نہ پہنچ سکے وہاں پہنچ جاتے ہیں۔وہ حاضر و ناظر ہوتے ہیں۔اسی لئے کنعان میں رہتے ہوئے وہ ایک آن میں مصر میں بند کوٹھڑی میں پہنچ گئے۔جب فرشتے ایک وقت میں مختلف مقامات پر پہنچ کر کام کرتے ہیں۔تو انبیاء کیلئے اس کا انکار نہیں ہوسکتا۔وہ بھی مخلوق خدا ہو کر یہ شان رکھتے ہیں کیونکہ انبیاء کا مقام ان سے کم نہیں۔ان کا یہ عمل بطور معجزہ ہوتا ہے،اور اولیاء اللہ کا بطور کرامت۔چنانچہ اس کے بعد آیت ہے۔ کَذٰلِکَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ (پ۱۲،سورۃ یوسف آیت ۲۴) جس کا ترجمہ ہے کہ ہم نے یوں ہی کیا کہ اس سے بُرائی اور بے حیائی کو پھیر دیں۔مراد یہ ہے کہ دور رکھیں۔چونکہ ارادہ کرنا برائی ہے۔اور زنا بے حیائی۔اللہ تعالیٰ نے دونوں سے عصمتِ نبوت کو محفوظ رکھا۔تفسیر خازن کا بیان ہے کہ اصل عبارت یہ ہے۔لَوْلَا اَنْ رَّاٰی بُرْهَانَ رَبِّهٖ لَهَمَّ بِهَا۔اور اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے وہ بھی عورت کا ارادہ کرتے۔اور تفسیر مدارک میں ہے۔

وَمِنْ حَقِّ الْقَارِیْ اِذَا قَدَّرَ خُرُوْجَهٗ مِنْ حُکْمِ الْقَسَمِ وَجَعَلَهٗ کَلَامًا بِرَاسِهٖ اَنْ یَّقِفَ عَلٰی بِهٖ وَیَبْتَدِیْ بِقَوْلِهٖ وَهَمَّ بِهَا۔قاری کو چاہئے کہ بِهٖ پر وقف کرے اور هَمَّ بِهَا سے آیت شروع کرے،اور یہی بات قرین قیاس بھی ہے کیونکہ قرآن پاک میں اس آیت سے پہلی آیت میں جو ارشاد ہے،وہ زلیخا کی تیاریوں کا بیان ہے۔وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَکَ۔(سورۃ یوسف آیت ۲۳)اور وہ جس عورت کے گھر میں تھا اس نے اسے لبھایا کہ اپنا آپ نہ روکے اور دروازے بند کر دیئے۔یعنی وہ عزیز مصر کی بیوی زلیخا کے گھر میں تھے،نو جوان اور

خوبصورت تھے، اور رغبت بھی عورت کی طرف سے تھی۔ جس میں غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ (یوسف آیت: ۲۳) کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ اس نے ہر طرح سے آپ کو راغب کرنے کی کوشش کی۔ بلایا بھی اور دروازے بند کر دیئے مگر یوسف علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے۔ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ (یوسف: ۲۳) کہا اللہ کی پناہ وہ عزیز مصر تو میرا احسن مربی ہے۔ یہ اس کی بیزاری، نفرت اور اپنی عصمت کا ثبوت ہے۔ اور اس آیت کا اختتام اس طرح ہے۔ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (یوسف آیت ۲۳) بیشک ظالموں کا بھلا نہیں ہوتا کیونکہ یہ حرکت ظلم ہے اور ظالم کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کے ثبوت میں قرآن کریم میں ہے۔ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا۔ (یوسف آیت ۲۶) اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی۔ یعنی شیر خوار بچے سے بھی ان کی پاکدامنی اور زلیخا کی خطا کاری کی گواہی دلوادی۔ پھر عزیز مصر نے جو دروازہ پر ملا، اس نے بھی کہا۔ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ۔ (یوسف آیت ۲۹) اے یوسف تم اس حرکت کا خیال نہ کرو تم سچے ہو مگر اے زلیخا تم خطا کار ہو۔ اس لئے اپنے گناہ سے توبہ کرو۔ یہ گواہیاں جو بچے کی طرف سے اور عزیز مصر کی طرف سے حضرت یوسف کی پاکدامنی کے ثبوت میں اور زلیخا کی خطا کاری کی ثبوت میں ہیں ثابت کرتی ہیں کہ وہ معصوم تھے۔ آخر کار زلیخا نے اس کا اپنی زبان سے اقرار بھی کر لیا تھا۔ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ (سورۃ یوسف: ۵۱)

عزیز مصر کی بیوی بولی، اب اصلی بات کھل گئی (سب لوگوں پر) میں نے ان جی لبھانا چاہا تھا اور بے شک وہ سچے ہیں۔ یہ حضرت زلیخا کی توبہ کا اعلان اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کیونکہ اپنے قصور کا اقرار توبہ ہے، اس توبہ کا اعلان زلیخا کا تو ہو گیا اس کے بعد ان کو بُرے لفظوں سے یاد کرنا حرام ہے کیونکہ وہ ایک پیغمبر کی مربیہ اور ان کی صحابیہ تھیں۔ اور بالآخر وہ ان کی زوجہ مطہرہ بن گئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کا قصور معاف فرما دیا اور زوجہ ہونے کا ثبوت مسلم و بخاری میں ہے۔

زلیخا کی خطا کا ذکر اور اس کے بعد ان کی توبہ کا ذکر قرآن کریم نے کھول بیان کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کا ثبوت بھی قرآن کریم نے کھول بیان کر دیا ہے اور نہ ان کی خطا کا کہیں ذکر ہے اور نہ ہی اس خطا سے توبہ کا کہیں ذکر ہے۔ اس لئے انبیاء کی عصمت کے منکر لوگوں کا دعویٰ بغیر دلیل کے بالکل غلط ہے۔ ان کا نظریہ باطل ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

اگر اس باوجود ان کا الزام درست مانا جائے تو قرآن پاک میں جتنی گواہیاں حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کے ثبوت میں بیان ہوئی ہیں۔ وہ سب غلط ہو جائیں گی اور یہی انکار دین اور یہی انکار قرآن کریم ہے۔ لہٰذا کفر ہے۔ اور اس کا ارتکاب کفر، بے دینی اور سراسر اسلام کے منافی عقیدہ ہے۔

اگر اس آیت میں بِہٖ پر وقف نہ کریں بلکہ بِھَا تک ایک ہی جملہ مانیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ بیشک زلیخا نے یوسف کا اور انہوں نے زلیخا کا ارادہ کر لیا لیکن ان دو کے ارادوں میں فرق کرنا یعنی ھم میں فرق ضروری ہے۔ هَمَّتْ بِهٖ (یوسف:

۲۴)کے معنی ارادہ زنا ہیں۔جو زلیخا کے ارادے کا بیان ہے۔مگر ھَمَّ بِھَا (یوسف:
۲۴) میں بیان ہے قلب کی غیر اختیاری رغبت جس کے ساتھ قصد نہیں ہوتا جیسے
روزے دار ٹھنڈا پانی دیکھ کر اس کی طرف دل راغب تو ہوتا ہے مگر اس کے پینے کا
خیال بھی دل میں نہیں لاتا،صرف ٹھنڈا پانی اچھا معلوم ہوتا ہے۔جو نہ گناہ نہ جرم۔
پھر ان دونوں کے ھَمَّ میں اگر فرق نہ ہوتا دونوں کا الگ الگ ھَمَّتْ بِہٖ (یوسف:
۲۴)اور ھَمَّ بِھَا.... بیان نہ ہوتا بلکہ وَلَقَدْ ھَمَّا بیان ہوتا جو دونوں کی ایک ہی نیت کا
بیان ہوتا۔اور تثنیہ میں ہی ہوتا کیونکہ یہی کافی ہوتا۔اور تفسیر خازن میں ہے۔قَالَ الْاِمَامُ
فَخْرُالدِّیْنُ اِنَّ یُوْسُفَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ بَرِیْئًا مِّنَ الْعَمَلِ الْبَاطِلِ
وَالْھَمِّ الْمُحَرَّمِ۔کہ یوسف علیہ السلام عمل باطل اور حرام ارادوں سے بری تھے بلکہ
زلیخا کی زبان سے جو الفاظ عزیز مصر کو دروازہ پر دیکھ کر نکلے تھے اس میں زنا کی تہمت
نہ تھی بلکہ ارادہ زنا کی تہمت تھی جس کی تردید قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے خود بیان
فرمائی اور گواہیاں بھی پیش کر دیں۔

معترضین کا یہ بیان کہ یوسف علیہ السلام کا ارادہ زنا کا تھا،اس بات پر
دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زلیخا کے بیان کی تائید کی اور جتنے ان کے خلاف
گواہوں کے بیان تھے یعنی حضرت یوسف،عزیز مصر اور شیر خوار بچہ،زلیخا کا اعتراف
جرم سب کی تردید تھی،لہٰذا ایسا بیان کلام الٰہی کے مقصد کے سراسر خلاف ارتکاب جرم
بے دینی اور جہالت ہے۔ان کا نظریہ دین اسلام کی توہین ہے۔جب انبیاء کی توہین
ہوگئی تو یہ دین کی توہین ہے کیونکہ انبیاء دین کے بانی ہیں۔اس لئے ان کی توہین نظریہ

اسلام کی توہین ہے۔

(۳) اعتراض :

موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو جان سے مار دیا، اور فرمایا۔ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ (پ۲۰، سورۃ قصص آیت ۱۵) کہ یہ شیطانی کام ہے، معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ظلماً قتل کیا جو کہ بڑا جرم اور گناہ ہے۔

الجواب : حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عمل ارادہ قتل کے نظریہ پر نہ تھا بلکہ قبطی ظلم تھا اور اس کے ظلم سے مظلوم اسرائیلی کو چھڑانے کی نسبت سے قبطی کو چپت لگائی وہ برداشت نہ کر سکا کیونکہ نبوت کی طاقت بے پناہ تھی اور قبطی اس صدمہ سے مر گیا۔ یہ عمل نبی کے ارادہ قتل پر مبنی نہ تھا اور مزید یہ کہ اعلان نبوت سے پہلے ہوا کیونکہ روح البیان میں اس کا ذکر ہے۔ كَانَ هٰذَا قَبْلَ النُّبُوَّةِ ۔ کہ یہ اعلان نبوت سے پہلے کا ہے۔ مقتول کافر اور حربی تھا، جس کا قتل جرم نہ تھا۔ اس موقعہ پر تو ایک کافر مرا مگر کچھ عرصہ کے بعد سارے کافر مارے گئے کیونکہ دریائے نیل میں وہ غرق آب کر دیئے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ کہنا کہ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ محض ان کی کسر نفسی اور عاجزی کا اظہار تھا کہ گو نیت قتل نہ تھی مگر پھر بھی اس کو اپنی خطا کہہ دیا کہ یہ کام وقت سے پہلے ہو گیا اور جب قبطیوں کا ہلاکت کا وقت آتا تو اس وقت یہ بھی ہلاک ہو جاتا، اس لئے درحقیقت هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ سے قبطی کا ظلم مراد ہے کیونکہ اس کا یہ فعل ظلم اور شیطانی کام تھا جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روکنے کیلئے ایک مظلوم اسرائیلی کی مدد کی۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اس قبطی کو پہلے سمجھایا اور کہا کہ ظلم نہ کرو، جب نہ مانا

تو روکنے کیلئے اسے ایک گھونسہ رسید کیا، گویا ظالم کو ظلم سے روکا۔ قبطی کی موت اس وجہ سے ہوگئی، کہ نبی کے ہاتھ کی چوٹ نہ برداشت کر سکا ورنہ نبی کا ارادہ قتل کا نہ تھا۔ دین میں ظالم کافر کو روکنا گناہ نہیں بلکہ عبادت ہے، کیونکہ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (پ۲) پر عمل ہے۔ اسرائیلی مظلوم تھا۔ جس کی مدد گناہ نہیں کہلا سکتی۔ تفسیر نعیمی میں آیت پاک قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ (پ۲۰، القصص آیت ۱۵) کہا کہ یہ عمل شیطان کی طرف سے ہوا، بے شک وہ کھلا دشمن گمراہ کرنے والا ہے۔ اس کی تفسیر میں بیان ہے کہ شیطان قبطیوں کو گمراہ کر رہا تھا۔ لہٰذا قبطی کا یہ فعل شیطانی کام تھا۔ جو اسے گمراہ کر رہا تھا۔ حضرت موسیٰ نے اس کو اس ظلم سے روکا تھا۔ حربی کافر کا قتل بھی عبادت ہے کیونکہ ان لوگوں نے ہزارہا بے گناہ اور معصوم اسرائیلی بچے قتل کر دیئے تھے۔ اگر یہ قتل ظلم ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام پر قصاص کا حکم ہوتا یا اس مقتول کے ولی سے معافی مانگنے کا حکم ہوتا۔ بلکہ آپ خود فرعون کے سامنے قصاص کیلئے پیش ہوجاتے، محض توبہ کے زبانی الفاظ سے معافی نہ ہوتی، کیونکہ یہ حق العبد تھا۔ ان حقائق کی موجودگی میں اگلی آیت کی وضاحت ہوگئی۔ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۔(پ۲۰، سورۃ قصص آیت ۱۶) عرض کی اے میرے مولا اور رب میں نے اپنی جان پر زیادتی کی، تو مجھے بخش دے، تو رب نے اسے بخش دیا۔ بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ یعنی یہ کام پیغمبر کی انکساری اور تواضع کی بنا پر تھا نہ کہ اپنے ظلم کا اظہار تھا۔ اس لئے معترض کا اعتراض مبنی بر صداقت نہیں بلکہ سراسر کذب بیانی اور پیغمبر پر بہتان عظیم ہے جو بے دینی اور کفر ہے۔

(۴) اعتراض :

عصمتِ انبیاء پر اعتراض ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی (پ۱۶ سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲۱) آدم نے رب تعالیٰ کی نافرمانی کی پس گمراہ ہو گئے۔ اس سے آدم کا گناہ اور گمراہی دونوں معلوم ہو گئے۔

الجواب : جب رب تعالیٰ نے ان کے بھول جانے کا ذکر اور بار بار اعلان کر دیا جیسا کہ تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے تحت بیان ہے اور سوال نمبر ا کے جواب میں بیان ہو چکا ہے۔ کہ رب تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے۔ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (پ۱۶ طٰہٰ آیت ۱۱۵) کہ وہ بھول گئے اور انہوں نے گناہ کا ارادہ بھی نہ کیا پھر فرمایا ہے۔ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا (البقرہ:۳۶) تو شیطان نے انہیں لغزش دی، پھر ارشاد فرمایا ۔ فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ (پ۱۶، طٰہٰ:۱۲۰) شیطان نے ان کو وسوسہ میں ڈال دیا۔ ایسی صورت میں عصٰی سے گناہ ثابت کرنا، اور کہنا کہ نافرمانی کی۔ کلامِ الٰہی میں تضاد پیدا کرنا اور جھٹلانا ہے۔ یہ صورت بذات خود معترضین کی گمراہی کا ثبوت ہے کیونکہ عصٰی سے مراد خطا ہے، الاغوٰی سے مراد مقصود نہ پانا ہے۔ ان کا گندم کھانا حیات اور دائمی زندگی کے خیال پر تھا جو پورا نہ ہوا، بلکہ یہ عمل ان کیلئے بجائے فائدہ کے نقصان دہ ہوا۔ اور اپنے مقصد میں انہوں نے راہ نہ پائی۔ اسلئے عصٰی اور غوٰی کو مجازی طور پر بیان کیا گیا ہے۔

(۵) اعتراض :

ہے کہ ابراہیم نے چاند، سورج بلکہ ستاروں کو اپنا خدا مانا، کہ فرمایا ھٰذَا رَبِّیْ

اور یہ صریح شرک ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ نے شرک کیا پھر توبہ کی۔

الجواب : اس سوالی کا جواب تو مفصل طور پر بیان کیا جاچکا ہے کہ انبیائے کرام معصوم ہیں۔ چنانچہ سات آیات پیش کی جاچکی ہیں اور چھ احادیث کا حوالہ دیا جا چکا ہے۔ اس ثبوت کی موجودگی میں یہ سوال بالکل عبث ہے۔ جواب کیلئے ان کو دھرانا نامناسب معلوم ہوتا ہے، بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر بھی آچکا ہے، کہ انہوں نے بچپن میں توحید کی حجت قائم کرنے کیلئے اپنی قوم سے بطور سوال یہ فرمایا تھا کیوں کہ وہ ان کو رب مانتے تھے، تو ان کے عقیدے کو پہلے بیان کر کے اس کی تردید فرمائی۔ گویا جس چیز کو شرک ثابت کرنا تھا اس کو ان کے عقیدے کا ذکر بیان کرنے کا ایک طریقہ تھا، کیونکہ اس کے فوراً ہی بعد لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ (پ ۷۔ الانعام آیت ۷۶) کہہ کر یہ بات ثابت کرنی تھی کہ جو ڈوبنے والے ہیں میں ان کو پسند نہیں کرتا کہ وہ خدا ہوں۔ استدلال یہ تھا کہ جو متغیر ہونے والے ہوں وہ حادث ہیں۔ لہٰذا سارا عالم حادث ہے۔ اور جو حادث ہے وہ خدا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ خدا کی ذات قدیم ہے، چنانچہ اس استدلال کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرما کر ارشاد فرمایا تھا۔ تِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَیْنٰهَآ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰی قَوْمِهٖ۔ (پ ۷، سورۃ الانعام آیت ۸۳) کہ یہ دلائل ہم نے ابراہیم کو عطا فرمائے۔ اگر ابراہیم نے شرک کیا تھا تو اسی شرک کی تعریف خداوند تعالیٰ کیونکر کرسکتا ہے، بلکہ اس پر تو ان کو عتاب ہوتا۔ یہ ایک اولوالعزم پیغمبر کے بارے میں ایسی بہتان تراشی ہے جو ایمان کو برباد کردیتی ہے۔

(۶) اعتراض :

ابراہیم علیہ السلام نے تین بار جھوٹ بولا۔ (۱) آپ تندرست تھے، مگر قوم سے کہا.... اِنِّیْ سَقِیْمٌ (پ۲۳، الصافات آیت ۸۹) میں بیمار ہوں۔

(۲) خود بتوں کو توڑ کر جھوٹ بولا کہ قوم پوچھنے پر فرمایا۔ بَلْ فَعَلَهٗ ۝ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا (پ۱۷، سورۃ الانبیاء آیت ۶۳) اس بڑے بُت نے یہ کام کیا۔

(۳) اپنی بیوی سارہ کو فرمایا۔ هٰذِهٖ اُخْتِیْ ۔ یہ میری بہن ہے۔ یقیناً جھوٹ بولنا گناہ ہے، معلوم ہوا کہ آپ معصوم نہیں۔

الجواب : مشکوٰۃ باب المزاح میں بیان ہے، کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک بڑھیا سے فرمایا کہ کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی۔ اسکی حقیقت یہ تھی کہ قیامت کے روز کوئی انسان بوڑھا نہیں ہوگا بلکہ جب قبروں سے اٹھیں گے تو سب نوجوان ہوں گے۔ اس لئے نہ کوئی بڑھیا ہوگی اور نہ جنت میں جائے گی، بلکہ بڑھیا بھی نوجوان ہوکر جنت میں جائے گی۔ گویا اس کلام میں جھوٹ نہ تھا، بلکہ معنی بعید مراد تھے۔

ایک شخص نے حضور نبی کریم ﷺ سے اونٹ مانگا، تو اس پر آپ نے فرمایا کہ تجھے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ گویا اس سے مراد تو اونٹ ہی تھا مگر اس کو اونٹنی کا بچہ کہا کہ اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے جھوٹ نہیں بولا تھا، بعینہ حضرت ابراہیم کا یہ کلام جھوٹ نہیں تھا بلکہ اس سے معنی بعید مراد تھے، جسے توریہ کہتے ہیں اور توریہ ضرورۃً جائز ہے۔ حضرت سارہ کو بہن فرمانے سے مراد دینی بہن مراد تھی نہ کہ نسبی بہن۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس دو فرشتے بشکل انسانی مدعی اور مدعا علیہ کے حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا۔ اِنَّ هٰذَآ اَخِیْ لَهٗ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ نَعْجَةً (پ

۲۳، سورۃ ص آیت ۲۳) بیشک یہ میرا بھائی ہے جس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں۔ گویا اس کلام میں بھائی اور دنبیاں دونوں کے مجازی معنی مراد تھے۔ فرشتوں نے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ بعینہٖ آپ کا یہ فرمانا۔ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ۔ کے معنی بیمار ہونے والا تھا نہ کہ بیمار، اس سے دلی بیماری، دل رنجیدہ مراد ناراضگی تھی۔ جیسے اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ (پ ۲۳، الزمر آیت ۳۰) بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور انہوں نے مرنا ہے۔ حضور ﷺ نے صرف ایک آن کیلئے پھر احیاء۔ اسی طرح سے۔ قَالَ بَلْ فَعَلَہٗ ۝ کَبِیْرُھُمْ ھٰذَا۔ (پ ۱۷، الانبیاء آیت ۶۳) میں کبیر سے مراد اللہ تعالیٰ تھا اور ھٰذا کا اشارہ اسی طرف تھا کیونکہ کفار دھریہ نہ تھے بلکہ خدا تعالیٰ کو بڑا خدا مانتے تھے اور بتوں کو چھوٹے خدا مانتے تھے، اس لئے بتایا گیا یہ کام ان کے بڑے نے کیا ہوگا، کیونکہ حضرت ابراہیم کا کام گویا رب کا کام تھا۔ کفار اس کو بڑا بت سمجھے۔ جب فعلہ کو استہزا کے طریقہ پر فرمایا گیا۔ اگر حضرت ابراہیم نے جھوٹ بولا ہوتا تو خدا تعالیٰ کا ان پر عتاب ہوتا مگر یہاں تو اس کو پسند فرمایا اور وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا (پ ۱۶ امریم آیت ۴۱) وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰھِیْمَ رُشْدَہٗ (سورۃ الانبیاء: ۵۱) ارشاد فرما کر ان کے اس فعل کو رشد و ہدایت ظاہر فرما دیا ہے۔ اگر جھوٹ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو رُشد بیان نہ کرتا، کیونکہ جھوٹ کبھی رشد نہیں کہلا سکتا۔

تو ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جھوٹ کا الزام لگانے والے حقیقت میں خداوند تعالیٰ کی کلام کو جھٹلاتے ہیں۔ اس لئے ان کا نظریہ کہ حضرت ابراہیم معصوم نہ تھے، کلام الٰہی کی تکذیب پر مبنی ہے، جب بحالتِ مجبوری جان کو

بچانے کیلئے جھوٹ بولنا گناہ نہیں رہتا۔ بلکہ منہ سے کفریہ کلمہ کی بھی اجازت ہے، اور ارشاد ہے کہ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ۔ (پ۱۴۔النحل آیت ۱۰۶) اور حضرت ابراہیم کو خطرہ جان بھی تھا اور ظالم بادشاہ سے خطرۂ عصمت بھی، تو ان کو گنہگار ثابت کرنا کلام الٰہی کی تکذیب اور کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بدعقیدہ لوگوں سے محفوظ رکھے، جو بات بات پہ کلام کی الٰہی کی تکذیب کرتے ہیں، اور اس کے باوجود دعویٰ ایمان بھی رکھتے ہیں۔ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِیْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (پ۱۴، النحل آیت ۱۰۶) جو ایمان لا کر اللہ کا منکر ہو سوائے اس کے جو مجبور کیا جائے، اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو، ہاں وہ جو دل کھول کر کافر ہوان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا اعذاب ہے۔ چنانچہ حضرت عمار بن یاسر کے والد اور والدہ کو کفار نے شہید کر دیا۔ حضرت عمار کمزور تھے، انہوں نے وہی کہہ دیا جو کفار کہتے تھے اور روتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس پر اُن کے ایمان کی تصدیق ہوئی اور جان کے خوف سے کفریہ کلمات منہ سے نکالنا جائز ہوا۔

(۷) اعتراض :

حضرت آدم و حوا نے اپنے بیٹے کا نام عبد الحارث رکھا، حارث شیطان کا نام ہے۔ اس کو قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ (پ۹، الاعراف: ۱۹۰) جس سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کا یہ کام شرک تھا، لہٰذا ثابت ہوا کہ پیغمبر شرک بھی کر لیتے ہیں۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ اس آیت

میں حضرت آدم وحوا مراد ہیں۔

الجواب : حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں شرک منسوب کرنا سراسر دین اسلام کے خلاف ہے، کیونکہ وہ اس عیب سے پاک تھے۔ معترضین نے اس آیت سے دھوکے دینے کی کوشش کی ہے کیونکہ اس آیت سے مراد حضرت آدم وحوا کی بعض اولاد ہے، جو مشرک بنے۔ اسی لئے آگے آیت میں جمع کا صیغہ ارشاد ہوا۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (پ۹، الاعراف:۱۹۰) اگر یہ حضرت آدم و حوا کا فعل ہوتا تو صیغہ یشرکان ہوتا۔ یعنی تثنیہ کا صیغہ ہونا چاہیے تھا، یہ کیونکر ممکن ہے کہ حضرت آدم پیغمبر ہو کر شرک کرتے۔ اور اس کے باوجود خلیفۃُ اللہ کا خطاب پاتے۔ حالانکہ شرک کرنے پر ان کو سخت عذاب ہوتا۔ مگر عذاب تو نہ ہوا بلکہ عزت آفزائی ہوئی۔ چنانچہ قریش کو خطاب ہے کہ اے قریش! رب نے تمہیں ایک جان یعنی قصی سے پیدا کیا۔ اور ابن قصی کی بیوی اس کی جنس سے بنائی۔ یعنی خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا (پ۹۔الاعراف:۱۸۹) بعض نے رب سے دعائیں مانگ کر بیٹا حاصل کیا۔ مگر اس کا نام عبدالحارث رکھا۔ گویا کفار کا یہ عمل ہے کہ وہ خدا کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔ عصمتِ انبیاء کا ثبوت آپ ملاحظہ کر چکے ہیں' جو مدلل بیان ہو چکا، اس کی موجودگی میں کسی کا نظریہ باطلہ قابل قبول نہیں ہو سکتا، اس لئے حاکم کی روایت مردود ہے۔ جس نے حضرت آدم وحوا کو مشرک ثابت کرنے کی کوشش کی۔ حالانکہ پیغمبر معصوم ہوتے ہیں۔ (ملاحظہ کریں تفسیر خزائن العرفان وغیرہ) معترضین کو یاد رکھنا چاہیئے کہ نبی کی اطاعت واجب ہے مگر مشرک مخالفت

واجب، اگر کوئی نبی ہو کر مشرک ہو تو اجتماع ضدین ہے۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو گناہوں سے معصوم پیدا فرمایا ہے۔ ایسی حالت میں ان سے گناہ صادر نہیں ہو سکتا جیسا کہ مفصل بیان پیش ہو چکا ہے۔

(۸) اعتراض :

یہ اعتراض معترضین کی گمراہی کا بین ثبوت ہے۔ جیسا کہ سورۃ الفتح آیت :۲ کو غلط بیانی سے پیش کیا۔۔۔۔ لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ تا کہ رب تعالیٰ تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف کرے، معلوم ہوا کہ آپ گناہگار تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمیشہ اپنے لئے دعائے مغفرت کرتے تھے۔ اگر گنہگار نہ تھے تو استغفار کیسی؟

الجواب : (۱) تفسیر روح البیان اور خازن میں بیان ہے کہ لَكَ فرمانے سے آپ کی امت کے گناہ ہیں یعنی تمہاری وجہ سے تمہاری امت کے گناہ معاف کرے، اگر آپ کے گناہ مراد ہوں تو لَكَ سے کیا فائدہ۔ گویا ذَنْۢبِكَ میں ایک مضاف پوشیدہ ہے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے گناہ کی بخشش کے ذمہ دار ہیں۔ جس طرح وکیل کہتا ہے کہ یہ میرا مقدمہ ہے، جس میں ذمہ دار ہوں۔ بعینہٖ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کی شفاعت کے ذمہ دار ہیں' ان کے گناہوں کی طرف یہ نسبت کی گئی ہے۔ چنانچہ فرمان الٰہی ہے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔ (پ۵، النساء آیت ۶۴) کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ترجمہ : اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول کریم ان کی شفاعت کریں تو اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

(۳) لِیَغْفِرَ سے مراد حفاظت اور عصمت بھی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ گناہوں سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ روح البیان میں ہے۔ اَلْمُرَادُ بِالْمَغْفِرَةِ الْحِفْظُ وَالْعِصْمَةُ اَزَلًا وَّ اَبَدًا فَیَکُوْنُ الْمَعْنٰی یَسْتَحْفِظُكَ وَیَعْصِمُكَ مِنَ الذَّنْبِ الْمُتَقَدِّمِ وَالْمُتَاَخِّرِ۔ سورۃ فتح پ۲۶ کی پوری آیات یوں ہیں۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۝ لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ یُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَ یَهْدِیَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۝ (آیت:۱ تا ۳)۔

ترجمہ : بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمائی، تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کردے اور تمہیں سیدھی راہ دکھائے۔

مراد یہ کہ تمہارے وسیلہ سے فتح مکہ ہوئی اور اہل مکہ اسلام قبول کر کے تمہارے امتی بن جائیں اور تمہارے وسیلے سے ان کے گناہ معاف ہوں کیونکہ قبول اسلام ان کی مغفرت کا ذریعہ ہے تا کہ اس فتح کی برکت سے دین اسلام تمام دنیا میں پھیلا دے اور نبوت کے ساتھ بادشاہت عطا فرمائے۔ منکرین عصمتِ انبیاء جان بوجھ کر غلط استدلال کا تاثر دے کر بالکل غلط نظریہ بیان کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سورۃ فتح کے نزول پر صحابہ کرام نے مبارک باد پیش کی کہ

حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو خبر دی کہ خواب میں حضور مکہ معظمہ گئے وہاں عمرہ ادا کیا، سر منڈوایا اور پھر ۶ ہجری یکم ذی قعد حضور ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے اور راستہ میں بہت معجزات دیکھنے میں آئے۔ حضور ﷺ نے مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر نزول اجلال فرمایا کیونکہ مقام عسفان پر معلوم ہوا کہ کفارِ مکہ جنگ کیلئے تیار ہیں۔ اور کفار کے کئی آدمی مسلمانوں کے پاس تحقیق حال کیلئے آئے اور انہوں نے کفار کو بتایا کہ حضور ﷺ جنگ کیلئے نہیں آئے بلکہ عمرہ کیلئے آئے ہیں۔ اور حضور ﷺ نے اپنی طرف سے حضرت عثمان کو مکہ معظمہ بھیجا۔ مختصراً بیان یہ ہے کہ کفار کے ساتھ شرائط صلح طے ہوئیں جس کا نتیجہ اسلام کے حق میں ہوا۔ اور یہ صلح فتح مکہ کا سبب ہوئی۔ اور اسی صلح کو اللہ تعالیٰ نے فتح بیان فرمایا ہے کہ اس صلح کے بعد فتح مکہ ہوئی جس کے سبب سارے مکہ والے اسلام قبول کر کے حضور ﷺ کے امتی بن گئے۔ اور حضور ﷺ کے سبب اور توسل سے ان کے گناہ معاف ہوئے کہ یہ صلح ان کے اسلام لانے کا سبب ہے۔ اسی آیت پاک میں لکَ یہ بتاتا ہے کہ حضور ﷺ کے واسطے سے کفار دین اسلام قبول کر کے گناہ معاف کرائیں گے جیسے وکیل مقدمہ کہتا ہے کہ یہ میرا مقدمہ ہے، جس کی وہ پیروی کرتا ہے لہٰذا لکَ بتا رہا ہے کہ امت کے گناہوں کی بخشش حضور ﷺ کا وسیلہ ہوگی۔

دین اسلام دنیا میں پھیلے گا جو بعد میں آنے والوں اور پہلوں کے مغفرت کا موجب ہوگا اور پروردگار اپنی نعمتیں پوری کرے گا جو حضور ﷺ کیلئے عطائے نبوت اور سلطنت کا مقام ہے۔ ملکی انتظامات سکھا کر صراط مستقیم کی راہ بتائے گا۔ جیسا کہ فتح

مکہ اور غزوہ حنین میں خدائی مدد ہوئی، کہ حضور ﷺ نے نہ صرف کفار کے ملک جیتے بلکہ ان کے دل بھی جیت لئے۔ اور وہ دل و جان سے اسلام کے شیدائی حضور ﷺ کے سچے عاشق اور جانباز ثابت ہوئے۔ حضور ﷺ کے صحابی اس مقام کو پہنچے مگر فرقہ باطلہ اس آیت کو غلط بیانی سے غلط تاثر دے کر نبی کریم ﷺ کو گنہگار ٹھہراتا ہے اور قطع برید کر کے امام الانبیاء ﷺ کی عصمت کو داغ دار بنانے کی کوشش کرتا ہے حالانکہ فتح مکہ سے حضور ﷺ کے گناہوں کا کیا رابطہ اور تعلق ہے، مگر گمراہ کیسے سمجھے اور مانے۔ جس کی عقل پر پردہ پڑ چکا ہے۔ جب وہ خدا کے فرمان وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ....کو نہ سمجھتا ہے نہ مانتا ہے کہ انبیائے کرام معصوم ہیں۔

(۹) اعتراض :

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى (پ۳۰، سورۃ الضحیٰ آیت ۷، ۸) معلوم ہوا کہ پہلے گمراہ تھے، بعد کو ہدایت ملی اور پہلے آپ فقیر تھے بعد کو غنی ہوئے کیونکہ ترجمہ ہے کہ آپ کو گمراہ پایا تو ہدایت دی، اور آپ کو فقیر پایا تو غنی کر دیا۔

الجواب : معترضین کا ترجمہ ہی غلط ہے، جس کی بنا پر حضور ﷺ کی توہین ہوتی ہے کیونکہ نبی معصوم ہوتا ہے۔ معترضین نبی کو گمراہ اور فقیر بیان کرتے ہیں۔ اصل ترجمہ تفسیر نعیمی کے مطابق یوں ہے۔.....اور تمہیں محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔ معترضین ضال کے معنی گمراہ بیان کرتے ہیں' مگر خدا تعالیٰ نے سورۃ النجم، پ۲۷ میں مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (آیت:۲) میں بیان کیا ہے۔ کہ تمہارے محبوب

نہ کبھی گمراہ ہوئے، نہ راستہ بھولے، نہ بھٹکے۔ اس فرمان خداوندی کی موجودگی میں جس میں گمراہی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نفی ہو چکی ہے کہ گمراہ نہیں ہوئے، پھر بھی ضال کے معنی گمراہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بیان کرنا سراسر بے دینی اور گمراہی ہے۔ لہٰذا ضال سے مراد محبت میں خودرفتہ اور سرشار، اور ہدیٰ کے معنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلوک عطا فرمایا کہ اپنی طرف راہ دی۔ جیسا کہ سورۃ یوسف میں فرمان الٰہی ہے۔ اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَاَخُوْہُ اَحَبُّ اِلٰٓی اَبِیْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَۃٌ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ○ (سورۃ یوسف آیت ۸) جب بولے کہ ضرور یوسف اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں اور ہم ایک جماعت ہیں۔ بیشک ہمارے باپ ان کی محبت میں صراحۃً ڈوبے ہوئے ہیں۔ اس آیت میں ضل کے معنی وارفتگی ہے مگر گمراہی نہیں۔

مدارج النبوۃ جلد اول باب پنجم میں بیان ہے کہ عربی میں ضال وہ اونچا درخت ہے جس سے بھولے ہوئے اور گم شدہ ہدایت پائیں۔ لہٰذا خدا کا محبوب ایسے بلند و بالا درخت کی مثل ہے جو فرش تا عرش بلند و بالا نظر آتا ہے۔ جس سے سب کو ہدایت ملتی ہے۔ لہٰذا فھــــدیٰ کا مفعول عام لوگ امتی ہیں۔ جو آپ کے فرمان کے ذریعے ہدایت پاتے ہیں۔ لہٰذا ضال بمعنی گمراہی بیان کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سراسر توہین ہے۔ جو لوگ دیگر نبیوں کو گمراہ بیان کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین سے بھی باز نہیں آتے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کو گمراہ پایا تو آپ کے وسیلے سے ان کو ہدایت کی۔ پھر خطاب کے وقت قوم کے سردار اور پیش رو کو مخاطب کیا جاتا ہے کہ مراد اس سے اس سردار کی قوم ہوتی ہے۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خاں کا بیان ہے کہ وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ وَ وَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى (پ۳۰، سورۃ الضحٰی آیت ۷، ۸) کا ترجمہ ہے: پایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو، تو گمراہ کو آپ کے ذریعے ہدایت فرمائی۔ پایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو، تو فقیر کو آپ کے ذریعہ غنی فرما دیا۔ تو ضَآلًّا اور عَآئِلًا مفعول مقدمہ ہیں۔ اور اس پر دلیل تورات شریف کی آیات جو بخاری شریف میں حضرت عطاء سے روایت ہے شفاء سے نقل کیا ہے۔ مختصراً احمد حضور ﷺ کا نام ہے۔ اور اِهْدٰى بِهٖ الضَّلَالَةَ۔ گمراہی کے بعد ان کے ذریعہ ہدایت دوں گا اَغْنٰى بِهٖ بَعْدَ الْعَيْلَةِ۔ فقیری کے بعد ان کے ذریعہ تونگری عطا کروں گا۔ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (پ۴، آل عمران: ۱۶۴) بیشک بڑا احسان کیا ایمان والوں پر جب بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ پڑھتا ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں گناہوں سے اور علم دیتا ہے انہیں قرآن و حکمت کا، اگرچہ تھے پہلے کھلی گمراہی میں۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (پ۲۸، سورۃ الجمعہ آیت: ۲) اللہ ہے جس نے بھیجا ان پڑھوں میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر آیات پڑھتا اور انہیں ستھرا کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کا علم عطا کرتا ہے، اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

تفسیر نعیمی میں ضالا کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر نے بیان کیا ہے کہ

عربی میں ضال کے پانچ معنی ہیں۔کافر وگمراہ جیسے کہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ وَلَا الضَّآلِّيْنَ میں بیان ہے۔بے خبر ناواقف کہ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۔(پ۱۹،الشعراء:۲۰) میں وارفتہ محبت کہ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۔گھراہوایاگم شدہ جیسے ضل الماء فی اللبن نشان ہدایت جیسے اونچا درخت یا بلند عمارت جو مسافر کیلئے رہبر ہو،اس میں پہلے معنی نہیں ہو سکتے کیونکہ مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَاغَوٰى۔(پ۲۷،سورۃ النجم آیت۲) میں ہے کہ کفارِ مکہ نے بھی حضور ﷺ کو شاعر اور ساحر کہا،مجنوں کہا،مگر کسی نے آپ کو گمراہ و گنہگار نہ کہا۔دوسرے معنی بھی نہیں ہو سکتے کہ حضور ﷺ ظہور نبوت سے پہلے نہ عقائد سے بے خبر تھے نہ نیک اعمال سے بے خبر،بلکہ بحالتِ اعتکاف و عبادت پہلی وحی آئی۔معراج کو جاتے ہوئے نبیوں کو بیت المقدس میں اور فرشتوں کو ساتویں آسمان پر نماز پڑھائی کہ امام ہوکر مقتدیوں سے زیادہ عالم ہونا لازمی امر ہے۔تیسرا معنی درست کہ محبت میں وارفتہ پاکر راہ سلوک عطا فرمایا۔اور چوتھا معنی بھی ٹھیک ہے کہ کفار میں گھراہوا پایا۔تو خدا نے آپ کو ہدایت پر رکھا۔

درحقیقت حضور ﷺ وہ نشان ہدایت ہیں جسے دیکھ کر تمام عالم ہدایت پاتا ہے۔لہٰذا ہدیٰ کا مفعول مخلوق ہے نہ کہ نبی کریم ﷺ ہیں۔صوفیاء کے نزدیک ضلال سے مراد جذب ہے اور ہدایت سے مراد سلوک ہے۔جذب سے سلوک اعلیٰ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دیدار الٰہی سے غشی کھا گئے۔یہ جذب کا مقام تھا کہ وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۔(پ۹،الاعراف:۱۴۳) میں بیان ہے،مگر معراج میں حضور ﷺ کا عین ذات کو دیکھ کر تبسم فرمانا سلوک ہے۔مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (پ۲۷،سورۃ النجم آیت

۱۷) کا مقام تھا کی عشق الٰہی میں حضور ﷺ کو وارفتہ مجذوب پایا تو خدا نے درجۂ سلوک عطا فرمایا۔

(۱۰) اعتراض :

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ سے فرمایا۔ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا۔ (پ۱۵، بنی اسرائیل آیت ۷۴) اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ کفار کی طرف کچھ مائل ہو جاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کفار کی طرف مائل ہو چکے تھے مگر رب تعالیٰ نے روکا۔ کفر کی طرف میلان بھی گناہ ہے، اس لئے آپ معصوم نہیں۔

الجواب : لَوْلَآ کے بعد کا ذکر بتاتا ہے کہ جھکنے کے قریب بھی نہ ہوئے۔ آیت بالا بعینہ اسی طرح ہے جس طرح قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۞ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ (پ۲۵، الزخرف آیت: ۸۱) ہے۔ تم فرماؤ بفرض محال اگر رب کے بیٹا ہوتا تو اس کا پہلا پجاری میں ہوتا۔ نہ خدا کا بیٹا ہونا ممکن اور نہ ہی حضور نبی کریم ﷺ کا اس کی پوجا کرنا ممکن ہے۔ اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کا حضور نبی کریم ﷺ کیلئے کفار کی طرف مائل ہونا بھی ناممکن ہے۔ جس طرح اس آیت میں شرط اور جزا ہے اسی طرح سے لَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ (بنی اسرائیل: ۷۴) میں شرط اور جزا ہے۔ گویا کفار کی طرف مائل ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثابت قدم رکھا ہوا ہے اور کوئی ایسا وقت اور مرحلہ نہیں جس میں ثابت قدمی ہاتھ سے چھوٹ گئی ہو، اسی بنا پر حضور ﷺ معصوم ہیں اور یہ آیت حضور نبی کریم ﷺ کی عصمت کا بین ثبوت ہے۔ (تفسیر خازن،

مدارک، روح البیان)

حضور نبی کریم ﷺ کی روحانیت بشریت پر اس قدر غالب ہے کہ آپ کفار کی طرف کبھی مائل نہ ہوتے اور ان کی طرف نہ جھکتے، کچھ جھکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس روحانیت کے کمال کے ساتھ حضور ﷺ کو معصوم بھی بنایا ہے۔ تاج نبوت حضور ﷺ کے سر پر ہے۔ ایسی صورت میں کسی قسم کے گناہ کا ارتکاب ہی ناممکن ہے۔ ملاحظہ کریں۔ تفسیر روح البیان۔ اِنَّمَا سَمَّاہُ قَلِیْلًا لِاَنَّ رُوْحَانِیَّۃَ النَّبِیِّ کَانَتْ فِیْ اَصْلِ الْخَلْقَتِ غَالِبًا عَلَی الْبَشَرِیَّتِ اِذْلَمْ یَکُنْ حِیْنَئِذٍ لِرُوْحِہٖ شَیْءٌ یَحْجُبُہٗ عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَالْمَعْنٰی لَوْلَا التَّثْبِیْتُ وَقُوَّۃِ النُّبُوَّۃِ وَنُوْرُ الْھِدَایَۃِ وَاَثَرُ نَظْرِ الْعِنَایَۃِ لَقَدْ کِدْتَّ تَرْکَنُ۔

(۱۱) اعتراض :

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ (پ۲۵، الشوریٰ آیت:۵۲) اے نبی علیہ السلام آپ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور یہ کہ ایمان کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ پیدائشی عارف باللہ نہیں، آپ کو تو ایمان کی بھی خبر نہ تھی؟

الجواب : پوری آیت پاک کا حوالہ نہیں دیا گیا، بلکہ اس کے ایک ٹکڑا کو بطور دلیل بنا کر غلط استدلال سے کام لیا گیا ہے۔ آیت پاک یوں ہے۔ وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ (پ۲۵، الشوریٰ آیت۵۲) اور یوں ہی ہم نے تمہیں وحی بھیجی ایک جاں فزا چیز اپنے حکم سے اس سے

پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل۔ اس میں درایت، اٹکل و قیاس کی نفی ہے مطلقاً علم کی نفی نہیں، وحی الٰہی سے کسی وقت بے خبر نہیں۔

ہم نے آپ پر اپنے فضل سے قرآن وحی کیا۔ یہ آپ کا ذاتی علم نہیں، اس علم کا ذریعہ وحی الٰہی ہے۔ اس میں پیدائش مصطفےٰ ﷺ کا کہیں ذکر نہیں، اس لئے پیدائش کا حوالہ دینا بھی غلط ہے۔ حضور ﷺ کا خود ارشاد ہے۔ كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ۔ ہم اس وقت نبی تھے جب آدم مٹی اور پانی میں جلوہ گری فرما رہے تھے۔ گویا تاج نبوت اس وقت نور محمدی کو پہنایا گیا تھا جب آپ عالم ارواح میں تھے۔ اس لئے نبوت کے مقام پر فائز ہو کر عالم ارواح میں بھی حضور ﷺ کائنات عالم کو جانتے تھے، مگر یہ جاننا عطائے خداوندی تھا۔ حضور اس وقت بھی کتاب اور ایمان کو جانتے تھے جیسا کہ آیت وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ (پ۳ سورۃ آل عمران ۸۱) میں حضور ﷺ کی نبوت کا اعلان خدا نے فرما دیا۔ جب عالم ارواح میں نبوت کا تاج سر پر تھا۔ البتہ ذاتی طور پر نہ جانتے تھے۔ عطائے الٰہی سے جانتے تھے اس لئے پیدائش سے پہلے ہی عارف باللہ اور ایمان کی خبر رکھتے تھے۔ اس کا انکار کرنے والے اپنے ایمان کی فکر کریں کہ وہ نہ قرآن کریم کو سمجھتے ہیں اور نہ احادیث پر ایمان رکھتے تھے، بلکہ توہین مصطفےٰ ﷺ کے مرتکب ہیں۔ تفسیر روح البیان میں ارشاد ہے کہ لِاَنَّہٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَفْضَلُ مِنْ يَحْيٰى وَعِيْسٰى وَقَدْ اُوْتِيَ كُلَّ الْحِكْمَةِ وَالْعِلْمِ صَبِيًّا۔ نبی کریم ﷺ یحییٰ اور عیسیٰ سے افضل ہیں۔ حضور ﷺ کو بچپن میں ہی علم و حکمت عطا ہو گئے تھے، ایسی حالت میں یہ کیونکر ممکن ہے کہ حضور ﷺ کا بچپن شریف علم و حکمت او

نبوت سے محروم ہو۔ جب کہ عالم ارواح میں ہی تاج نبوت آپ کے سر پر تھا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمادیا۔ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ (پ۱۶، سورۃ مریم آیت:۳۰)

(۱۲) اعتراض :

رب فرماتا ہے۔ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا۔ (سورۃ البقرہ آیت:۳۶) آدم علیہ السلام اور حوا کو شیطان نے پھسلا دیا۔ معلوم ہوا کہ شیطان کا داؤ انبیاء پر چل جاتا ہے مگر تم کہتے ہو کہ شیطان اُن تک پہنچ نہیں سکتا۔

الجواب : جب شیطان نے خود کہا۔ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ (پ۲۳ سورۃ ص:۸۳) اے مولیٰ میں ان سب کو گمراہ کروں گا سوائے تیرے خاص بندوں کے۔ تو ایسی صورت میں شیطان نے اُن کو گمراہ نہ کیا تھا کیونکہ عمداً انہوں نے کوئی گناہ نہ کیا تھا اس لئے اَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ۔ آدم علیہ السلام کی گمراہی نہیں محض شیطان کی فریب کاری ہے۔ جب آدم علیہ السلام نے کوئی گناہ نہ کیا تھا تبھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (پ۱۶، سورۃ طٰہٰ آیت:۱۱۵) وہ بھول گئے اور بغیر ارادہ گناہ کے شیطان کی قسم کو سچ مان لیا اور اس کے دھوکے میں آگئے۔ اس لئے ان سے جو خطا ہوگئی وہ گناہ کا ارتکاب نہ تھا۔ اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے خود کردی ہے اور فرمایا ہے۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (پ۱۴، سورۃ حجر آیت:۴۲) اے ابلیس میرے خاص بندوں پر تیری دسترس اور رسائی نہیں اور وہ گناہ کے مرتکب نہیں ہو سکتے۔ قرآن کریم کی اس آیت کی موجودگی میں

عصمتِ انبیاء پر اعتراض ایمان کو خارج کر دیتا ہے۔ جب کہتے ہیں کہ شیطان کا داؤ ان پر چل جاتا ہے۔ اور شیطان کی دسترس اور رسائی ان تک ہو سکتی کیونکہ یہ صریح انکار آیت قرآن کریم ہے، جس کے الفاظ ہیں۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ (پ۱۴ سورۃ الحجر آیت ۴۲)

(۱۳) اعتراض :

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو بہت سے لوگوں نے پیغمبر مانا ہے، حالانکہ انہوں نے بڑے بڑے گناہ کئے۔ بے قصور بھائی کو ستانا، آزاد بھائی کو بیچ کر اس کی قیمت کھانا، اپنے والد سے جھوٹ بول کر انہیں چالیس سال تک رُلانا، غرضیکہ جرموں کی انتہا کر دی اور پھر بھی نبی ہوئے۔ معلوم ہوا کہ نبی کا معصوم ہونا شرط نہیں۔

الجواب : تفسیر روح المعانی میں سورۃ یوسف زیر آیت اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (پ۱۲، آیت ۵) بیان ہے۔

تفسیر روح البیان میں بھی ان کی نبوت کی تردید ہے۔ وہ حضرات گناہ کے بعد توبہ کر کے اولیاء اللہ اور پیغمبر کے صحابی ہو گئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو خواب میں بشکل ستاروں کے دیکھا کیونکہ وہ نبی کے صحابی تھے۔ جس طرح حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ .... کہ میرے صحابہ مثل ستاروں کے ہیں۔

برادران یوسف نبی نہ تھے۔ ان کے رویہ میں تبدیلی حضرت یعقوب علیہ السلام کی محبت کے حصول میں تھی، اور جو غلطیاں اُن سے سرزد ہوئیں، انہوں نے اس

سے توبہ کی، اور یوسف علیہ السلام سے اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے اس کی معافی مانگی اور دونوں حضرات نے ان کیلئے دعائے مغفرت بھی کی، اس لئے توبہ کے بعد ان کا انجام بخیر ہوا مگر مقام نبوت حاصل نہ کر سکے۔ اسی لئے جمہور علماء کرام نے انہیں پیغمبر نہ مانا اور ان کی نبوت کسی صریح آیت یا حدیث یا کسی صحابی کے قول سے ثابت نہیں۔ مندرجہ ذیل آیت سے ان کا پیغمبر ہونے کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا۔

وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ (پ۱۲، سورۃ یوسف آیت ۶) اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا اور یعقوب کے گھر والوں پر جس طرح تیرے پہلے دونوں باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر پوری کی۔

وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ (سورۃ بقرہ آیت: ۱۳۶) اور جو اتارا گیا ابراہیم، اسماعیل اور یعقوب، اسحاق اور ان کی اولاد پر۔ اس میں حضرت یوسف کی نبوت قطعی ہے مگر دوسروں کی نہیں کیونکہ اُنزِلَ میں بلاواسطہ وحی آنے کا بیان کہیں نہیں۔ اور نہ کوئی دلیل ہے اور نہ اسباط۔ ان کے بارہ بیٹوں کا لقب ہے بلکہ اسباط بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا لقب ہے جن میں انبیاء آتے رہے۔ جیسا کہ ثبوت میں درج ذیل آیت ہے۔

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا (پ۹، الاعراف: ۱۶۰) ارشاد ہے۔

اور ہم نے انہیں بانٹ دیا گروہ گروہ میں جس طرح سے قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ (سورۃ بقرہ آیت ۱۳۶)..... تم کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو ہم پر اور جو اتارا ابراہیم علیہ السلام پر۔ اس میں انزل الینا۔ کا یہ مطلب ہرگز

نہیں کہ ہم پر وحی آئی اور ہم سب پیغمبر ہیں۔ اس طرح سے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حال ہے، وہ پیغمبر نہیں ہیں۔

ان تیرہ اعتراضات کے رد میں آیات قرآن کریم سے عصمتِ انبیاء کا ثبوت پیش کرنے کے بعد یہ واضح ہو گیا ہے کہ عصمتِ انبیاء کو ماننے والا مومن ہے اور انکار کرنے والا منکر آیاتِ قرآن کریم ہے، وہ جس زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اسی زبان سے انبیاء کرام کی توہین کر کے بے دین اور گمراہ ہو جاتا ہے۔ مزید یہ کہ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى (پ ۳۰ سورۃ عبس: ۵) ارشادِ خداوندی ہے۔ جس کا ترجمہ ہے۔ وہ بے پرواہ بنتا ہے اور اس بے پرواہی سے عصمتِ انبیاء کا انکار کرتا ہے۔ وہ بدترین کفر کا مرتکب ہے۔ بالخصوص امام الانبیاء سے بے پرواہی در حقیقت طریقہ کفار ہے۔ جو حضور ﷺ سے بے نیاز ہیں ورنہ وہ انبیائے کرام کی عصمت پر حملہ نہ کریں اور گمراہ، فاسق، فاجر اور نافرمان نہ کہیں۔ اور اسی سورۃ میں فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ (پ ۳۰ سورۃ عبس: ۱۲) کی تفسیر میں ہے کہ جو چاہے یاد کرے اس کے بارے میں صوفیاء کرام کے نزدیک رب تعالیٰ جس کی ہدایت چاہے وہی قرآن کریم سے ہدایت لیتا ہے۔ اور وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ (پ ۳۰، سورۃ مطففین آیت ۱۲) میں ہے۔ اور اسے نہ جھٹلائے گا مگر ہر سرکش۔ اس کی تفسیر نعیمی میں ہے۔ معتد بد عقیدہ کو اور اثیم بد عمل کو کہتے ہیں، جس سے واضح ہو گیا کہ عصمتِ انبیاء کے جو دینی عقیدہ ہے اس سے انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو حضور ﷺ کے علم غیب اور جملہ کمالات اور معجزات کا اس لئے انکار کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ان کے پول کھولتے ہیں جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان

نجدیوں کے متعلق حدیث ذکر شام ویمن میں ہے۔ ھُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ ۔(بخاری، مشکوٰۃ باب ذکر الیمن والشام، پہلی فصل) کہ نجد سے شیطانی گروہ نکلے گا۔ یہ لوگ اسی گروہ کے عقیدہ پر ہیں۔

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى (پ۳۰، سورۃ العلق آیت ۶۔۷) میں ہے کہ بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا۔

اس کے بارے میں تفسیر نعیمی میں ذکر ہے کہ جو انسان اپنے کو اللہ و رسول اور اولیاء و علماء سے بے نیاز سمجھتا ہے وہ سرکش ہو جاتا ہے۔ لہٰذا کفر و سرکشی کی اصل وجہ یہی ہے۔ لہٰذا جوان بزرگوں سے بے نیاز ہوا وہ رب تعالیٰ سے بے نیاز ہو گیا، مگر جیسے زمین آسمان سے بے نیاز نہیں، کبھی بارش کبھی دھوپ کبھی ہوا کبھی موسموں کی محتاج ہے۔ ایسے ہی ہم بھی انبیاء کرام سے بالخصوص امام الانبیاء سے بے نیاز نہیں ہو سکتے' کیونکہ مومن نیک اعمال میں حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا محتاج ہے۔ مرتے وقت حسنِ خاتمہ کیلئے محمد رسول اللہ کا محتاج، قبر میں کامیابی کیلئے مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ کے جواب میں هٰذَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا محتاج، حشر میں شفاعت مصطفےٰ ﷺ کا محتاج ہے۔ یاد رکھیں کہ اللہ و رسول سے محتاج رہنا فخر کا باعث ہے مگر ان سے غنی ہو جانا طغیان ہے، جس کی وجہ سے سرکش لوگ عصمتِ انبیاء کا انکار کرتے ہیں۔

مگر صاحب ایمان کا ذکر (پ۳۰، سورۃ انشقاق آیت: ۲۵) میں ہے۔ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۔ مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ان کیلئے وہ ثواب ہے، جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ اس کی تفسیر میں ہے

کہ جنت میں دائمی ثواب دیا جائے گا کہ جنت اور اس کی نعمتیں دائمی ہیں، ان کو فنا نہیں۔ دنیا میں ایمان والوں کیلئے ان کے اپنے نیک اعمال وصدقات کے علاوہ ان کی نیک اولاد اور امت مسلمہ کی طرف سے صدقات کا ایصال ثواب اور دعائے خیر تا قیامت جاری ہے۔ یہ وہی ہیں جو نبی آخرالزمان ﷺ سے بے پرواہ اور بے نیاز نہیں۔ برخلاف کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے۔ اس لئے ایمان اعمال پر مقدم ہے۔ جیسے وضو نماز سے پہلے ہے۔ جس طرح بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی۔ بغیر ایمان کے اعمال بھی مقبول نہیں ہوتے۔ لہٰذا خدا کی پکڑ سے بچنے کیلئے صرف ایک ہی واحد طریقہ یہ ہے کہ عقیدہ درست کیا جائے اور دامن مصطفٰے ﷺ کو تھام لیا جائے۔ اس سے بے پرواہ ہونا، حضور ﷺ کو نافرمان، گنہگار اور گمراہ بیان کرنا، اور اس پر عقیدہ رکھنا کہ حضور توبہ کر کے نبی ہوئے سراسر بے دینی اور گمراہی ہے، کہ اسی کا نام توہین نبی کریم ﷺ ہے۔ قرآن پڑھ کر اس سے فائدہ وہی اٹھا سکتے ہیں جن کے دل میں الفت اور محبت مصطفٰے ﷺ ہے کہ پہلے حضور ﷺ کا نور دل کو نور ایمان عطا کرتا ہے، جس سے تلاوت قرآن سے اثر پیدا ہوتا ہے کیونکہ قرآن رحمت کی بارش ہے جس سے محبت مصطفٰے ﷺ کا بیج اُگتا ہے۔ اگر محبت کا بیج نہ ہو تو کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ قرآن سے گمراہی ملتی ہے یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا ہے۔ وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ (پ۳۰، سورۃ غاشیہ آیت ۱۸) میں فرمان الٰہی جل شانہٗ ہے۔ اور آسمان کو کیسا اونچا کیا گیا اس کی تفسیر میں ہے کہ جس طرح آسمان کی رفعت ہے۔ نبی کریم ﷺ کیلئے وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کی بلندی اور رفعت کی حد نہیں جس طرح آسمان بہت دور ہے مگر ہزار ہا فیض وہاں سے آرہے ہیں۔ حضور ﷺ مدینہ منورہ میں ہم سے دور ہیں۔ سارے فیض وہاں سے آرہے ہیں۔ سورج لاکھوں

میل کی دوری سے گندی زمین کو پاک کر دیتا ہے، حضور ﷺ ہمارے گندے دلوں کو جسم بلکہ ہمارے ہر ماحول کو پاک کر دیتے ہیں۔ ان کا مقام وَيُزَكِّيهِمْ ہے، بلکہ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (پ۳، سورۃ آل عمران: ۱۶۴) ہے کہ کتاب وحکمت سکھاتے ہیں۔ ہم جس طرح آسمان تک نہیں پہنچ سکتے، کوئی بھی حضور ﷺ کی عظمت اور درجہ تک نہیں پہنچ سکتا کہ حضور ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں۔ ان کی رحمت کا سایہ سارے عالمین پر ہے۔ کاش گمراہ لوگ سمجھیں اور توبہ کریں۔
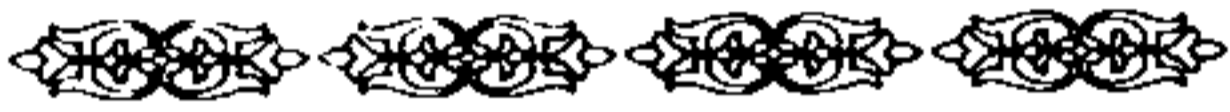
سورۃُ العصر میں ایمان وعمل کا فرمان

سورۃُ العصر میں مختصر کلام میں جو بیان ہوا ہے، اس پر عمل پوری انسانی زندگی کیلئے پورا دستورالعمل ہے، جو مومن کیلئے کافی ہے۔ اسی لئے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر اس کے سوا اور کوئی سورۃ نہ بھی آتی تو لوگوں کیلئے کافی ہوتی۔ (روح البیان) کہ اس میں منافق کو جھڑک اور مومن کو بشارت مگر کافر کو ڈانٹ پلائی گئی ہے۔ مومن کیلئے عزت افزائی، ایمان کی دعوت، نیک اعمال کی ترغیب، تبلیغ دین کے فوائد اور اصلاح خلق کا بیان بدرجہ کمال ہے۔ گویا سمندر کو کوزہ میں بند کرنا ہے۔ یہ عرفان کا خزانہ اور ایمان وعمل کا ناپیدا کنار سمندر ہے۔ جس میں چار امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○ (پ۳۰، سورۃُ العصر)

اس زمانہ محبوب کی قسم۔ بیشک آدمی ضرور نقصان میں ہے، مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور دوسرے کو حق کی تائید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

ان تین آیات میں مختصراً بیان ہے کہ عصر کی قسم جس میں عمریں ختم ہوتی ہیں، سلطنتیں بدلتی ہیں، عالم کے حالات میں تبدیلی آجاتی ہے۔ یا جس میں عشاق فراق میں روتے ہیں، اور گنہگار توبہ میں روتے ہیں، اور بدکار استغفار میں روتے ہیں، اور صالحین عبادت میں مشغول ہوتے ہیں۔ جس میں بہترین اور سب سے بلند وبالا

زمانہ، ظہور محبوب کا زمانہ، تمام زمانوں سے افضل وبابرکت ہے کہ خیر الخلائق کا زمانہ ہے، جس میں مومنین دیدار محبوب سے صحابی بنے پھر یہ زمانہ قیامت تک بلکہ اَبدالاباد تک ہے۔ گویا اَزل سے اَبد تک ہے اس لئے اس کی قسم کھائی کہ گذشتہ نبیوں کو اور ان کی امتوں کو حضور ﷺ ہی سے فیض ملا کہ حضور رحمۃ اللعالمین ہیں۔ رب کے محبوب اکبر ہیں کہ رب تعالیٰ نے ان کے زمان ومکان اور عمر کی قسم کھائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ۔ کہ تمام زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ اس زمانے کی ہر ساعت تمام ساعتوں سے افضل ہے۔ فرمایا: لَعَمْرُكَ (الحجر:۷۲) کہ حضور ﷺ کی عمر مبارک کی قسم خدا نے کھائی۔ حضور ﷺ کے شہر کی قسم کھائی۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ (پ۳۰، سورۃ البلد، ۱۔۲)

کہ محبوب اس شہر کی قسم کہ اس میں تم قدم رنجا فرماتے ہو۔ اس لئے فرمایا۔ وَالْعَصْرِ ۔ کہ محبوب کے زمانہ کی قسم، بلکہ جب اپنی قسم فرمائی تو بھی اپنے کو حضور ﷺ کے ساتھ ہی یاد فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ (پ۵، سورۃ النساء:۶۵) کہ اے پیارے تمہارے رب کی قسم کہ حضور ﷺ کی نسبت خدا کو محبوب ہے، اسی لئے امام مالک کے نزدیک شبِ میلاد شبِ قدر سے افضل ہے اور دوشنبہ جمعہ سے افضل، اور مدینہ منورہ مکہ معظمہ سے بڑھ کر ہے کیونکہ ان کو حضور ﷺ سے خاص نسبت ہے۔

حضور ﷺ کے زمانے بھی تین قسم کے ہیں۔

رحمت کا زمانہ : حضور کے ظہور کا زمانہ اور حضور کی نبوت کا زمانہ!

رحمت کا زمانہ وہ ہے جب سے کائنات کا ظہور ہوا اور جب تک یہ عالم رہے گا۔

زمین وآسمان کا ظہور حضور ﷺ کے طفیل ہوا۔ حضرت آدم کی پیدائش اوران کی توبہ کی قبولیت ہوئی ۔حضور ﷺ کے طفیل کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں اور رسولوں کونبوت اوررسالت عطا ہوئی ۔الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا گلزار ہونا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذبح سے امن پانا۔فرعون کا غرق ہونا، اور حضرت موسیٰ کا نجات پانا۔ میثاق کے دن انبیاء کرام سے عہد لینا کہ حضور ﷺ پرایمان لائیں اور حضور کی خدمت کریں۔ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ(پ۳،آل عمران:۸۱) پر عمل کریں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (پ ۲۸، القصف:۶) کی خوشخبری قوم کو سنانا کہ میرے بعد نبی آخرالزمان، احمد ﷺ تشریف لانے والے ہیں کہ خدا نے روز ازل سے ہی نام مبارک رکھ کر ہر زمانہ نبی میں اعلان کردیا، بلکہ قبر میں حشر ونشر میں حضور ﷺ کا ہی ڈنکا بجے گا۔قبر میں نکیرین کے سوالات میں حضور ﷺ کی پہچان ،حضور کی رسالت کا ذکر، قیامت کے روز شفاعت مصطفےٰ ، جنت میں حضور کا قرآن ہی پڑھا جائے گا.کہ نہ تورات، نہ زبور، نہ انجیل پڑھی جائے گی ۔یہ سارا زمانہ حضور ﷺ کی رحمت کا زمانہ ہے،جس کی ابتداء کا دنیا کو پتہ نہیں نہ انتہا کا پتہ ہے کہ اس زمانہ کی عمر بہت زیادہ ہے۔

زمانہ ظہور جو حضور ﷺ کی ولادت پاک سے شروع ہوکر وصال تک ہے۔ یا جوظہور نبوت سے وصال تک خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ کا زمانہ جس میں خیر کی ساعتیں بہت ہی خیر والی ہیں جیسے معراج النبی اور فتح مکہ کا دن ہے، ہجرت کے ایام ہیں، وہ زمانہ جس میں اقوام عالم کو اسلام کا پیغام اَسْلِمْ تَسْلَمْ پہنچایا گیا۔زمانہ نبوت جو

اعلان نبوت سے قیامت تک قائم ہے۔ کہ خاتم النبین ہی کا وہ زمانہ ہے۔ اسی شجرہ طیبہ میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا زمانہ مثل پاکیزہ درخت کے ہے۔ جس کے جب بھی پھل اور پھول لگتے ہیں اسی پاکیزہ درخت کے ہیں، نہ کوئی نیا نبی آئے گا' نہ کسی اور کلمہ پڑھا جائے گا، نہ کسی اور کا دین ہوگا۔ نہ کوئی حضور ﷺ سے مستغنی ہوگا۔ قیامت تک یہی کلمہ طیبہ جاری اور ساری رہے گا۔ نماز اور قرآن قائم رہے گا، حضور ﷺ کا ورد درود وسلام جاری رہے گا کہ حضور ﷺ اللہ کے رسول ہر زمانہ میں ہیں، یہ نہیں کہ حضور نبی نہ تھے۔ یہ خصوصیت حضور ﷺ کی قائم ہے۔

منبع عشق ومحبت' مصدر صدق وصفا
قبلۂ دین کعبہ ایمان ہے محمد مصطفےٰ

حضور ﷺ ہر زمانہ میں محمد رسول اللہ ہیں۔

وَالْعَصْرِ فرما کر زمانہ محبوب کی قسم کھا کر اعلان فرمایا ہے۔ جو جواب قسم ہے کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۔ کہ آدمی بہت نقصان میں ہے۔ جس میں سبھی انسان مراد ہیں۔ بچے، بوڑھے، امیر، غریب، عورت، مرد جو بھی دنیا میں آیا خسارہ میں پڑ گیا اور وہ نقصان اور خسارہ کہ جس میں تاجر اپنی اصل پونجی کھو بیٹھتا ہے یا کم ہو جاتی ہے اور وہ خسارہ انسان کی پونجی عمر ہے جو دن رات کے کھیل کود میں برباد ہو رہی ہے۔ ہر وقت نقصان میں گزرتا ہے کہ ہر گھڑی گھٹ رہی ہے۔ مگر انسان اس کو آخرت کا ذریعہ نہیں بناتا۔ اس کے اعمال اچھے ہیں تو اس کا خریدار اللہ تعالیٰ ہے، جس کی قیمت جنت ہے......اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ

الْجَنَّةَ۔ (پ ۱۱، سورۃ توبہ آیت: ۱۱۱)

کہ خرید لیا ہے اللہ نے ایمان والوں سے اس کی جان اور اموال کو جنت کے بدلہ میں۔ اگر اعمال بُرے ہیں تو اس کا خریدار شیطان ہے اور ان کی قیمت جہنم ہے۔ سودے کے مطابق قیمت ملتی ہے۔ شراب کی دکان پر شرابی جاتا ہے مگر مسجد میں نمازی وہ چاہے تو جنت کما سکتا ہے۔ قربِ الٰہی حاصل کر سکتا ہے، غوث، قطب، ابدال کا درجہ پا سکتا ہے، ورنہ جہنم میں جوتے ہی پڑیں گے، کیونکہ غافل کے ہر سانس پر عمر کا نقصان ہوتا ہے جیسا کہ گھڑے میں سوراخ ہو تو پانی بہہ جاتا ہے اور وہ خالی ہو جاتا ہے اس کی عمر برباد لیکن مومن صالح کا ہر عمل اس کے سانس کے ساتھ جمع ہوتا ہے، اور بڑھتا جاتا ہے۔ جیسے عرق کے قطرے بوتلوں میں جمع ہوتے رہتے ہیں جو بیماروں کیلئے شفا ہے۔ اس لئے ابدالآباد کی زندگی پاتے ہیں اور اسی کو خدا نے فرمایا ہے۔ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔ (پ ۲، سورۃ البقرہ: ۱۵۴) تو معلوم ہو گیا کہ زندگی کا حاصل بندگی ہے، اس کے بغیر شرمندگی، زندگی بے بندگی شرمندگی کا مقام ہے۔

کسی نے خواب میں دیکھا کہ جنگل میں اکیلا تھا کہ شیر نے پیچھا کیا وہ جان بچا کر بھاگا مگر آگے خندق آ گئی، خیال کیا کہ کود کر بچ جاؤں گا مگر خندق میں بڑا سانپ منہ کھولے بیٹھا تھا حیران ہوا کہ آگے سانپ پیچھے شیر، خندق کے کنارے پر ایک درخت کو دیکھا، اس پر چڑھ کر جان بچائی، مگر دیکھا کہ درخت کو دو چوہے سفید اور سیاہ کاٹ رہے ہیں، جنہوں نے درخت کی جڑوں کو کاٹ ڈالا تو ہیبت چھا گئی کہ درخت گرا اور وہ سانپ کا لقمہ بنا۔ حقیقت یہ ہے جنگل دنیا ہے، شیر ملک الموت پیچھے لگا ہے،

خندق قبر اور سانپ قبر کا عذاب اور درخت عمر ہے اور سفید کالے چوہے دن اور رات عمر کو ختم کر رہے ہیں، مگر انسان سمجھتا نہیں اس بے وقوف کی طرح ہے۔ جو روپیہ کے عوض ٹھیکری خریدتا ہے۔ دنیا کیلئے دن رات محنت کرتا ہے، مگر آخرت کی فکر نہیں۔ اس لیے نقصان میں ہے۔ اس کو جسم ملا مگر یہ نہ سوچا کہ عارضی چیز ہے، مثل چرخہ کے مانگی ہوئی چیز ہے جو کات لیا وہ اپنا مگر چرخہ چرخے والا کا ہوگا۔ غافل نے عمر برباد کر دی مگر اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (سورۃ العصر) والے بچ گئے جو لوگوں کو حق کی دعوت دیتے اور مصیبتوں پر صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ اور خود بھی اس پر یقین رکھتے ہوئے عمل کرتے ہیں کہ ایمان ہی سارے اعمال کی اصل ہے، جس کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں۔ اس لئے ایمان ہو تو مثل حضرت ابوبکر صدیق کے اور عمل ہو تو مثل حضرت عمر فاروق کے اور حق کی وصیت وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ (سورۃ العصر) مثل عثمان غنی کے اور وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (سورۃ العصر) جیسے حضرت علی کا تھا کہ حضرت صدیق کی قبولیت کا یہ عالم کہ خدا ان کو اتقیٰ اور متقی کا ارشاد فرمایا ہے۔ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ○ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰی ○ (پ۳۰، سورۃ اللیل آیت ۱۷، ۱۸) کا ڈپلومہ مل گیا۔ حضرت عمر کا یہ مقام کہ ان کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر، جو شمار سے باہر ہیں یہ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔ حضرت عثمان غنی کی اصلاحِ خلق کا یہ مقام ہے کہ شہادت پائی مگر کسی غلام کو جنگ کی اجازت نہ دی اور قاتل سے بچنے کیلئے اپنا ہاتھ نہ اٹھایا، حضرت علی کے صبر کا یہ مقام کہ شہیدان کربلا اور مسافروں کے سردار اعلیٰ پہلے درجہ پر ہوئے اور سلطان الاولیاء کا مقام پایا۔ یاد رکھیں حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہمیں دنیا کی تین

چیزیں مرغوب ہیں۔ خوشبو، نماز اور منکوحہ بیوی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی
تین چیزیں بتائیں کہ دیدارِ نبی، حضور پر مال و جان کی قربانی، دربارِ نبی کی حاضری۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے پیاروں کی ملاقات، دشمنان دین پر سختی اور عدل و
انصاف۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تین مرغوب چیزیں اسلام کی اشاعت، بھوکوں کو
کھانا کھلانا، راتوں کو آہ و زاری کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ضرب السیف، یعنی
دشمنان دین سے جنگ، گرمی کا زور اور مہمان نوازی۔ حضرت جبرئیل بھی آ گئے اور
فرمایا کہ مجھے پسند ہے گمراہوں کی راہبری، غربا کی مدد، رب تعالیٰ سے ہمکلامی۔
انہوں نے فرمایا کہ خدا کو بھی تین چیزیں مرغوب ہیں گنہگار کے آنسو، جو توبہ میں بہتے
ہیں۔ متکبر کو سزا دینا مگر بے قرار دل کی دعا قبول کرنا، لہٰذا چشم گریاں، دل بریاں،
قلب شاکر خدا نصیب کرے۔ حضرت غوث پاک نے ایک بار عبادت میں مشغول
دیکھا کہ کمرے میں تخت پر چمکتی ہوئی روشنی آ گئی ہے۔ آنے والے نے کہا اے
عبدالقادر میں تیرا رب ہوں۔ تجھ سے راضی ہو گیا ہوں، عبادت معاف کر دی ہے۔ سوچا
کہ حضور نبی کریم ﷺ کو عرش پر بلا کر دیدار کرایا۔ مجھے دنیا میں کیونکر اور کیسے دیدار الٰہی
ہو سکتا ہے۔ کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کا مقام ہے۔ میں کیسے بڑھ سکتا ہوں۔ اور نماز تو
حضرت علی سلطان الاولیاء کو بھی معاف نہ ہوئی۔ نہ امام الانبیاء ﷺ کو۔ مجھے کیونکر
معاف ہو گئی۔ لَاحَوْلَ پڑھا تو نور اور تخت غائب ہو گیا۔ شیطان نے جاتے ہوئے
پھر وار کیا کہ تجھے تیرے علم نے بچا لیا۔ غوث پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے خبیث
تجھے تیرا علم نہ بچا سکا تو مردود ہو گیا۔ مجھے علم نے نہیں بلکہ خدا کے فضل اور نبی کریم کی

رحمت نے بچالیا ہے۔ آخر میں یاد رکھیں کہ ایمان محبت مصطفےٰ ﷺ کا نام ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کا ارشاد ہے۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

(بخاری، کتاب الایمان، مسلم، کتاب الایمان، مشکوٰۃ کتاب الایمان، پہلی فصل)

مگر حضور کی توہین ایمان کی قینچی ہے۔ جب خدا کا حکم ہے۔ لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (سورۃ حجرات آیت:۲) کہ نبی کی آواز سے بھی آواز بلند ہو جائے تو ناقابل برداشت ہے کہ اس کی سزا اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (سورۃ حجرات آیت:۲) ہے کہ توہین کرنے والے کی نہ نماز قبول، نہ روزہ، نہ حج، نہ زکوٰۃ، نہ تلاوت قرآن، نہ توحید پر ایمان قبول، نہ حضور کی نبوت پر ایمان قبول ہے۔ الغرض گستاخان رسول ﷺ کا نظریہ مردود ہے جس سے سارے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ نہ اس کا کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر ایمان قبول ہے، نہ اس کا رکوع، سجود، نہ قیام وقعود، نہ صدقہ وخیرات مقبول ہے، سب برباد ہو جاتے ہیں کیونکہ خدا کے محبوب کی توہین ان سب کو لے ڈوبتی ہے۔ اس لئے نفس کو شریعت کی لگام دینے کیلئے اور اس کو سیدھا کرنے کیلئے خدا کے محبوب کے در کی غلامی ذریعہ نجات ہے۔ اسی کا نام ایمان ہے، تقویٰ ہے۔ اس لئے ایمان وعمل صالح اور صبر کی تلقین کی جائے اور واضح کیا جائے کہ تقویٰ ظاہری اعمال صالح اور شریعت پر عمل ہے۔ اور تقویٰ باطنی تقویٰ القلوب ہے۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۔ (پ۱۷، سورۃ الحج آیت:۳۲)

کہ شعائر اللہ کی تعظیم دل کے چھپے حالات کا اظہار ہے۔ ظاہری تقویٰ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جملہ احکام شریعہ پر عمل ہے اور باطنی تقویٰ عظمت و شانِ مصطفےٰ ﷺ ہے۔ مگر حضور ﷺ کی توہین کفر ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے غلاموں، صحابہ کرام، اولیائے عظام اور بزرگان دین کی توہین خدا کے ہاں نا قابل برداشت فعل ہے کیونکہ یہ سب شعائر اللہ ہیں۔ اس لئے شعائر اللہ کی توہین انکار دین ہے۔ لہٰذا خدا کا اعلان هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (سورۃ البقرہ:۲) صرف ان متقین کیلئے ہے جو ظاہری اور باطنی تقویٰ اختیار کرنے والے ہیں، مگر ایک کو ماننے اور دوسرے کا انکار کرنے والے ایمان والے نہیں ہو سکتے کہ ابلیس نے بھی انبیاء کی تعظیم سے انکار کیا اور اس کی توہین کی وجہ سے اس کا انجام اَسْتَكْبَرَ ق وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (سورۃ البقرہ:۳۴) کی رو سے کفر پر ہوا اور یہی فرمان ہر زمانہ میں جاری ہے۔ جس کا علاج توبہ ہے کہ توبہ سے نور ایمان عطا ہوتا ہے مگر اس کے بغیر نہ ایمان کی عطا ہوتی ہے نہ ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے (پ۴، النساء:۱۷) میں ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۔ وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کیا ہے وہ انہی کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھے، پھر تھوڑی دیر بعد توبہ کر لیتے ہیں۔ ایسوں پر اللہ کی رحمت ہو جاتی ہے کہ اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے۔ اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور موت سے پہلے کا وقت قریب میں بیان ہے۔ مگر یہ گناہوں سے توبہ کیلئے ہے لیکن کفر سے توبہ موت دیکھ کر قبول نہیں ہوتی۔

جب تک بچہ نہ روئے ماں دودھ نہیں دیتی، اور بادل نہ روئے چمن نہیں کھلتا اور پانی دیئے بغیر کھیت ہرا بھرا نہیں ہوتا۔ اسی طرح سے چشمۂ رحمت، چشم کے آنسو کے بغیر ایمان کی کھیتی بھی ہری بھری نہیں ہوتی۔

؎ رو کے مانگ اللہ سے جو ہے دل کی مراد
شیر دایہ طفل کو بھی بے فغاں ملتا نہیں

لہٰذا بڑے سے بڑا مجرم گنہگار بھی خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلکہ توبہ کرے کہ توبہ کے معنی رجوع کرنا، لوٹنا ہے اور گناہ سے رجوع کر کے نیکی اپنانا ہی ایمان ہے۔ رحمۃ اللعالمین ﷺ کے صحابی لبابہ نے حضور ﷺ کا راز غلطی سے ظاہر کر دیا تھا تو پھر توبہ کیلئے اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ دیا اور کہا کہ جب تک خدا کے نبی نہ کھولیں گے نہ خود آزاد ہوں گا نہ توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس عزم صمیم کی توبہ کا یہ مقام کہ اس ستون کا نام ستون ابولبابہ ہو گیا کہ قیامت تک ان کا مقام بلند کر دیا گیا۔ خدا کے محبوب کے ہاتھوں سے اُن کی توبہ قبول ہوئی۔

صحابہ کرام کا ایسا پختہ ایمان کہ ان کے بغیر ان کی توبہ بھی قبول نہیں ہو سکتی۔ جسمانی ہو یا روحانی طور پر۔ اس لئے خدا کا اعلان ہوا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۔ (پ۵، النساء آیت ۶۴)...... کہ اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں اور گناہ کے مرتکب ہوں تو درِ مصطفےٰ پر حاضری دیں اور توبہ کریں۔ اور حضو نبی کریم ﷺ ان کی توبہ کیلئے استغفار کریں اور شفاعت کریں تو اللہ تعالیٰ کو بخشنے

والا مہربان پائیں گے۔

جس سے معلوم ہو گیا حضور ﷺ کا در قیامت تک بخشش کا وسیلہ ہے۔حضور توبہ کے وکیل ہیں۔خدا حاکم ہے۔بندہ مجرم اور درمیان میں خدا کا محبوب توبہ کا وکیل ہے۔در مصطفےٰ ﷺ پر حاضری قلبی طور پر حضور کی طرف توجہ کرنا ہے۔اگر روضۂ اقدس پر حاضر ہو تو بہتر ہے۔ورنہ ان کی طرف توجہ کرنا بھی حضور کا وسیلہ ہے کیونکہ حضور تو ہمارے حالات سے خبردار ہیں۔لہٰذا جب بھی امتی سے غلطی ہوتی ہے،حضور ﷺ کی طرف سے ہماری بے توجہی کا نتیجہ ہوتا ہے۔جس کیلئے وہ اپنے مِی کی طرف توجہ کرے کہ گنہگار تبھی ہوتا ہے کہ جب حضور کے بارے میں غفلت ہوتی ہے۔جب دل شرمندہ ہوگا اور آئندہ گناہ سے بچنے کا عہد حضور کے وسیلے سے کریگا تو توبہ قبول ہوگی۔حقوق العباد میں صاحبِ حق سے معافی مانگے اور دل ریا سے پاک ہو اور خوفِ خدا دل میں ہو تو موت سے پہلے پہلے توبہ کا در کھلا ہے۔توبہ کرے مگر فرشتہ موت کو دیکھ کر ایمان لانا معتبر نہیں۔ "اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ" کے فرمان کے مطابق صحیح توبہ کے بعد انسان ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو اور بعض دفعہ تو توبہ سے گنہگار قطب بھی ہو جاتا ہے۔توبہ باعث نجات ہے،اور جب توبہ کرے تو اس کے چار اعضا کام کریں۔اس کی آنکھیں روتی ہوں۔دل خوف خدا سے لبریز،دماغ قصور کا اعتراف کرے،اور زبان پر کلمات استغفار جاری ہوں تو یہ بیماری اور تنگی کا موثر علاج ہے۔

لہٰذا غلطی معلوم ہونے پر توبہ کرے اور اپنا تعلق بالرسول قائم کرے،کیونکہ

تعلق بالرسول ہی نجات کا ذریعہ ہے، اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ (بخاری، کتاب الادب باب علامۃ حب اللہ عزوجل) کہ قیامت میں آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ دنیا میں اس کی محبت ہے۔ حضور ﷺ سے محبت رکھنے والا اس سے محروم نہ ہوگا۔ اگر حضور ہمارے ہزار سلاموں پر ایک جواب بھی عنایت فرمادیں تو واللہ ہمارے سلاموں کی اعلیٰ قیمت ادا ہوگی۔ دنیا میں بھلائی آخرت کی بھلائی اور عالم حقیقت تک رسائی ہے۔ یہ ابدی اور دائمی بھلائی ہے جس سے قیامت کی گھبراہٹ دور ہوتی ہے، کیونکہ نجات کا باعث ہے، لہٰذا جو بھلائی کرے گا اس میں آخرت کی خیر ہے۔ اس سے اللہ کے بندے نزع کی گھبراہٹ، قبر کی وحشت، قیامت کے ہول، حساب وکتاب کی وحشت، اور میزان کی مصیبت، پل صراط کی آفت سے محفوظ رہیں گے۔ وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ (پ۲۴، سورۃ الزمر آیت ۶۸) کہ صور پھونکنے پر زمین وآسمان کی ساری مخلوق گھبرا جائے گی۔ سوائے خاص اولیاء کے کہ ان کیلئے فرمان الٰہی ہے۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ (پ۱۱، سورۃ یونس آیت ۶۲) کہ اس حکم کے مطابق ان کو کوئی خوف ہوگا نہ غم بلکہ یہ اوقات خوشی کے ہوں گے کہ مرتے وقت فرشتوں سے خوشخبری ملے گی اور دیدار مصطفےٰ ﷺ ہوگا۔ قبر بھی دیدار نبی کا مقام ہے اور حشر میں سایہ عرش اور پل صراط پر امام الانبیاء ﷺ کی رب سلم سلم کی پیاری پیاری صدا ہر غم کا مداوا ہوگی۔

حقیقت یہ ہے کہ مرتے وقت مومن پر اگرچہ نزع کی شدت، جانکنی کی مصیبت، روح کا اخراج اور اس کی کلفت سبھی کچھ ہوتا ہے مگر جمال مصطفےٰ ﷺ

سامنے ہوتا ہے۔ ملک الموت اگرچہ کام کرتا ہے مگر جمال مصطفےٰ ﷺ میں مومن محو ہو کر یہ محسوس کرتا ہے کہ تمہاری چال کے صدقے، خدوخال کے قربان، رخسار پر فدا، گفتار پر تصدق ہوں، ادھر جان نکلی جس کی شدت کا بیان قرآن کریم میں موجود ہے۔ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ (پ۲۹، سورۃ القیمہ :۲۶) مگر خدا کے محبوب کا فرمان کہ مومن کی جان ایسی آسانی سے نکالی جاتی ہے جیسے خمیرے آٹے سے بال، یہ فرمان پورا ہوتا ہے بعینہٖ اسی طرح جس طرح مصر کی عورتوں نے جمال یوسفی کو دیکھا تو بجائے پھل کے اپنے ہاتھ کاٹ لیئے، چھری چل گئی مگر وارفتگی کا یہ عالم کہ پتہ نہ چلا کہ ہاتھوں سے خون بہہ رہا ہے۔ نہ ہائے ہائے کی، نہ روئیں نہ چلائیں، بلکہ زبان سے کہہ رہی تھیں کہ یوسف ایک بشر نہیں بلکہ ایک فرشتہ ہے۔ زبانِ نبی کی مدد کر رہی تھی اور اس کی ثنا میں محو تھی جیسا کہ ارشاد ہے، فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۔ (سورۃ یوسف آیت: ۳۱)

رب تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مومن کیلئے حساب آسان ہوگا۔ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۔ (پ۳۰، سورۃ انشقاق: ۸) کہ رب فرمائے گا اے بندے تو نے یہ گناہ کئے ہیں۔ بندہ عرض کرے گا کہ مولیٰ کئے ہیں۔ اس پر فرمائے گا کہ دنیا میں تیری پردہ پوشی کی اور عیب پوشی اور آج ہم تمہیں بخشتے ہیں کہ آج شان غفاری کا ظہور ہے، دُنیا میں شان ستاری تھا۔ مگر کافر اور منکر قرآن سے سخت کلام ہوگا، فرمائے گا کہ یہ کیوں کیا۔ اس پر گھبراہٹ ہوگی جس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے، کہ اس کا اعلان ہو گا کہ اسے ہمیشہ کیلئے جہنم میں ڈال دو۔ اس لئے یاد رکھیں۔

؎ گر محمد ﷺ کا ساتھ ہو جائے
پھر تو جانو ہماری نجات ہو جائے

یہ سارا فیض حضور ﷺ کے صدقے میں ہوگا۔

لٰہذا مومن وہی ہے جسے حضور ﷺ سے محبت ہے، اور محبت ہی سے مومن کامل ہوسکتا ہے۔اس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔مگر عمل کر کے اس کے جتانے پر کامل نہیں ہوسکتا کہ قیامت کے روز حضرت آدم گندم کے کھانے کا ذکر کریں گے، حالانکہ اس کی معافی ہو چکی ہے، مگر اپنی عبادت کا ذکر تک نہیں کریں گے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بوقتِ وفات فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ یہ وقت میرے فضائل بیان کرنے کا نہیں، مغفرت کا ہے، اس لئے مغفرت کی دعا کرو کہ میری نیکیاں میری خطاؤں کا کفارہ بن جائیں اور ہم گنہگار دعا کرتے ہیں کہ کاملین کے طفیل اللہ تعالیٰ ہمیں بھی کمال میں سے کچھ عطا فرمادے۔کیونکہ جو دنیا میں گھبرا گیا وہ آخرت میں مطمئن ہوگیا، دنیا میں خوف الٰہی سے رونا آخرت میں ہنسنے کا باعث ہوگا کہ خوف کے آنسو اور جہنم کی آگ جمع نہیں ہوسکتی۔نیکوں کی صحبت سے اصحاب کہف کا کتا، صالح علیہ السلام کی اونٹنی، حضور ﷺ کا دراز گوش اور اونٹنی قصویٰ جنت میں جا سکتے ہیں تو انسان کیوں نہ جا سکے گا، جب تل پھول سے خوشبو پالیتا ہے، نیکوں کی صحبت سے مقام کیونکر بلند نہ ہوگا مگر بُروں کی صحبت برباد کر دیتی ہے۔اسی لئے خدا نے فرمایا:

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (پ ۷، الانعام: آیت ۶۸) کہ بُروں سے الفت بُری ہے، البتہ ان کی اصلاح ضروری ہے کہ حضرت نوح کا بیٹا بُری صحبت کے باعث نبی کا منکر اور کافر ہوگیا اور غرق ہو کر ناری ہوگیا۔اور خدا نے بھی فرمادیا کہ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ۔ (پ ۱۲، ہود: ۴۶) کہ اہل بیت سے نہیں۔بُرا یار دین و ایمان برباد کرتا ہے۔دولت بھی وہی محفوظ ہے جو چوروں سے دور ہے، لٰہذا ایمان بھی وہی محفوظ ہے جو ایمان چوروں سے محفوظ ہے۔

آخر میں رسالہ "تعظیم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم" مؤلفہ حضرت مولانا الحاج محمد حنیف شیخ التفسیر والحدیث استاذ العلماء دارالعلوم گیلانیہ رضویہ فیصل آباد سے چند اقتباسات زیر عنوان "مومن کیلئے دربار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری" پیش کرتے ہوئے حضور کے دربار میں حاضری کو اُجاگر کیا گیا ہے تاکہ حدیث نبوی "مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَاجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ" کے مطابق مومن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا حق دار بن جائے جو اس کیلئے نجات کا باعث ہے، کیونکہ خدا کی رحمت صدقہ محبوبِ خدا کے ہی انسان پر ہوتی ہے، لہٰذا دامن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھامنے والا ہی کامیاب ہوتا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بے ادب اور گستاخ فرقہ اس سے محروم ہی رہتا ہے، جو اس دربار کی حاضری کا بھی مخالف ہے۔

مومن کیلئے دربارِ مصطفٰے ﷺ کی حاضری

اللہ خالق کائنات جل شانہٗ فرماتے ہیں۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔

(پ۵ سورۃ النساء آیت ۶۴)

اور اگر لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں اور تمہارے حضور حاضر ہو کر اللہ سے مغفرت طلب کریں اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کیلئے استغفار کریں تو اللہ کو قبول کرنے والا پائیں گے۔ اس آیت میں دربارِ مصطفٰے ﷺ پر حاضری کو توبہ اور بخشش ونجات کا وسیلہ حضور ﷺ کی ذات کو بیان فرمایا ہے۔

(۱) حدیث دار قطنی وبیہقی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' جو میری قبر کی زیارت کرے اس کیلئے میری شفاعت واجب ہے۔''

(۲) طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' جو میری زیارت کو آئے سوائے میری زیارت کے اور کسی حاجت کیلئے نہ آئے تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے روز اس کا شفیع بنوں۔''

(۳) حدیث: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' جس نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی تو ایسا ہے جیسے میری حیات میں زیارت

سے مشرف ہوا۔'' (دار قطنی وطبرانی)

(۴) ابن عدی نے کامل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی''۔ حاضری میں خالص زیارت اقدس کی نیت کرے۔ یہاں تک امام ابن الہمام فرماتے ہیں۔ اس بار مسجد شریف کی نیت بھی شریک نہ کرے۔ اسلئے کہ پہلے حدیث میں بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو میری زیارت کو آئے سوائے میری زیارت کے اور کسی اور حاجت کیلئے نہ آیا تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں۔ حاضری کیلئے راستہ میں حضور سید عالم ﷺ پر درود شریف اور ذکر میں ڈوب کر پہنچے۔ یا پیادہ حرم مدینہ میں داخلہ بہتر ہے۔ اپنے گناہوں پر نظر کر کے بخشش کیلئے حضور کے دربار میں حاضر ہو۔ جب روضہ انور پر نظر پڑے تو صلوٰۃ وسلام پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ کے ساتھ مسجد نبوی میں داخل ہو مگر پہلے مسواک ووضو اور غسل کر کے پاکیزہ لباس زیب تن کرے، خوشبو، اور کستوری لگا کر حاضری دے اور آستانہ عالیہ کی طرف خشوع وخضوع سے متوجہ ہو کر التجا کرے۔ ادب وتعظیم نبی کے فرض کو نہ بھولے، کوئی لفظ چلا کر نہ نکالے کہ حضور زندہ ہیں، جیسے ظاہری حیات میں حکم تھا، بعینہ حضور اب بھی یہی مقام رکھتے ہیں۔ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ (پ ۲۶، سورۃ الحجرات: ۲) پر عمل کرتے ہوئے ادب سے حاضری دے کہ

امام ابن حاج مکی مدخل اور امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں ائمہ دین کا بیان ہے۔

لَا فَرْقَ بَیْنَ مَوْتِهٖ وَحَیَاتِهٖ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فِیْ مُشَاهَدَتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَ

مَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَاطِرِهِمْ وَذَالِكَ عِنْدَهٗ اجلیٰ لَاخفاء لَهٗ۔

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ کی حیات طیبہ اور وفات میں اس بات میں کوئی فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں۔ ان کی حالتوں کو، ان کی نیتوں، دلی ارادوں اور ان کے دلی خیالات کو جانتے پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور ﷺ پر اس طرح روشن ہے کہ اس میں ذرہ بھر بھی اخفا اور پوشیدگی نہیں۔

آپ کے در کی حاضری کا طریقہ یہ ہے کہ کمال ادب ہو، آنکھیں جھکائے ندامت کے آنسو بہائے۔ حضور اکرم ﷺ کے کرم کی امید رکھتے ہوئے حضور کی بائیں جانب مشرق کی طرف سے مواجہہ عالیہ میں حاضر ہو کیونکہ حضور مزار انور میں روبقبلہ جلوہ افروز ہیں۔ اس سمت سے حاضری پر حضور کی نگاہِ بیکس پناہ تمہاری طرف ہوگی۔ جو تمہارے لئے دونوں جہاں میں کافی ہے۔ کھڑا ہونے ایسے جیسے کہ شرح لباب، شرح مختار، فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ یقف کمایقف فی صلوٰۃ۔ کہ ایسے کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ یہ ان کی رحمت کا اثر ہے کہ تم کو اپنے حضور بلا لیا اور اپنے مواجہہ اقدس میں جگہ بخشی کہ وہ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (سورۃ التوبہ: ۱۲۸) ہیں۔ جیسے خدا رؤف الرحیم اور خدا نے صحابہ کرام مومنین کو خطاب کر کے فرمایا۔ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ (پ۲۶، سورۃ الحجرات آیت:۲) کہ ان کے حضور آواز بلند کرنے والوں کے اعمال اکارت ہو جائیں گے اور ان کو اس کی خبر نہ ہو گی۔ اس لئے حضور ﷺ کو اپنے جیسے نہ سمجھیں۔ وہ

تو تمہارے دلوں کے خطرے تک سے آگاہ ہیں' اس لئے غلام اور امتی بن کر حاضر ہو اور حضور پر صلوٰۃ وسلام پڑھو۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه ،اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللّٰه،اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيْعَ الْمُذْنِبِيْنَ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ وَاُمَّتِكَ اَجْمَعِيْنَ۔ جہاں تک ممکن ہو صلوٰۃ والسلام کی کثرت ہو۔ اور حضور ﷺ سے اپنے لئے ، اپنے ماں باپ، عزیزوں ، دوستوں ، پیرومرشد اور سب مسلمانوں کیلئے شفاعت کی بار بار عرض کرو۔ پھر اپنے دائیں ہاتھ ہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے چہرۂ انور کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کرو۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰه۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِي الْغَارِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ بَرَكَاتُهٗ پھر اتنا ہی ہٹ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے روبرو کھڑے ہو کر سلام عرض کرو۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ پھر بالشت بھر مغرب کو پلٹ کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے درمیان کھڑے ہو کر سلام عرض کرو۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا ضَجِيْعَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَسْئَلُكُمَا الشَّفَاعَةَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ پھر منبر و حجرہ مبارک کے درمیان جگہ جسے حضور ﷺ نے مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَ مِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ۔ (مشکوٰۃ باب المساجد، ومواضع الصلوٰۃ پہلی فصل) کا مقام عطا فرمایا کہ وہ جنت کی کیاری ہے۔ وہاں دو رکعت نفل پڑھو اور دعا کرو۔ یوں ہی مسجد نبوی کے ہر ستون کے پاس نماز پڑھو اور دعا مانگو کہ زندگی میں پھر یہ موقع شاید ہی نصیب ہو۔ مسجد میں باطہارت، تلاوت اور صلوٰۃ وسلام میں وقت گزارو۔ بلکہ بہ نیت اعتکاف ہر مسجد

میں داخل ہو اور یوں نیت ہو۔ بِسْمِ اللّٰہِ دَخَلْتُ وَعَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَنَوَیْتُ سُنَّۃَ الْاِعْتِکَاف۔

روضۂ اقدس پہ نظر عبادت ہے۔ جیسے قرآن مجید کو دیکھنا یا کعبہ مکرمہ کو دیکھنا عبادت ہے۔ اس لئے کثرت سے نظر کرتے رہو اور صلوٰۃ وسلام پڑھتے رہو۔ مگر روضۂ انور کی طرف پیٹھ نہ کرو۔

حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری مسجد میں جس کی چالیس نماز فوت نہ ہوں اس کیلئے دوزخ اور نفاق سے آزادی ہے۔ یہ ذکر بھی ضمناً ضروری ہے کہ کعبہ معظمہ میں ہر نیکی کا ثواب لاکھ گناہ ملتا ہے۔ مگر اس سے وہابی وغیرہ دھوکہ دینے کیلئے لوگوں کو کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ پہنچ کر اتنا بڑا ثواب چھوڑ کر مدینہ کیوں جاتے ہیں۔ اور بعض لوگ تبلیغی جماعت کے روپ میں لوگوں کو ورغلاتے ہیں اور عوام پریشان ہوتے ہیں مگر ایسے نادان اور گمراہ لوگ کیا یہ نہیں جانتے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے سولہ مہینے مسجد اقصیٰ کی طرف نماز ادا فرمائی اور سولہ مہینوں سے کچھ زیادہ مسجد اقصیٰ کی طرف ہی نماز پڑھتے رہے۔ اس وقت کعبہ معظمہ موجود تھا، مقامِ ابراہیم، حجرِ اسود، رکنِ یمانی، شامی، عراقی، مقامِ ملتزم، مقامِ مستجاب، مقامِ مستجار، مطاف سب موجود تھے مگر کوئی بھی کعبہ کی طرف نماز نہ پڑھتا تھا، اس وقت ایک بھی نماز کعبہ کی طرف قبول نہ تھی، تو ایک لاکھ نماز کا ثواب کہاں گیا؟ حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جب کعبہ کو قبلہ پسند فرمایا تو اس کو یہ فضیلت حضور ﷺ کے صدقے میں عطا ہوگئی کیونکہ یہودیوں نے طعنہ دیا تھا کہ ہمارے قبلہ کی طرف نماز کیوں پڑھتے ہیں تو حضور

ﷺ نے کعبہ کو قبلہ پسند فرمالیا۔اس وقت مسجد قبلتین میں ظہر کی نماز ادا فرمارہے تھے اور آپ نے نماز میں ہی آسمان کی طرف چہرہ مبارک اٹھالیا۔اور حضور ﷺ کی اس ادا کو سورۃ بقرہ آیت ۱۴۴ میں قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ...کے ارشاد ربانی میں فرمادیا کہ ہم دیکھ رہے ہیں آسمان کی طرف آپ کے چہرہ کے پھرنے کو، پس پھیر دیتے ہیں آپ کو اس قبلہ کی طرف جس کو آپ پسند کریں اور آپ کی رضا ہے۔

لہٰذا حضور ﷺ کی پسند اور رضا پر کعبہ کو قبلہ مقرر کردیا اور حضور ﷺ کی رضا اور پسند نے کعبہ کو یہ شان عطا فرمائی کہ جو کوئی یہاں ایک نماز پڑھے اسے ایک لاکھ نماز کا ثواب عطا ہوتا ہے۔مگر جہاں کعبہ کو یہ شان عطا ہوئی مسجد اقصیٰ بھی قبلہ نہ رہا کسی کیلئے بھی نہ رہا، نہ یہودیوں کیلئے نہ عیسائیوں کیلئے کہ کوئی اگر مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو نماز ہرگز نہ ہوگی۔اور یہودیوں کا طعنہ کہ ہمارا قبلہ آپ کا قبلہ ہے اس کا جواب مل گیا کہ یہ ہرگز نہیں بلکہ جو حضور ﷺ کی پسند کا قبلہ ہے وہ یہودیوں کا قبلہ ہے۔کیونکہ یہودیوں کا قبلہ اب قبلہ ہی نہ رہا۔۱۹۷۹ء میں برائے حج وزیارت حرمین الشریفین جدہ شریف کے حاجی کیمپ میں تبلیغی جماعت کے بعض لوگ حاجی صاحبان کو ورغلاتے ہوئے روضۂ اقدس سے روکتے ہوئے فقیر کو نظر آئے اور افسوس ہوا کہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ حج کے ارکان مکہ میں ادا کرتے ہیں۔مگر اس کی منظوری مدینہ طیبہ میں میں روضہ اقدس پر حاضری دینے سے ہوتی ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ خود حضور ﷺ کی رضا چاہتا ہے جس کیلئے.....وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

(والضحیٰ آیت ۵) کا اعلان موجود ہے۔ جو امتی ہو کر حضور ﷺ کی رضا کا طالب نہ ہو، اس کا دعویٰ ایمان کس بنا پر قابل قبول ہو سکتا ہے۔ جبکہ کعبہ کو قبلہ بنا کر نماز پڑھنا ہی حضور ﷺ کی شان کا اظہار ہے، کیونکہ کعبہ بھی حضور کے صدقہ میں قبلہ بنا۔ لہٰذا ساری عبادات میں حضور ﷺ ہی کی تعظیم وابستہ ہے۔ قبر میں ان کے نام کی برکت سے جنت کی کیاری عطا ہو گی۔ قیامت میں ان کی سلطنت کا ظہور ہو گا کہ ان ہی کے فرمان پر حساب و کتاب اور شفاعت کا دروازہ کھلے گا اور انہیں کے جنبش لب پر ہم سیاہ کاروں کا چھٹکارا ہو گا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ دُنیا میں ان کے نام کی تعظیم نہ ہو۔ جب کہ صحابہ کرام حضور کا دستِ مبارک پکڑ کر اپنے چہروں پر ملتے اور سینوں سے لگاتے۔

صاحبِ تفسیر نعیمی۔ قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ (البقرہ:۱۴۴) کے بیان میں فائدے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سب لوگ قانون کے پابند ہیں مگر قانونی مرضی محبوب کی منتظر ہے بلکہ آپ کی مرضی ہی قانون ہے جیسا کہ کعبہ کو حضور علیہ السلام سے عزت ملی کہ تا قیامت مسلمانوں کا قبلہ بن گیا۔ معلوم ہو گیا کہ حضور علیہ السلام درحقیقت کعبہ کے کعبہ ہیں اسی بنا پر ولادت پاک کے وقت کعبہ نے حضرت آمنہ کے گھر کو سلامی دی اور جُھک گیا۔ (مدارج النبوۃ) اور اسی بنا پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے اَب کعبے کا کعبہ دیکھو

جس کسی کو جو عظمت بھی عطا ہوتی ہے، حضور کی نگاہ کرم سے ہی عطا ہوتی

ہے۔حضور ہی سب کا واسطہ اور وسیلہ ہیں،اس لئے حق تو یہ ہے کہ ساری عبادات میں ان کی تعظیم ہے اور خود رب ذوالجلال یہ تعظیم حکماً کروا رہا ہے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں بیان کرتے ہیں۔امام اجل قطب اکمل حضرت احمد رفاعی ہر سال حاجیوں کے ہاتھ حضور اقدس پر سلام عرض کر کے بھیجتے رہے۔جب خود حاضر ہوئے تو مزار اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کی کہ میں جب میں دور تھا تو اپنی روح بھیجتا تھا کہ میری طرف سے زمین کو بوسہ دے تو وہ میری نائب تھی اور اب بدن کی باری ہے کہ جسم خود حاضر ہے دست مبارک عطا ہو کہ میرے لب اس پر بہرہ ور ہوں کہا گیا ہے دست اقدس ان کیلئے ظاہر ہوا تو انہوں نے بوسہ دیا۔تو مبارک ہوا ان کو یہ مقام مگر اس دور کے دشمنان محبوب خدا جاہلین کا یہ باطل نظریہ ہے کہ حضور کے روضے کی جالی چومنا، منبر چومنا،مبارک مقامات کی تعظیم کرنا بدعت اور شرک ہے۔حالانکہ صحابہ کرام، تابعین، بلکہ ساری امت کا یہ نظریہ ہے کہ جالی مبارک تو کیا مدینہ پاک کی مٹی اور سارے مقام قابل تعظیم ہیں۔برکت کیلئے ان کو مس کرنا اور بدن پر ملنا سعادت دارین ہے کیونکہ خدا کا فرمان ہے۔تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ۔(سورۃ فتح:۹) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وتوقیر کرو۔اس میں ایمان کی سلامتی ہے۔لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ (سورۃ البلد آیت ۱،۲) میں خداوند تعالیٰ نے اس شہر کی قسم اس لئے کھائی ہے کہ اس شہر کی سرزمین پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک لگے ہیں، گویا قدم مبارک لگنے سے مٹی کی شان بلند ہوگئی۔لہٰذا ثابت ہو گیا کہ جہاں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے مبارک قدم لگ گئے اگر امتی کے قدم وہاں تک پہنچ گئے تو اس کو مقام معراج عطا ہوگا کہ خدا کے فرمان وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (سورۃ الاعراف ۱۶۸) میں اس کا ثبوت موجود ہے۔

تیری معراج ہے کہ تو لوح و قلم تک پہنچا
میری معراج ہے کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

جب قدم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقام ہے تو نام مبارک کا کیا مقام کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے ساتھ محمد رسول اللہ پڑھنے والا حضور کا نام لیکر ایمان کی دولت پالیتا ہے جس کا مقام جنت ہے۔ تو پھر اس نام مبارک کی برکت سے ''تقبیل ابہامین'' میں انگوٹھے چومنے سے ایمان میں ترقی کیوں نہیں جب محبتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ایمان ہے۔

ہمدم جاں آفریں ہو یا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
وجہِ قرآن مبین ہو یا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
آپ کے نقش قدم سے جو مشرف ہو زمیں
دیکھتا ہے اسکی رفعت رات دن عرش بریں
سب کے تم پر حق ، امیں ہو یا محمد مصطفےٰ
رحمۃ للعالمین ہو یا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
مخبر صادق ہو تم اور حضرت خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم
سرور ہر دوسرا اور شافعِ روزِ جزا
ہے تمہاری ذات والا منبع لطف و عطا
تم ظہور اولین ہو یا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

محبوبِ خدا کے ساتھ صحابہ کرام کی والہانہ محبت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے جن کا نظریہ حضور پر مال جان اولاد اور وطن عزیز کی قربانی دین تھا۔ حضور ﷺ کے ساتھ دلی محبت اور نسبت حتیٰ کہ حضور ﷺ کے بال مبارک، حضور کے ہاتھ مبارک اور جملہ اعضا مبارک حتی کہ حضور ﷺ کے قدم مبارک کے ساتھ نسبت جس شے کی ہوگئی اس کا احترام ان کا ایمان تھا جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعات میں اس کا بین ثبوت ہے۔ اور مومن کیلئے ایک عظیم نمونہ ہے۔

❖ حضرت خالد بن ولید سیف من سیوف اللہ کا مقام پانے والے نے ایک مرتبہ دوران جنگ میں جب دیکھا کہ دشمن پر غلبہ پانا اور فتح سے ہمکنار ہونا ناممکن ہو گیا ہے تو سر پر اپنا ہاتھ پھیرا تو محسوس کیا کہ سر پر ٹوپی نہیں ہے۔ اس کے حصول میں جد و جہد کر رہے تھے کہ صحابہ کرام یہ دیکھ کر کہ خالد ٹوپی کی تلاش میں ہیں جبکہ اہل اسلام کا قتل عام ہو رہا ہے، اعتراض کیا تو جواب میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ٹوپی میں محبوبِ خدا ﷺ کے بال مبارک ہیں، جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمیں فتح عطا فرماتا ہے۔ جس کی وجہ سے مجھے "سیف من سیوف اللہ" کا خطاب عطا ہوا ہے۔ اگر یہ ٹوپی نہ ملی تو ہم اس کی برکت سے محروم ہو جائیں گے اور فتح حاصل کرنا دشوار ہو جائے گا۔ عین اس وقت ان کی اہلیہ محترمہ گھوڑے پر سوار میدان جنگ میں پہنچ گئی اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ٹوپی پیش کر دی، کہ ٹوپی غلطی سے گھر میں رہ گئی تھی۔ جونہی وہ ٹوپی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سر پر رکھی اور دشمن پر یلغار کی تو فتح نے بڑھ کر قدم چومے۔ حقیقت میں یہ فتح حضور ﷺ کے وسیلہ سے ہوتی تھی، مگر اس دور کے بعض

جہلاء وسیلہ کے منکر ہیں۔ حالانکہ حضور ﷺ کے وسیلہ کے بغیر دولتِ ایمان کا ملنا محال ہے۔ (شفاء شریف ج ۲)

❁ حضرت صفیہ بنت نجدہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے صحابی حضرت محذورہ کے سر کے اگلے حصہ میں بالوں کا گچھا تھا۔ جب وہ بیٹھتے تو ان بالوں کو لٹکاتے تو وہ زمین پر جا پڑتے۔ جب ان سے کہا جاتا کہ ان بالوں کو منڈوا کیوں نہیں دیتے تو جواب ملتا کہ ان کو کیونکر منڈواؤں جن کو خدا کے نبی ﷺ نے اپنے مُبارک ہاتھوں سے چُھوا ہے۔ (شفاء شریف ج ۲)

❁ سیّدنا حضرت زارع بن عامر بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ہاتھ مُبارک چومنے میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔

❁ حضرت امام مالک نے اس شخص کے خلاف جس نے یہ کہہ دیا تھا کہ مدینہ منورہ کی مٹی اچھی نہیں۔ یہ فتویٰ جاری کر دیا کہ اس کو تیس کوڑے مارے جائیں اور اس کو قید کی سزا دی جائے۔

❁ سیدنا امام مالک مدینہ منورہ میں اس لئے سواری پر سوار نہ ہوتے کہ اس سرزمین میں امام الانبیاء نبی آخر الزمان ﷺ تشریف فرما ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسا فعل سراسر بےادبی ہے، کہ میں سوار ہو کر اس پاک سرزمین کو روندتا پھروں۔ (شفاء شریف)

جہاں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین کے نزدیک حضور نبی کریم ﷺ کا یہ مقام تھا جنہوں نے ہر موقع پر قربانیاں پیش کیں۔ مال جان اولاد اور وطن عزیز کو حضور ﷺ پر قربان کر دیا اور غلامی کا حق ادا کر دیا اور خدا تعالیٰ سے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ

رَضُوْا عَنْهُ (البینۃ آیت:۸) کا مقام پالیا کیونکہ وہ خدا کے فرمان تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ (سورۃ الفتح آیت:۹) پر کامل ایمان رکھتے تھے۔ افسوس ہے کہ اس دور کے بے ادب اور گستاخ رسول اپنے عقائد باطلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کو بالائے طاق رکھتے ہیں، مگر دعویٰ ایمان بھی ہے۔ بندہ نے اپنے نظریہ کو جو فرقہ واریت کے خلاف عظمت و شان خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ایک موثر اقدام ہے، عوام کے سامنے پیش کر دیا ہے، تا کہ خدا کے فرمان هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ (سورۃ الفتح آیت:۲۸) کے مطابق اپنے ایمان کی حفاظت مذہب حق اہل سنّت و جماعت کے نظریہ حقہ کی بنا پر کریں، کیونکہ یہی جماعت ہر زمانہ میں فرمانِ مصطفےٰ "عَلَیْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّتِ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ" پر عمل کرنے والی ہے اور دنیا کو راہ حق دکھانے والی ہے۔ اسی میں اولیاء کرام کی جماعت ہے جنہوں نے اپنی کرامات اور تعلق باللہ اور بالرسول پیش کر کے کفر کے قلعے سر کیے ہیں اور علماء کرام رشد و ہدایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے تالاب بنے ہیں۔

عظمت و شانِ خیرُ الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حصہ اول کو پیش کرتے ہوئے یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ عوام کی محبوبِ خدا کے ساتھ دلی محبت ہے مگر دینی علم میں کمی کے باعث ان مسائل تک رسائی کما حقہ نہیں بلکہ کم ہے۔ اس کا ازالہ کرنے کیلئے اس ناچیز نے اپنی کمزوری کے باوجود ایسے مسائل عوام تک پہنچانے میں حتی الامکان کوشش کی ہے جو ان کیلئے نہایت مفید اور قابل قدر ہوں

گے بلکہ اگر تعصّب کی نگاہ سے نہ دیکھا گیا تو معترضین کیلئے بھی ذریعہ رُشد و ہدایت اور نجاتِ اُخروی ہوں گے۔ انشاءاللہ

☆☆☆☆☆☆☆☆

اُمید ہے کہ دوسرا حصہ بھی پیش کر کے عوام کی خدمت کا موقع جلد میسر آئے گا تا کہ نجاتِ اُخروی کا ضامن ہو سکے۔

ع .... گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

فقیرِ پُر تقصیر

ابو سلیم حاجی محمد عمر الدّین نعیمی نقشبندی

علامہ محمد عمر الدین نعیمی کے علمی جواہر پارے

یہ کتب منظر عام پر جلوہ گر ہو گئی ہیں۔

- عظمتِ خیر الانام ﷺ
- موت کے بعد عالم برزخ کے حالات
- خلفاء راشدین سے شہادت امام حسین تک
- حضرت عبداللہ بن زبیر سے سلطان صلاح الدین ایوبی تک
- اولیاء اللہ کا مقام

پروفیسر علامہ محمد اکرم رضا کے علمی جواہر پارے

- رسول معظم اور خلفاء رسول ﷺ
- انعام یافتہ ہستیاں
- تاجدار ملک سخن
- مثالی خواتین اسلام
- انعام یافتہ تقریریں
- تقریروں کی سوغات

قادری رضوی کتب خانہ۔ گنج بخش روڈ لاہور

نمبر شمار	ضروری یادداشت	صفحہ

- عظمت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم
- موت کے بعد عالم برزخ کے حالات
- خلفاءِ راشدینؓ سے شہادت امام حسینؓ تک
- حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے سلطان صلاح الدینؒ ایوبی تک
- اولیاء اللہ کا مقام

منیر احمد مغل یو۔ایس۔اے

انجینئر محمد اسلم یو۔ایس۔اے